إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

تالیف

فضل الرحمٰن ہزاروی

تالیف

چیئرمین: حافظ سیف الرحمٰن بن سابق صدر A-S-F پاکستان

زمن منزل - سٹریٹ نمبر ۱۹ امیر پارک - گوجرانوالہ

نام کتاب .... استقامت فی الدین
مؤلف .... حضرت مولانا فضل الرحمن ہزاروی
ناشر .... حافظ سیف الرحمن بٹ
تعداد ۱۱۰۰
ضخامت ۴۴۸

ملنے کے پتے

۱۔ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور
۲۔ مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور
۳۔ مکتبہ سلفیہ اردو بازار لاہور
۴۔ دارالسلام اردو بازار لاہور
۵۔ نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
۶۔ مکتبہ مدینہ کتاب گھر گوجرانوالہ
۷۔ مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیکھ کر تجھ کو مٹے جاتے ہیں دنیا کے حسین
تم ہوتا ہے مسالا تیری تیری یکتائی کا

فہرست

فہرست مضامین

فہرست مضامین	صفحہ نمبر

فہرست مضامین	صفحہ نمبر
حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کے واقعات	۲۹۰
حضرت یوسف علیہ السلام کا مصر میں وزیر خوراک بننا	۲۹۱
حضرت یوسف کا اپنے بھائیوں کو پوچھنا کہ آپ نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟	۲۹۳
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعالمین ہونا	۲۹۵
حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا اپنے غلام اور خادمہ کو معاف کرنا	۲۹۷
کفار کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں اولاد ہونے کا عقیدہ رکھنا	۳۰۱
اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخشنے والے اور عذاب والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک آدمی کو نصیحت اور دعا منگوائی	۳۰۴
قرآن عظیم کے بارے میں کفار کا مسلمانوں سے جھگڑا کرنا	۳۰۷
مسلمانوں کا غیر اللہ کی عبادت سے پرہیز اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع	۳۰۸
جنت کی ناز و نعمتیں اور حوض کوثر آپ اپنے ہاتھوں سے پلائیں گے	۳۰۹
دین اسلام میں عورت کا صحیح مقام اور عورت کی بزرگی	۳۱۴
دین اسلام میں عورت کے مقام کا عجیب واقعہ	۳۲۰
دیبل کی فتح۔ نیرون پر قبضہ	۳۲۱
قلعہ راوڑ کی فتح۔ سی ساگر کا اطاعت قبول کرنا	۳۲۳
اسلام میں مقام عورت کے متعلقہ حصے کے کچھ واقعات	۳۲۵
نماز کے اوقات اور صبح کی نماز میں قرأت کی مسنون مقدار	۳۲۷
جمعہ کے دن صبح کی نماز میں مسنون قرأت	۳۳۰
نماز جمعہ میں دو طرح کی مسنون قرأت	۳۳۱
صبح کی دو سنتوں میں مسنون قرأت	۳۳۲
صبح کی دو سنتیں پڑھ کر دائیں کروٹ پر لیٹ جانا	۳۳۲
جمعرات کی نماز مغرب میں مسنون قرأت	۳۳۳

فہرست مضامین	صفحہ نمبر

فہرست مضامین	صفحہ نمبر
حضرت سید المرسلین ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ کی عزت کرو	۳۹۳
حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میرے صحابہ کو دیکھا ان کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی	۳۹۴
نبی اور صحابہ کرام اس امت کے لئے امن کا ذریعہ ہیں	۳۹۴
تاجدار مدینہ کا خم کے مقام پر خطبہ ارشاد فرمانا	۳۹۵
سید العلمین ﷺ کی زبان سے دس صحابہ کو جنت کی بشارت	۳۹۷
شان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۳۹۸
شان رسول مدح صحابہ کرام اور عظمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۴۰۰
شان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ	۴۰۱
شان حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور شان عمر فاروق رضی اللہ عنہ	۴۰۲
شان حضرت صدیق اکبرؓ۔ شانِ حضرت عثمانؓ۔ شان حضرت علیؓ اور مدح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	۴۰۳
در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۴۰۵
شان توحید باری تعالیٰ	۴۰۶
دلا غافل نہ ہو۔ از حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ قلعہ میاں سنگھ	۴۰۷
حمد باری تعالیٰ عزاسمہ	۴۰۷
تاجدار مدینہ اور آپ کی امت کیلئے پہلے انبیاء اور امتوں سے زیادہ واقعات	۴۰۸
اخذ الواح سے متعلق امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں	۴۰۹
ایک بہترین امت ہوگی	۴۰۹
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعا مانگنا	۴۱۱
خدا احکم الحاکمین کی رحمت کا تذکرہ پارہ ۹ رکوع میں	۴۱۳
حافظ محمد صاحب لکھوی رحمۃ اللہ علیہ وغفر اللہ لہ۔ مصنف کتاب احوال الآخرت اور آپ کے خاندان کے مختصر حالات۔ غیر منقسم پنجاب کا ایک	

فہرست مضامین	صفحہ نمبر

عرض ناشر

میرے والد محترم ''مولانا فضل الرحمان ہزاروی'' کے قلم سے لکھی گئی دوسری کتاب ''استقامت فی الدین'' اب آپ کے ہاتھوں میں ہے اور فیصلہ بھی'

اس دور میں جہاں دوسرے کاموں پر حکومتی اور عوامی سطح پر بے جا توجہ دی جا رہی ہے۔ وہاں ''میدان تصنیف'' زیادہ توجہ کا حامل ہے۔ خاص طور پر نوجوان نسل کے لیے ایسا لٹریچر ضرور لکھا جانا چاہیے جسے وہ بآسانی قبول کر کے اپنی عملی زندگیوں میں اتار سکیں۔ ہمیں لوگوں کو اپنے اپنے مذہب و مکتب کی طرف نہیں بلکہ خالصتاً سرچشمۂ اسلام ''کتاب وسنت'' کی طرف بآواز بلند بلانے سے گریز نہیں کرنا چاہیے تاکہ آخرت کے دن اللہ کی بارگاہ میں اس فرض منصبی سے غافل ہونے کی پاداش میں شرمندگی نہ اٹھانا پڑے اور ہمیں دنیا میں اس طرح رہنا چاہیے جس طرح کہا جاتا ہے۔

"Live like a candle which burns itself and gives light to others"

ہمیں اس عظیم ٹارگٹ کو نوجوان نسل کے سامنے رکھ کر ایسی کھیپ تیار کرنی ہے جو ان اشعار کی مصداق ہو

چمن چمن کلی کلی روش روش پکار دو
وطن کو سرفروش دو وطن کو جانثار دو
جو اپنے خیض بیکراں سے کوہسار پیس دیں
جو آسماں کو چیر دیں ہمیں وہ شہسوار دو

اس لیے میرے والد محترم نے علمی تشنگی کو کم کرنے کے لیے بہت ہی عمدہ اور بہترین پیرائے میں کتاب ترتیب دی ہے جو ''طبقہ ہائے معاشرہ'' کی زندگیوں میں

نفاذ کے لیے کافی اور اس شعر کی مصداق ہے۔

سمویا ہے اس میں ہر ایک علم و فن
تجسم یہ ہے ایک رنگین چمن

میرے والد گرامی کی ابتداء سے یہی خواہش تھی کہ میری اولاد دین اسلام کی پیامبر بنے اور انبیاء کے مشن کو لے کر آگے بڑھے الحمدللہ ہم نے ان کی خواب کو شرمندہ تعبیر کرتے ہوئے دین و دنیا کے علوم کو حاصل کرنا شروع کیا اور بہت کم وقت میں بہت کچھ حاصل کیا اور یہ سب کچھ ہمارے والد مکرم اور والدہ محترمہ کی محنتوں اور دعاؤں کا ثمر ہے کہ اس نازک اور کٹھن دور میں الحمدللہ اپنا ذریعہ معاش بہتر طریقے سے کمانے کے ساتھ ساتھ دین و دنیا کے علوم کے حصول کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں اور ہمارا یہ عزم ہے

اٹھے ہیں اک بار تو ہر طوفان سے ٹکرائیں گے
الائم سے ڈر کہ رہنا جوانوں کا دستور نہیں

ہم دین محمدؐ کے وفادار سپاہی
باطل کی خدائی کو گوارا نہ کریں گے
اپنے خون سے جلائیں گے ایسے چراغ ہم
بجھ بھی اگر گئے تو اجالا نہ جائے گا

دعا کریں اللہ ہماری منزلیں آسان فرمائے اور والدین کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ (آمین) آخر میں قارئین سے درخواست ہے کہ زیر نظر کتاب میں کتابت کی یقیناً بہت سی غلطیاں رہ گئی ہوں گی برادرانہ طور پر آگاہ فرما کر ممنون ہوں

اثر کرے نہ کرے سن تو لے میری فریاد
نہیں داد کا طالب یہ بندہ آزاد

والسلام

حافظ سیف الرحمٰن بٹ ایم۔اے
سابق صدر اہلحدیث سٹوڈنٹس فیڈ ریشن پاکستان

تقریظ

استاذ العلماء حضرت مولانا سید محمد اکرم شاہ صاحب گیلانی دامت برکاتہٗ العالیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب ہزاروی حال مقیم محلہ امیر پارک گوجرانوالہ

کی قابل قدر کتاب

استقامت فی الدین

کے مسودہ کو میں نے بعض مقامات سے پڑھا ہے اور محترم مولانا صاحب کے انتخاب مضمون سے متاثر ہوا ہوں کہ آپ نے بڑی جدو جہد سے کتاب کو تیار فرمایا ہے۔ اور کتاب کا موضوع بھی دور حاضر کے حالات کے بالکل مطابق ہے۔

حضرت مولانا سے دیرینہ تعارف ہے۔ دل میں جماعتی اور مسلکی تڑپ اور ذوق سلیم رکھنے والے بزرگ ہیں۔

اپنی کتاب میں بھی قرآن پاک سے شروع کر کے سیرت نبوی کے واقعات اور آئمہ دین کے تذکرے اور علمائے اسلام کے واقعات اسی ذوق سلیم کا نتیجہ ہیں۔

مسلکی لحاظ سے مولانا موصوف اہل سنت اہل حدیث سلفی عقیدہ رکھتے ہیں اشاعت دین میں آپ کا جذبہ قابل قدر ہے۔

تعلیم و تدریس اور خطابت آپ کے فرائض میں سے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تحریری کام بھی کر دیتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ چند افراد ہی ایسے ہوتے ہیں جن

کے دل میں اشاعت دین کا جذبہ اس انداز سے موجزن ہوتا ہے۔

استقامت فی الدین' بڑا اہم موضوع ہے بلکہ دین اسلام کی ابتدائی تاریخ اسی استقامت فی الدین سے ہی تعبیر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ استقامت فی الدین کی ضرورت مسلمان کو زندگی کے ہر موقع پر پڑتی ہے۔ خصوصاً غمی' خوشی کے موقع پر جب کہ دین کو محفوظ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

زندگی کے مختلف نامساعد حالات میں استقامت ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے' ان حالات میں دین پر قائم رہنا اور صبر و سکون سے رضائے الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرنا ہی استقامت ہے جو کہ از حد مشکل اور دشوار ہوتا ہے محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی اس کتاب میں ایسے واقعات درج ہیں جن کے پڑھنے سے انسان استقامت فی الدین کے مفہوم کو سمجھ سکتا ہے اور ایسے واقعات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

محترم مولانا کی کتاب قابل مطالعہ اور لائق تعریف ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا کی اس کاوش کو قبول فرما کر اجر و ثواب کا ذریعہ بنائے اور اہل اسلام کو قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔ والسلام

چو میگوئیم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الہ را

راقم الحروف ابوالخیر سید محمد اکرم گیلانی مدرس مدرسہ تفہیم القرآن والحدیث محلّہ اصغر کالونی نزد نگار پھاٹک گوجرانوالہ

مورخہ ۲۸ اپریل ۲۰۰۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

بقیۃ السلف حضرت مولانا خالد صاحب سلفی گھر جاکھی دامت برکاتہٗ العالیہ

یہ کتاب حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب خطیب جامع مسجد اہل حدیث فتو منڈ گوجرانوالہ نے ترتیب دی ہے جو واعظین کے لئے بہترین راہنما ہے مولانا نے اپنے دل کی گہرائیوں سے جو ارشادات بیان کئے ہیں وہ اتنے موثر ہیں کہ پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

میری دعا ہے کہ پڑھنے والے نہ صرف وعظ کرنے کے لئے استفادہ کریں بلکہ اس پر عمل کر کے اپنی زندگی کو سنوارنے میں بھی راہنمائی حاصل کریں۔ کیونکہ قرآن احادیث سے پر اور مؤثر انداز میں ایسے مواعظ کا ذخیرہ کم نظر آتا ہے۔

الراقم
محمد خالد گھر جاکھی
۱۶/۴/۲۰۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ محمد الیاس صاحب اثری دامت برکاتہٗ العالیہ

محترم جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے استقامت فی الدین کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی ہے میں نے اس کو بالاستیعاب تو نہیں پڑھا مگر جہاں جہاں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے قابل قدر اور لائق تعریف پایا ہے' مولانا کی اس کتاب میں کوئی تکلف نہیں ہے عبارت میں آسانی سے سلاست اور مٹھاس پائی جاتی ہے۔

اہل خیر سے گذارش ہے کہ وہ اس کتاب کو خرید کر مطالعہ کریں اور دیگر لوگوں کو توجہ دلائیں تاکہ اشاعت دین میں ہماری بھی شمولیت ہو جائے۔

میں نے اپنی دانست کے مطابق چند الفاظ لکھے ہیں اور اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے اور یہ بھی ان کے اصرار کی بنا پر کہا ہے ورنہ من آنم کہ من دانم

الراقم العبد محمد الیاس اثری
گوجرانوالہ

مؤلف کے قلم سے

اس کتاب (استقامت فی الدین) کے لکھنے کا سبب یہ ہے کہ بندہ احقر نے جن کتب احادیث و تفاسیر اور تواریخ کا مطالعہ کیا ہے وہاں تو ہر قسم کے مسائل موجود ہیں لیکن مذکورہ کتب کے علاوہ علمائے کرام کی قلم سے کوئی ایسی کتاب اس موضوع پر میں نے نہیں دیکھی اس لئے دل و دماغ نے چاہا کہ بفضل خدا اس موضوع پر کتاب لکھوں۔ لیکن اپنی علمی کم مائیگی اور عملی زندگی کی ناتوانی اور تحریری میدان کے ضعف کو ملحوظ رکھ کر دل نہیں کرتا تھا کہ اس بابرکت میدان میں کود پڑوں یعنی قدم اٹھاؤں۔ لیکن استقامت فی الدین کے مضمون نے مجھے اس طرف آمادہ کیا کہ بندہ عاجز اس مضمون کی کتاب لکھنے کا خیال کرے کیونکہ اس کتاب کو نہ لکھنا بھی میری طرف سے استقامت فی الدین کے خلاف ہے اور ذہن میں خیال آیا کہ تو دین اسلام کے اس مقدس مضمون پر جو کتاب مرتب کرنا چاہتا ہے کیا اللہ رب العزت تیری مدد نہیں کریں گے؟ دیگر فرقان حمید کی چند آیات بھی ذہن میں آ گئیں۔

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾

ترجمہ:۔ ''جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اللہ اسے کافی ہوتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ اپنی بات کو پہنچنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ کر رکھا ہے۔''

سورہ یوسف میں اللہ رب العزت نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبان سے

ارشاد فرمایا:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾

ترجمہ:۔ ''حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہی چلتا ہے اسی پر میں بھروسہ اور توکل کرتا ہوں اور اسی پر توکل کرنے والے توکل کریں۔''

اس مضمون کی اکثر آیات نے میری ڈھارس بندھوا دی میں نے اللہ کا نام لے کر قلم پکڑی اور لکھنا شروع کر دیا۔ بندہ احقر نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ صرف اور صرف اللہ رب العزت کی مدد سے لکھا ہے دیگر یہ موضوع بھی ایسا ہے جو دین اسلام کے جملہ امور کو شامل ہے۔ نماز' روزہ' حج' زکوۃ' توحید و سنت کے تمام احکامات کا دارو مدار اسی پر ہے۔ نماز میں رکوع' سجود' قومہ' جلسہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا' نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ رب العزت کو سمجھنا۔ اور تمام قسم کی امیدیں اللہ تعالیٰ رب العزت کے ساتھ وابستہ رکھنا ہی استقامت فی الدین ہے روزہ میں جتنے امور ہیں یعنی سنت کے مطابق روزہ رکھنا ایمان کی تکمیل اور ثواب کی خاطر اللہ رب العزت کا فریضہ جان کر اسے ادا کرنا اور چغلی غیبت ہر قسم کے محرمات مکروھات سے اجتناب کرنا شرعی اوقات مسنونہ پر رکھنا اور افطار کرنا استقامت فی الدین ہے حج میں جن احکامات کی طرف اللہ تعالیٰ رب العزت نے حکم دیا ہے نبی ﷺ نے حج کے مسنون طریقے بتائے ہیں ان میں اپنی طرف سے ذرہ بھر بھی کمی بیشی نہ کرنا اور نبوت کی زبان طیبہ سے نکلے ہوئے الفاظ کا پابند ہو کر سنت کے مطابق احکامات کو ادا کرنا ہی استقامت فی الدین ہے۔ زکوۃ نقدی رقم سونا چاندی کا حساب کر کے مال کی کمی کا وہم تک نہ ہو سنت کے مطابق ادا کرنا بصورت دیگر اجناس خوردنی سے یعنی غلہ سے عشر نکالنا اور مناسب جگہوں پر اسے صرف کرنا بھی استقامت فی الدین ہے۔ توحید کا اقرار کر کے توحید کے ماسوا سے ہر طرح سے کٹ جانا یعنی شرک سے بالکل الگ تھلگ رہنا' جیسے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَاتُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنْ قُتِلْتَ اَوْ حُرِّقْتَ﴾

ترجمہ:۔"اے اللہ کے بندے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک مت کر اگر چہ تجھے قتل کیا جائے یا جلا دیا جائے۔"

اس سنت کے ہوتے ہوئے بدعت سے اجتناب کرنا گو بدعت کتنی ہی حسینہ ہو اس سے بچنا ہی خدا اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی ہے۔ بدعت کا کرنا عظیم گناہوں کا مجموعہ ہے بدعت ایک ایسا بدترین عمل ہے جس کی وجہ سے کوئی نیکی اور نیک عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں شرف قبولیت نہیں حاصل کرسکتا۔ ابن ماجہ شریف کی مشہور حدیث ہے جس کا یہ ترجمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بدعتی آدمی کا روزہ' نماز' صدقہ وخیرات حج عمرہ وغیرہ کوئی نیک عمل قبول نہیں کرتے اور بدعتی آدمی دین اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے آٹا گوندھتے ہوئے کوئی بال نظر آ جائے تو اسے نکال کر باہر پھینک دیا جاتا ہے اور سنت کی اتباع کا فائدہ اجر وثواب کے بارہ میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو مشکوۃ اور دیگر کتب احادیث میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے جو شخص میری سنت کا پیروکار رہا ایسے موقع پر جب کہ اور لوگوں میں بدعات کا دور دورہ ہو تو ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ ایک سو شہید کا ثواب دیں گے۔ لہٰذا توحید وسنت کی کامل اتباع غمی شادی نکاح ختنہ عقیقہ لین دین تجارت مزدوری کارخانہ داری فیکٹری ملازمت حقوق الوالدین حقوق العباد رشتہ داروں کے حقوق پڑوسیوں ہمسایوں کے حقوق۔ الغرض جملہ امور دین دنیا میں استقامت فی الدین ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ دیگر میری اس کتاب کے مسودہ کو میرے بعض بزرگ علمائے دین شیوخ الحدیث نے پڑھ کر جو تاثرات لکھے ہیں میں ان کا تہہ دل سے مشکور ہوں اس سے میری مراد بقیۃ السلف حضرت مولانا شیخ خالد گرجاکھی دامت برکاتہ العالیۃ ہیں جنھوں نے بڑی محنت سے اپنی اکثر مصروفیات کو ترک کرکے عاجز کے مکتوب کو پڑھا اور تاثرات لکھے گو لفظوں میں مختصر ہیں لیکن مفہوم کے لحاظ سے جامع ہیں اسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد اکرم شاہ صاحب گیلانی دامت برکاتہ العالیۃ ہیں باوجود طلباء کی تعلیمی سرگرمیوں اور درس وتدریس کے اہم مصروفیات کے محترم بزرگوار نے وقت نکال کر میرے اس مسودہ کو پڑھا اور تفصیلی

تاثرات لکھے۔ حضرت مولانا شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری دامت برکاتہ العالیۃ نے بھی طلباء کے تعلیمی تدریسی مشاغل بکثرت ہوتے ہوئے اور دو تین کتب کے مسودے جو کئی ماہ سے حضرت حافظ صاحب کے پاس آئے ہوئے تھے ان کو بھی ملتوی کر کے میرے اس مسودہ کے چند مقامات دیکھے اور اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

فجزاھم اللہ تعالیٰ فی الدنیا والاخرۃ

خاکسار
فضل الرحمٰن ہزاروی
گوجرانوالہ
۴/۴/۲۰۰۱

خطبہ مسنونہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٍ وَّكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَّكُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ﴾

ترجمہ:- سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں (اس لئے) ہم اس کی تعریفیں بیان کرتے ہیں اور اپنے ہر کام میں اسی سے مدد مانگتے ہیں ہم رب العلمین سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسی ذات پر ہمارا بھروسہ ہے ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے بھی اس کی پناہ میں آتے ہیں یقین مانو کہ جسے اللہ تعالیٰ راہ دکھائے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ خود ہی اپنے در سے دھتکار دے اس کے لئے کوئی رہبر نہیں ہوسکتا اور ہم تہہ دل سے گواہی دیتے ہیں کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی طرح تہہ دل سے ہم اس بات کی

بھی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے خاص بندے اور آخری رسول ہیں۔ (ﷺ)

حمد وصلوۃ کے بعد یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام راستوں سے بہتر راستہ حضرت محمد ﷺ کا ہے اور تمام کاموں میں بدترین کام وہ ہیں جو خدا تعالیٰ کے دین میں اپنی طرف سے نئے نکالے جائیں (یادرکھو) دین اسلام میں جو کام نیا نکالا جائے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

نوٹ:- یہ وہ خطبہ ہے جسے تاجدار مدینہ' سید الانبیآء' والئی بطحیٰ' شافع روز جزاء' سید الکل' ختم الرسل ﷺ کی ذات گرامی اپنے جمعۃ المبارک کے ہر خطبہ میں عیدین کے ہر خطبہ میں بلکہ درس وتدریس وعظ ونصیحت کی تمام مجالس میں نبوت کی زبان اقدس سے ان تمام مواقع مذکورہ میں یہ موتی جواہرات پھولوں سے زیادہ مہک والے کلمات بیان ہوا کرتے تھے سامعین کا یہ حال ہوتا تھا کہ ایسے کلمات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان طیبہ سے سن کردل ڈر جاتے تھے۔ آنکھیں رونا شروع کردیتی تھیں رخسار تر ہو جاتے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کی داڑھیاں بھیگ جاتی تھیں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ٥
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ٥

مجھے اپنی پستی پہ شرم ہے تیری رفعتوں کا خیال ہے
بائیں تفاوت مرتبت مجھے پھر بھی شوق وصال ہے
خداوندا تمنا ہے پہنچا مجھ کو کنارے پر
چلا ہوں جانب منزل فقط تیرے ہی سہارے پر

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ٥ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْھَا مَاتَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ٥ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ الرَّحِیْمِ٥﴾

(پارہ ۲۴-رکوع ۱۸)

ترجمہ:۔ ''تحقیق جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر مستقیم یعنی ثابت قدم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو اور نہ ہی غم کھاؤ اور ایسی بہشت کی خوشخبری سنو جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے دوست ہیں دنیوی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لئے اس جنت میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو موجود ہے۔ یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور الرحیم کی طرف سے۔''

استقامت قرآن کی زبان میں:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا

هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝﴾ (پارہ ۲۶ - رکوع ۲)

ترجمہ:- ''تحقیق جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر مستقیم رہے یعنی ثابت رہے نہیں خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

مذکورہ آیات کا مفہوم:

جن لوگوں نے زبانی اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا یعنی اس کی توحید کا اقرار کیا۔ پھر اس پر جمے رہے یعنی فرمان خداوندی کے تحت زندگی گذاری۔ چنانچہ حضور ﷺ ۲۴ پارہ کی آیت تلاوت فرما کر فرمایا بہت سے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار کیا پھر کفر کیا۔ جو مرتے دم تک اسے کہتا ہے وہ ہے جس نے اس پر استقامت کی (نسائی شریف وغیرہ) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اس آیت کی تلاوت ہوتی تھی تو آپ فرماتے تھے اس سے مراد کلمہ پڑھ کر پھر کبھی بھی شرک نہ کرنے والے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ خلیفۃ المسلمین نے ایک دفع لوگوں سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو انھوں نے کہا کہ استقامت سے مراد گناہ نہ کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے اسے غلط سمجھا۔ بلکہ اس سے مراد خدا کی خداوندی کا اقرار کر کے پھر کسی کی طرف التفات نہ کرنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا قرآن حکیم میں حکم اور جزا کے لحاظ سے سب سے زیادہ آسان آیت کون سی ہے۔ آپ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا توحید خدا پر تمام عمر قائم رہنا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ممبر پر کھڑے ہو کر اس آیت کی تلاوت کر کے ارشاد فرمایا کہ وَاللہِ۔ اللہ کی قسم یہ وہ لوگ ہیں جو اطاعت خداوندی پر جم جاتے ہیں اور لومڑی کی چال نہیں چلتے کہ کبھی ادھر ہوں کبھی ادھر۔ حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

﴿اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّنَا فَارْزُقْنَا الْاِسْتِقَامَۃَ﴾

ترجمہ:- ''خدایا تو ہمارا رب ہے ہمیں استقامت اور پختگی عطا فرما۔''

استقامت حدیث کی نظر میں:

استقامت سے مراد دین اور عمل کا خلوص ہے۔ جیسے ایک حدیث میں آتا ہے۔

﴿وَعَنْ سُفْيَانَ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ الثَّقَفِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قُلْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ لِّيْ فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَاأَسْئَلُ عَنْهُ اَحَدًا بَعْدَكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ غَيْرُكَ قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِااللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ.﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کی آپ میرے لئے ایسی بات ارشاد فرمائیں کہ آپ کے بعد کسی سے پوچھنا نہ پڑے تو حضور ﷺ نے فرمایا تو یہ بات کہہ کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لایا پھر اس پر مضبوط ہو جا یعنی اس پر جم جا۔

بہر حال ان موحدین نیک لوگوں کے پاس موت کے وقت فرشتے آتے ہیں اور بشارتیں سناتے ہیں کہ تم اب آخرت کی منزل کی طرف جارہے ہو بے خوف رہو تم پر وہاں کوئی کھٹکا نہیں۔ تم جو اپنے پیچھے دنیا چھوڑے جارہے ہو اس پر بھی کوئی رنج وغم نہ کرو۔ تمہارے اہل وعیال کے مال ومتاع کی دین ودیانت کی حفاظت ہمارے ذمے ہے ہم تمہارے خلیفہ ہیں۔ تمہیں ہم خوشخبری سناتے ہیں کہ تم جنتی ہو۔ تمہیں سچا اور صحیح وعدہ دیا گیا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ پھر وہ اپنے استقبال کے وقت سے خوش خوش ہو جاتے ہیں تمام برائیوں سے بچے اور تمام بھلائیاں حاصل ہوئیں۔ الحاصل موت کے وقت قبر میں اور قبر سے اٹھتے ہوئے ہر وقت ملائکہ رحمت اس کے ساتھ رہیں گے اور ہر وقت بشارتیں سناتے رہیں گے ان سے فرشتے یہ بھی کہیں گے زندگانی دنیا میں بھی ہم تمہارے ولی اور رفیق تھے تمہیں نیکی کی راہ سمجھاتے تھے خیر کی رہنمائی کرتے تمہاری

حفاظت کرتے رہتے تھے ٹھیک اسی طرح آخرت میں بھی ہم تمہارے ساتھ رہیں گے تمہاری وحشت و دہشت دور کرتے رہیں گے۔ قبر میں حشر میں میدان قیامت پل صراط پر غرض ہر جگہ تمہارے رفیق اور ساتھی ہیں دوست ہیں۔ نعمتوں والی جنتوں میں پہچا دینے تک تم سے الگ نہ ہوں گے۔ وہاں جو کچھ چاہو گے تمہیں ملے گا۔ جو خواہش ہوگی پوری ہوگی۔ یہ مہمانی یہ عطاء انعام یہ ضیافت اس خدا کی طرف سے ہے جو بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے اس کا لطف اور رحم اس کی بخشش اور کرم بہت وسیع ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ٥﴾ (پارہ ۲۴ رکوع ۱۸)

ترجمہ:۔ ’’جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر ثابت قدم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ نہ تم خوف کھاؤ اور نہ رنج کرو اور تم بشارت حاصل کرو جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ کے تحت بروایت ابوسعید خدریؓ کہ بنی اسرائیل کا ایک آدمی جس نے ۹۹ قتل کئے تھے مسئلہ پوچھا مشکوٰۃ شریف کے باب الاستغفار میں ہے فَقَالَ اَلَهٗ تَوْبَةٌ قَالَ لَا فَقتَلَ تو اس آدمی نے کسی سے پوچھا کہ کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے تو اس آدمی نے کہا نہیں تو اس نے اس آدمی کو بھی قتل کر دیا۔ اس کے بعد کسی سے پوچھا کہ میری توبہ قبول ہوسکتی ہے تو بتانے والے نے بتایا کہ فلاں بستی میں چلے جاؤ۔ یہ توبہ کرنے والا اس آبادی کی طرف چل پڑا فَاَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهٖ نَحْوَهَا تو موت نے اس شخص کو آن لیا اور یہ فوت ہونے والا شخص اپنے سینے کو آبادی کی طرف بڑھا رہا ہے اور کافی کوشش کے بعد اس نے اپنا جسم اس آبادی کی طرف بڑھا لیا۔ موت کے فرشتے نے جس کے ساتھ رحمت و عذاب والے دونوں قسم کے فرشتے تھے جو اس کی روح قبض کرنے کے لئے آئے تھے اور ان دونوں قسم کے فرشتوں میں جھگڑا ہو پڑا کہ کون اس کی روح کو لے کر خداوند تعالیٰ کے ہاں پیش ہو

رحمت والے فرشتے کہتے تھے کہ ہم اس کو جنت کی طرف لے جائیں گے چونکہ یہ توبہ کے ارادہ سے چل پڑا تھا جہنم والے کہتے تھے کہ ہم اس کو جہنم کی طرف لے جائیں گے چونکہ اس نے ۱۰۰ قتل کیے ہیں خداوند تعالیٰ نے حکم دیا کہ دونوں مسافتوں کو ماپ لو جس طرف یہ جا رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس مسافت کو حکم دیا کہ وہ میت کو اپنے قریب کر لے یا وہ میت کے قریب ہو جائے اور جس آبادی سے وہ چلا تھا اس کو حکم دیا کہ وہ میت سے دور ہو جائے پھر خداوند تعالیٰ نے جھگڑا کرنے والے فرشتوں کو زمین ماپنے کا حکم دیا فرشتوں کے ماپنے پر پتہ چلا کہ جدھر یہ توبہ کے قصد سے جا رہا تھا ادھر کا فاصلہ ایک بالشت بھر زمین کم ہوگئی تو خدا احکم الحاکمین نے اس شخص کو معاف کر دیا موت کا وقت بہت مشکل ہے حضور ﷺ نے فرمایا اگر سات ہزار تلواریں یک بارگی ہی چلیں اس سے بھی زیادہ تکلیف ہوتی ہے سورۃ القیامہ میں فرمایا:

﴿كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ وَلَٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ۝﴾ (پارہ ۲۹ سورہ القیامہ)

ترجمہ:- ''ہرگز ایسا نہیں جب جان ہنسلی تک پہنچ جائے گی اور کہا جاتا ہے کہ کوئی جھاڑنے والا بھی ہے اور ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے اس روز تیرے رب کی طرف جانا ہوتا ہے- تو اس نے نہ تو تصدیق کی تھی اور نہ نماز پڑھی تھی لیکن تکذیب کی تھی اور جھوٹ بولا تھا-''

خداوند تعالیٰ کی انسان پر کثیر نعمتیں ہیں جن کا انسان کو احساس تک نہیں- اور ہر موقع پر انسان اپنے رب کا قدردان نہیں بنتا بلکہ ہمیشہ ناشکری کا ہی مظاہرہ کرتا ہے اور غفلت سے ہی کام لیتا رہتا ہے- اسی بنا پر خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ﴾

(پارہ ۳۰ رکوع ۷)

ترجمہ:-''اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے جس نے تجھ کو انسان بنایا پھر تیرے اعضاء کو درست کیا اور تیرے جسم کو اعتدال پر لایا اور جس صورت میں چاہا تجھ کو تشکیل دے دیا۔''

اور اللہ تعالیٰ رب العزت کا یہ اصول ہے کہ جب کسی کی موت کا وقت متعین آ جائے تو اس میں تقدیم وتاخیر نہیں ہوتی جیسے ارشاد عالی ہے:

﴿فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَايَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾

(پارہ۱۴ارکوع۱۴)

ترجمہ:-''جب ان کی موت کا وقت آ جائے وہ ایک گھڑی بھی موخر نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہ تقدیم کر سکتے ہیں۔''

قرآن وحدیث کے انمول موتی ہیں اور بیش بہا قیمتی جواہر ہیں جن کی خاطر صحابہ کرام نے دور دراز کے سفر طے کیے بلکہ ایک ایک حدیث کی خاطر محدثین نے لمبے لمبے سفر کیے اور راستہ کی صعوبتیں برداشت کیں بھوک اور پیاس برداشت کی چھ چھ ماہ کے طویل سفر برداشت کیے۔ وہ ایمان والا فوت ہو رہا ہے اور سینے کا زور لگا رہا ہے۔ جیسے بھی ہو سکے پہنچ جاؤں نیک لوگوں کے بارہ میں خداوند تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے۔

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِىْ نَعِيْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِىْ جَحِيْمٍ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنَ وَمَا هُمْ عنها بِغَائِبِيْنَ وَمَا اَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّيْنِ ثُمَّ مَا اَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّين يَوْمُ لَاتَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍلِّلّٰهِ﴾ (پارہ۳۰رکوع۷)

ترجمہ:-''بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے اور بے شک کافر لوگ جہنم میں ہوں گے روز جزاء کو اس میں داخل ہوں گے اور پھر باہر نہیں ہوں گے اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ روز جزاء کیا ہے اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ روز

جزاء کیا ہے وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کے لئے کچھ بھی نہ چلے گا اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی۔"

جب مومن کے پاس فرشتے آتے ہیں مومن وہ جس نے شرک نہیں کیا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۝﴾

(پارہ ۲۴ رکوع ۱۸)

تحقیق وہ لوگ جنھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے۔ مشکل کشاء کون ہے اللہ تعالیٰ ہے۔ اولادیں دینے والا کون ہے اللہ تعالیٰ ہے۔ بیماری سے شفایاب کرنے والا کون ہے اللہ تعالیٰ ہے۔ دولت دینے والا کون ہے اللہ تعالیٰ ہے۔ ناحق کیس میں پھنس گیا کامیابی دینے والا کون ہے اللہ تعالیٰ ہے۔ عزت دینے والا کون ہے اللہ تعالیٰ ہے۔ ڈوبتی ہوئی کشتیوں کو تارنے والا کون ہے اللہ تعالیٰ ہے۔ میدانوں اور جنگلوں کے مصائب سے نجات دینے والا کون ہے اللہ تعالیٰ ہے۔ روزیاں دینے والا کون ہے اللہ تعالیٰ ہے۔ الغرض ہر چیز اللہ ہی کی طرف سے ہے ہر چیز کا ہر بات کا کارساز اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ربنا اللہ کا مطلب یہی ہے اور ایسے لوگوں کی بابت ارشاد گرامی ہے:

﴿تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۝﴾ (پارہ ۲۴ رکوع ۱۸)

حضور فرماتے ہیں معراج کی رات میں نے سیر کرتے ہوئے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنتی محل دیکھا جس میں ایک حور وضو کر رہی تھی دل نے چاہا کہ حضرت عمرؓ کا محل اندر داخل ہو کر دیکھوں لیکن عمرؓ تیری غیرت کا خیال آ گیا اس لئے تیرے محل میں داخل ہونے سے رک گیا اللہ رب العلمین نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْ وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾

یہ ہے استقامت فی الدین جن کو نصیب ہو جائے پھر وہ شرک وغیرہ جرائم نہیں کرتے۔ استقامت فی الدین کے متعلق عرض کر رہا ہوں کہ یہ بہت بڑا عمل ہے اللہ کی طرف سے انبیاء کو نصیب ہوتا ہے۔ صحابہ کرام شہدائے عظام بزرگان دین صدیقین کو اور نیک لوگوں کو موصول ہوتا ہے جیسے قرآن عظیم میں اللہ رب العلمین ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝﴾

(پارہ ۲ رکوع ۳)

ترجمہ:- ''ہم تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے اور فاقہ سے مال جان پھلوں کی کمی سے اور آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجیے۔ جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ہی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ کے پاس جانے والے ہیں ان لوگوں پر خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے ہوں گی اور عام رحمت بھی ہوگی اور یہ وہی لوگ ہیں راہ پانے والے۔''

ایک اور دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے۔

﴿الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝﴾ (پارہ ۲۰ رکوع ۱۲)

ترجمہ:- ''کیا ان لوگوں نے خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔ اور ہم تو ان لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے گذرے ہیں سو اللہ تعالیٰ ان

لوگوں کو ظاہر کر دے گا جو سچے تھے اور جھوٹوں کو بھی ظاہر کر دے گا۔''

مفہوم :۔ ان دونوں آیات سے پہلی دونوں آیات میں اللہ رب العلمین فرماتے ہیں اے ایمان دار و متقی پرہیز گارو ہم تمہاری آزمائش ضرور کریں گے ان دو آیتوں کے شروع میں ل تاکید کا ہے کہ ہم تمہیں ضرور ہی آزمائیں گے خواہ وہ آزمائش دشمنان دین کی شدت کی وجہ سے خوف کی شکل ہو یا غربت و مسکینی کی صورت میں ہو مالوں کا نقصان اور بدنی افرادی نقصان یعنی موت فوت ہو پھلوں کا نقصان ہو یعنی ایسے نقصانات وارد کر کے تمہیں آزمایا جائے گا۔ لیکن جن لوگوں پر ایسے موقعوں میں مصیبت آنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر راضی رہے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتے رہے اور صبر و استقلال کا ہی مظاہرہ کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر خاص و عام رحمتیں ہیں اور ایسے لوگ دربار خداوندی سے ہدایت یافتہ ہیں۔ ۲۰ پارہ رکوع ۱۲ والی دونوں آیات کا بھی یہی مطلب ہے۔ کیا لوگ یہی سمجھ چکے ہیں کہ ان کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے گا یا کہ ان کی آزمائش ضرور ہوگی چونکہ ان سے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا گیا ہے۔ یہ ہے استقامت فی الدین جو۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے اگر قبولیت دین کے بعد استقامت نہیں تو ایسا آدمی آپ اپنے دین میں نظر ثانی کرے کہ وہ دین اسلام میں ادھورہ تو نہیں چنانچہ حدیث مصطفیٰ ﷺ میں آتا ہے حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِیَآءُ ثُمَّ الصّٰلِحُوْنَ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ یُبْتَلُ الرَّجُلُ عَلٰی حَسَبِ دِیْنِہٖ فَاِنْ کَانَ فِیْ دِیْنِہٖ صَلَابَۃٌ زِیْدَ لَہٗ فِی الْبَلَآءِ﴾ (حوالہ مجموعۃ التفاسیر پارہ ۲ کے تحت یہ حدیث ہے)۔

ترجمہ:۔ ''نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ سب سے زیادہ مصیبتیں اللہ تعالیٰ کے نبیوں پر آیا کرتی ہیں۔ پھر اس کے بعد نیک لوگوں پر۔ پھر ان کے بعد درجہ میں جو افضل ہیں۔ آزمایا جاتا ہے آدمی اپنے دین کے مطابق۔ اگر اپنے دین اسلام میں وہ مضبوط ہے تو اس کی بلا یعنی آزمائش بھی سخت

ہوگی۔‘‘

یہ حدیث نبی ﷺ نے اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کن لوگوں کا امتحان سخت ہوتا ہے اور ان پر بلا یعنی آزمائش آتی ہے آپ نے مندرجہ بالا حدیث بیان فرمائی۔ دوسری ایک حدیث شریف میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کسی کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اتنی ایذا نہیں ہوئی جتنی ایذا مجھے ہوئی ہے۔فقر و فاقہ۔ دکھ۔ بیماری ان تکالیف کے ماسوا کفار کی طرف سے آپ کو بہت صدمے پہنچے ناملائم باتیں آپ کو کہی گئیں آپ کو مارا گیا زخمی ہوئے دانت مبارک آپ کے شہید ہوئے آپ کو زہر دیا گیا۔ اور اسی زہر کی وجہ سے آپ کو آخری عمر میں شہادت کی وفات نصیب ہوئی۔ یہ سب باتیں حضور ﷺ کی استقامت فی الدین ہیں جو کہ یہ کام حضور ﷺ نے کر کے امت کے لئے ایک نمونہ قائم کر دیا ہے اور اللہ رب العزت نے قرآن عظیم میں اس بات کا تذکرہ ان الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ (پارہ۲۱ رکوع ۱۹)

البتہ تحقیق ہے تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ بہترین نمونہ۔ ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی ملاقات کی امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرتے ہیں۔ آپ کی امت میں جو اچھے نیک لوگ ہیں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اکثر مصیبت سختی تکالیف میں مبتلا رہتے ہیں۔ مصیبت سختی دکھ بیماری کو اللہ تعالیٰ کا غضب نہ سمجھنا چاہیے بلکہ وہ گناہوں کے لئے کفارہ ہیں۔ (ابن کثیر و فتح البیان) امتیوں کے بارہ میں ایک حدیث میں ہے۔

﴿عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَه رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ اَوِ الْمُؤْمِنَةِ فِيْ نَفْسِهٖ وَمَا لِهٖ وَوَلَدِهٖ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ وَمَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيْئَةٍ.﴾

(رَوَاهُ التِّرمِذِیُ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیح)

ترجمہ:-''حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا ہمیشہ آزمائش مصیبت کسی مومن مرد یا کسی مومنہ عورت کو پہنچتی ہے اس کے نفس میں یا اس کی اولاد میں یا اس کے مال میں یہاں تک کہ وہ ملاقات کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی کہ اس حال میں اللہ رب العزت اس کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

حدیث کا مفہوم:

اگر مسلمان مرد عورت پورا مومن اور مسلمان اپنی زندگی میں شرک و بدعت سے بچا رہا حلال کھایا اور گفتگو میں سچا رہا ہر قسم کی نافرمانیوں سے اجتناب کیا اور تقویٰ و زہد کو اپنے جسم و بدن کا روح تصور کیا تو ایسے آدمی پر جو بھی مصیبتیں آئیں گی وہ اس کے درجات کی بلندی کا سبب ہوں گی اور ایسے لوگوں کے لئے عند اللہ درجات کی بلندی کا سبب ہیں۔''

حضور ﷺ کی استقامت فی الدین ہجرت وغیرہ کے مواقع پر:-

قرآن عظیم میں آپ کی استقامت کے واقعات بہت زیادہ ہیں اور آپ کا سفر ہجرت کا موقع بڑا عجیب ہے جیسے فرقان حمید میں اللہ رب العلمین ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَ یَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ٥﴾

(پارہ۹ رکوع ۱۸)

ترجمہ:- اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جب کہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو

وطن سے نکال دیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیریں کر رہا تھا اور بہت سی مضبوط تدبیریں کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

مفہوم :- اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی بابت کفار نے ایک زبردست میٹنگ کی کہ محمد ﷺ کو نعوذ باللہ قید کر دیا جائے یا آپ کو قتل کر دیا جائے یا آپ کو جلا وطن کر دیا جائے ابوجہل نے کہا میں آپ کو حاضرین یہ مشورہ دیتا ہوں کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی اکھٹے ہو کر آپ پر حملہ کر کے آپ کو قتل کر دو بعد میں دیت دے کر جان چھوٹ جائے گی اور محمد ﷺ کا قبیلہ کس کس کا مقابلہ کرے گا کفار کی پنچائت اور بوڑھا بخدی شیطان بھی موجود تھا اس نے بھی اس بات کی تائید کی کہنے لگا یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اللہ ربّ العزت نے اپنے نبی ﷺ کو بذریعہ وحی آگاہ کر دیا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور حکم دیا کہ میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔ حضور ﷺ باہر نکلے لوگ دروازہ پر دکھائی دیئے آپ نے ایک مٹھی بھر مٹی لی اور ان کی طرف پھینکی اور ان کی آنکھیں نبی ﷺ کی طرف سے پھر گئیں آپ- سورۃ یٰس- وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ- تا- فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ پڑھتے ہوئے نکل گئے یہ نبی ﷺ کی کمال استقامت تھی ایسے موقع پر جان کا بھی خطرہ تھا لیکن نبی ﷺ اللہ ربّ العزت پر بھروسہ کر کے بخیریت ہجرت شروع کر دی اور میرے اللہ نے بھی آپ کا بال بھی نہ نقصان ہونے دیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس روتی ہوئے آئیں آپ نے فرمایا بیٹی کیوں روتی ہو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کیوں نہ روؤں- یہ قریش کے لوگ لات وعزیٰ کی قسمیں کھا کھا کے وعدے کئے ہوئے ہیں کہ آپ کو دیکھ کر حملہ کر کے قتل کر دیں گے اور ہر ایک ان میں سے آپ کے قتل میں حصہ لینا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا بیٹی وضو کے لئے پانی لاؤ- آپ نے وضو کیا- کعبۃ اللہ کی طرف چلے قریشیوں نے کہا یہ وہی ہے لیکن ساتھ ہی ان کے سر نیچے کو جھک گئے- گردنیں ٹیڑھی ہوگئیں- وہ اپنی نگاہ اٹھا نہ سکے-

آنحضرت ﷺ نے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور ان کفار کی طرف پھینک دی اور فرمایا چہرے بگڑ جائیں۔ جس کو یہ کنکری لگی یوم بدر میں وہ کافر ضرور قتل ہوا۔ غرض حضور ﷺ ہجرت کر کے غار ثور میں جا پہنچے۔ آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبر کو ساتھ لے لیا مشرکین آپ کے گھر کی چوکی داری کرتے رہے۔ علی رضی اللہ عنہ کو محمد ﷺ سمجھتے رہے صبح کے قریب دھاوا بول دیا لیکن گھر میں علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو سارا منصوبہ چوپٹ ہو گیا یعنی تباہ ہو گیا۔ پوچھنے لگے محمد ﷺ کہاں ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا مجھے کوئی خبر نہیں۔ نقش قدم کے پتے پر چلے۔ پہاڑ کے قریب پہنچے تو اشتباہ ہو گیا۔ پہاڑ پر چڑھ گئے غار کے سامنے سے گزرے غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا۔ کہنے لگے اگر غار کے اندر کوئی گیا ہوتا تو اس کے دہانے پر مکڑی کا اتنا بڑا جالا کیسے قائم رہتا آپ غار میں تین دن ٹھہرے رہے۔ بہرحال غار ثور میں تین دن رہنا بھی حضور ﷺ کی کمال استقامت ہے۔ بلکہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا حضرت ان لوگوں نے اگر اپنے پاؤں کی طرف دیکھا تو ہمیں دیکھ لیں گے تاجدار مدینہ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا ابوبکر تیرا ان دو آدمیوں کے متعلق کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رب العلمین فرماتے ہیں۔

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْ فَقَدْ نَصَرهُ اللّٰهُ اِذْا اَخْرَجَهُ الذين كفروا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَليه وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْ السُّفْلٰى وَكَلِمَةَ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيٰ وَاللّٰه عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ٥﴾ (پارہ ۱۰ رکوع ۱۲)

ترجمہ:۔ ''اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کہ کافروں نے آپ کو جلاوطن کر دیا تھا جب کہ دو آدمیوں میں سے ایک آپ تھے جس وقت دونوں غار میں تھے جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ

ہمارے ساتھ ہے سو اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی تسلی نازل فرمائی اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات کو نیچی کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا ہی بول بلند رہا اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔''

حدیث کا مفہوم: حضور ﷺ کا اپنے دولت خانہ سے کفار مکہ کے محاصرہ کو چیر کر نکلنا کمال استقامت ہے۔ پھر مسلسل تین ایام تک غار ثور میں قیام پذیر ہونا۔ پھر مدینہ منورہ کا سفر شروع کرتے ہوئے سراقہ بن مالک بن جعشم کا حملہ آور ہونا یہ سب مواقع کمال استقامت نبوت ہیں جو حضور ﷺ اپنے تمام مشکلات ومہمات میں اللہ رب العزت پر بھروسہ کرتے رہے قرآن حکیم کے ایک اور مقام عالیشان میں اللہ رب العلمین ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ واللّٰه یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَایَهْدِ الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ۝﴾ (پارہ ۶ رکوع ۱۴)

ترجمہ:۔''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے رسول ﷺ آپ تبلیغ کر دیں اس چیز کی جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے تیرے رب کی طرف سے اور اگر آپ نے کام نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کی رسالت کا حق ادا نہیں کیا اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھیں گے اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں کرتے۔''

مفہوم:۔ اس آیت کریمہ میں بھی اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو تبلیغ کے بارہ میں زبردست تاکید کی جس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو آپ نے کسی سے رورعایت کرنی ہے۔ اور نہ ہی کسی ظالم جابر سے دبنا ہے۔ تاجدار مدینہ ﷺ اس آیت مبارکہ کے تحت نہ مکہ میں اکیلے ہو کر کسی سے ڈرے اور نہ دبے اور نہ کسی کی یہود ونصاریٰ کی طرح رورعایت کی اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں بھی یہی حالت رہی۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ ایک سفر میں آپ ایک سایہ دار درخت کے

نیچے جو صحابہ کرام اپنی عادت کے مطابق ہر منزل میں تلاش کر کے آپ کے لئے چھوڑ دیتے تھے دو پہر کے وقت آپ قیلولہ کر رہے تھے اتنے میں ایک اعرابی آیا اور اس نے آپ کی تلوار جو اس درخت کے ساتھ لٹک رہی تھی اتاری اور میان سے باہر نکال کر ڈانٹ کر کہنے لگا اب بتا کہ کون ہے جو تجھے بچائے گا آپ نے جواباً فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے بچائے گا۔ اس وقت اعرابی کا ہاتھ کانپنے لگتا ہے اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر جاتی ہے اور درخت سے ٹکراتا ہے اور اس کا دماغ پاش پاش ہو جاتا ہے اور اللہ رب العزت یہ آیت نازل فرماتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی انتہائی استقامت فی الدین ہے۔ دوسرا واقعہ تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے جب حضور ﷺ نے بنو انمار کا غزوہ کیا۔ آپ ذات الرقاع کے باغ میں یعنی کھجوروں کے باغ کے ایک کوئیں میں پاؤں مبارک لٹکائے ہوئے بیٹھے تھے جو بنو نجار کے ایک شخص وارث نامی نے کہا دیکھو اب میں محمد ﷺ کو قتل کرتا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا کیسے کرے گا کہا میں کسی حیلہ سے آپ کی تلوار لے لوں گا اور پھر ایک ہی وار کر کے مار دوں گا یہ مذکورہ شخص آپ کے پاس آیا اور ادھر ادھر کی باتیں بتا کر آپ سے تلوار دیکھنے کو مانگی آپ نے اس دے دی یہ شخص تلوار ہاتھ میں آتے ہی اس پر اس بلا کا لرزہ چڑھا آخر تلوار سنبل نہ سکی اور ہاتھ سے گر پڑی تو آپ نے فرمایا تیرے اور تیرے بدارادہ کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہو گیا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ **یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ الرَّبِّکَ** الخ اسی آیت کے تحت تیسرا واقع حویرث بن حارث نامی ایک آدمی کا بھی مشہور قصہ ہے اور واقعہ ابن مردویہ میں ہے کہ صحابہ کرام کی یہ عادت مبارک تھی کہ سفر میں جس جگہ ٹھہرتے حضور ﷺ کے لئے گھنے سایہ والا درخت چھوڑ دیتے تا کہ آپ اس کے زیر سایہ آرام فرمائیں ایک دن آپ اسی طرح ایک ایسے درخت کے نیچے سو گئے اور آپ کی تلوار اسی درخت کے ساتھ لٹک رہی تھی ایک آدمی آیا اور اس نے یہ تلوار اتار لی اور کہنے لگا۔ **مَنْ یَّعْصِمُکَ منی یا مُحَمَّد**۔ اے محمد آپ کو میری اس تلوار سے کون بچائے گا۔ نبی ﷺ نے بے ساختہ ارشاد

فرمایا- اَللّٰہُ- یعنی اللہ مجھے بچائے گا- آپ نے فرمایا تلوار رکھ دے- وہ اس قدر ہیبت میں آ گیا کہ حکم برداری کرنی پڑی اور تلوار آپ کے سامنے ڈال دی اور اللہ احکم الحاکمین نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی-

بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے جب آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ بچائے گا تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی تو آپ نے وہ تلوار پکڑ کر فرمایا کہ تجھے کون بچائے گا تو اس نے جو جواب عرض کیا اس کا مطلب یہ تھا جو شاعر نے نقل کیا ہے-

نگاہوں سے قتل کر دے نہ ہو تکلیف دونوں کو
تجھے خنجر اٹھانے کی نہ مجھے گردن جھکانے کی

یہ سب واقعات اس چیز پر دلالت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ استقامت میں مخلوق خدا سے اول اول ہیں- حالانکہ دوسرے انبیاء علیہ السلام میں بھی استقامتیں تھیں- حضرت آدم علیہ السلام کی استقامت- حضرت نوح علیہ السلام کی استقامت- حضرت یونس علیہ السلام کی استقامت- حضرت لوط علیہ السلام کی استقامت- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی استقامت- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استقامت- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی استقامت- حضرت ہود علیہ السلام کی استقامت- حضرت صالح علیہ السلام کی استقامت- حضرت شعیب علیہ السلام کی استقامت- حضرت ایوب علیہ السلام کی استقامت- حضرت الیاس علیہ السلام کی استقامت- حضرت یوسف علیہ السلام کی استقامت العرض تمام انبیاء علیھم السلام کو اللہ رب العزت نے استقامتوں سے نوازا اگر میں تمام انبیاء کی استقامتوں کو بالتفصیل بیان کرتا تو یہ کتاب بہت بڑی کئی جلدوں میں ہوتی لہٰذا سابقہ انبیاء علیھم السلام کا اشارہ ہی عرض کر دیا ہے اب صحابہ کرام کے استقامت فی الدین کا کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں بفضل خدا وبعون الوھاب-

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور استقامت فی الدین

﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الارض بِمَا

رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْا اَنْ لَّامَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ (پارہ ۱۱ رکوع ۳)

ترجمہ:- "اللہ رب العزت ان تین آدمیوں کی توبہ قبول فرمائی جو پیچھے چھوڑے گئے تھے یہاں تک کہ زمین ان پر تنگ ہوگئی باوجود فراخ ہونے کے- اور وہ خود اپنی جانوں سے تنگ آ گئے- اور انھوں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جاوے- پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی- تا نکہ وہ آئندہ بھی اسی کی طرف رجوع کریں بے شک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بہت رحم کرنے والے ہیں-"

تین صحابہ کی استقامت فی الدین اور آزمائش:-

مفہوم:- جنگ تبوک کا موقع تھا تین صحابہ کرام کعب بن مالک انصاری- ہلال بن امیہ- مرارہ بن ربیع یہ بلا عذر شرعی- یہ بزرگوار گھر میں رہ گئے اور جنگ تبوک میں نہ جا سکے ان کا امتحان بھی سخت ہوا- کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس جنگ تبوک کے سفر سے میرا گھر پر رہ جانا محض ایک آزمائش تھا نہ میرا اس طرح کرنے کا ارادہ تھا اور نہ ہی مجھے کوئی مجبوری تھی چونکہ سفر کا تمام سامان تیار تھا- عمدہ اونٹنیاں میرے پاس موجود تھیں میری حالت ایسی اچھی تھی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی- اس سفر کے لئے دو مضبوط اونٹ بھی میں نے خرید لئے تھے حالانکہ اس سے پیش تر میرے پاس دو اونٹ کبھی نہ ہوئے تھے لوگ سفر کی تیاری کر رہے تھے مجھے ذرا بھی تردد نہ تھا میں نے سوچ رکھا تھا کہ جس روز کوچ ہوگا میں چل پڑوں گا- لشکر اسلام جس دن روانہ ہوا مجھے کچھ تھوڑا سا کام تھا میں نے کہا خیر میں کل جا ملوں گا دو تین روز اسی سستی اور تذبذب میں گذر گئے اب لشکر اتنا دور نکل گیا کہ اس سے ملنا مشکل ہوگیا مجھے صدمہ تھا کہ کیا ہو گیا- میں ایک روز گھر سے نکلا مجھے ان منافقین کے سوا جو جھوٹ موٹ کرنے کے

عادی تھے یا جو معذور تھے اس میں کوئی نہ ملا- یہ دیکھ کر میرے تن بدن کو رنج اور غم کی آگ لگ گئی یہ ایام میرے اسی طرح گزر گئے- کہ نبی ﷺ واپس تشریف لائے- اب میں حیران تھا کہ کیا کروں اور کیا کہوں- اور کیونکر خدا کے رسول کے عتاب سے بچوں- لوگوں نے بعض حیلے بہانے بتائے- مگر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے بالآخر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا- حضور ﷺ نے مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا- تبسم بھی خشم آمیز تھا- میرے تو ہوش اسی وقت جاتے رہے- نبی ﷺ نے پوچھا کعب تم کیوں رہ گئے کیا تمہارے پاس کوئی سامان مہیا نہ تھا- میں نے عرض کی یا رسول ﷺ میرے پاس تو بہت کچھ تھا میرے نفس نے مجھے غافل بنایا- کاہلی نے مجھ پر غلبہ کیا شیطان نے مجھ پر حملہ کیا اور مجھے حرمان و خذلان کے گرداب میں پھینک دیا نبی ﷺ نے فرمایا تم اپنے گھر ٹھیرو اور حکم الٰہی کا انتظار کرو- بعض لوگوں نے کہا دیکھو اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے تو ایسا نہ ہوتا میں نے کہا وحی سے میرا جھوٹ کھل جاتا- اور پھر کہیں کا بھی نہ رہتا- معاملہ کسی دنیا دار سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول کے ساتھ ہے میں نے دریافت کیا کہ جو حکم میرے لئے ہوا ہے کسی اور کے لئے بھی ہوا ہے لوگوں نے کہا ہاں ہلال بن امیہ کے ساتھ ہوا اور مرارہ بن ربیع کی بھی یہی حالت ہے- یہ سن کر مجھے تسلی ہوئی کہ دو مرد صالح اور بھی مجھ جیسی حالت میں ہیں- پھر رسول خدا نے حکم دیا کہ کوئی مسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے اور نہ ہمارے پاس آ کر بیٹھے اب زندگی اور دنیا ہمارے لئے وبال معلوم ہونے لگی- ان دنوں ہلالؓ اور مرارہؓ تو کبھی گھر سے باہر نہ نکلے کیونکہ وہ بوڑھے بھی تھے لیکن میں جوان اور دلیر تھا گھر سے نکلتا مسجد نبوی میں جاتا- نماز پڑھ کر مسجد مبارک کے ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا-

نبی ﷺ محبت بھری نگاہ اور گوشہ چشم سے مجھے دیکھا کرتے- میری شکستگی ملاحظہ کیا کرتے اور جب میں حضورؐ کی طرف آنکھ اٹھاتا تو حضور ﷺ اعراض فرماتے- مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی مجھ سے بات کرتا نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا- ایک روز میں نہایت رنج والم میں سے مدینہ سے باہر نکلا ابوقتادہ جو میرا

چچیرا بھائی تھا اور ہم دونوں میں نہایت محبت تھی- سامنے اس کا باغ تھا وہ باغ میں عمارت بنوا رہا تھا میں اس کے پاس چلا گیا اسے سلام کیا تو اس نے کوئی جواب نہ دیا اور منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا میں نے کہا ابو قتادہ تم جانتے ہو کہ میں خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں اور نفاق اور شرک کا میرے دل پر اثر نہیں- جب میں نے تین بار اسی بات کو دھرایا- تو اس نے صرف اسی قدر جواب دیا کہ اللہ اور رسول کو ہی خوب معلوم ہے- مجھے بہت رقت ہوئی میں خوب رویا اور میں شہر کو لوٹ آیا- تو مجھے ایک عیسائی ملا یہ مدینہ میں مجھے تلاش کر رہا تھا- اس کے پاس بادشاہ غسان کا ایک خط میرے نام تھا خط میں لکھا تھا- ہم نے سنا ہے کہ تمہارا آقا تم سے ناراض ہو گیا ہے- تم کو اپنے سامنے سے نکال دیا ہے- اور باقی سب لوگ بھی تم پر جور و جفا کر رہے ہیں- ہم کو تمہارے درجہ و منزلت کا بخوبی حال معلوم ہے کہ تم ایسے نہیں ہو کہ کوئی تم سے ذرا بھی بے التفائی کرے یا تمہاری عزت کے خلاف تم سے کوئی سلوک کرے- اب تم یہ خط پڑھتے ہی میرے پاس چلے آؤ اور آ کر دیکھ لو کہ میں تمہارے اعزاز و اکرام میں کیا کچھ کر سکتا ہوں-

خط پڑھتے ہی میں نے کہا کہ ایک اور مجھ پر مصیبت آن پڑی- اس سے بڑھ کر اور مصیبت کیا ہو سکتی ہے کہ آج ایک عیسائی مجھ پر اور میرے دین پر قابو پانے کی آرزو کر رہا ہے اور مجھے کفر کی دعوت دیتا ہے' اس خیال سے میرا رنج و اندوہ چند در چند بڑھ گیا ہے- خط کو قاصد کے سامنے ہی میں نے آگ میں ڈال دیا- اور کہہ دیا جاؤ کہہ دینا کہ آپ کی عنایات و التفات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفائی لاکھ درجے بہتر ہے میں گھر پہنچا تو دیکھا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہا کرو- میں نے پوچھا کیا طلاق کا حکم دیا ہے؟ فرمایا نہیں صرف علیحدہ رہنے کہ فرمایا ہے- مجھے معلوم ہوا کہ ہلال اور مرارہ کے پاس بھی یہی حکم پہنچا ہے ہلال کی بیوی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی- اور عرض کیا یا رسول ﷺ ہلال کمزور اور ضعیف ہے اور میں اس کی خدمت کر دیا کروں کوئی خادم بھی نہیں ہے- اگر اذن ہو تو میں اس

کی خدمت کرتی رہوں فرمایا ہاں لیکن اس کے بستر سے دور رہو۔ عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ ہلال کا تو رنج والم سے بہت برا حال ہے کہ اسے تو اور کوئی بھی خیال نہیں رہا اور مجھے لوگوں نے کہا کہ تم بھی اتنی اجازت لے لو کہ تمہاری بیوی تمہارے کام کاج کر دیا کرے میں نے کہا کہ میں تو اتنی جرأت نہیں کر سکتا۔ کیا خبر حضور ﷺ اجازت دیں یا نہ دیں۔ اور میں تو نوجوان ہوں اپنا کام خود کر سکتا ہوں مجھے خدمت کی ضرورت نہیں۔ الغرض اسی طرح مصیبت کے پچاس دن گزر گئے ایک رات میں اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت نالاں تھا۔ کہ کوہ سلع پر چڑھ کر جو میرے گھر کے قریب تھا کہ ابوبکر صدیقؓ نے آواز دی۔ کعب کو مبارک ہو اس کی توبہ قبول ہوگئی۔ یہ آواز سنتے ہی دوست احباب دوڑ پڑے اور مجھے مبارک باد دینے لگے کہ مخلص کی توبہ قبول ہوئی میں نے یہ سنتے ہی پیشانی کو خاک پر رکھ دیا۔ اور سجدہ شکر ادا کیا اور پھر دوڑا دوڑا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

نبی ﷺ مہاجرین اور نصار میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر مہاجرین نے مبارک باد دی۔ اور انصار خاموش رہے میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ اس وقت حضور کے چہرہ مبارک خوشی ومسرت سے ماہ چہاردہ کی طرح تاباں و درخشاں ہو رہا تھا اور عادت مبارک یہ تھی، کہ خوشی میں چہرہ اور بھی روشن ہو جاتا تھا۔ اور فرمایا کعب مبارک ہو اس بہترین دن کے لئے جب سے تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ کوئی دن ایسا مبارک تجھ پر نہیں گزرا۔ آؤ تمہاری توبہ کو رب العالمین نے قبول فرمالیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس قبولیت کے شکرانے میں اپنا کل مال راہ خدا میں صدقہ کرتا ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا نصف فرمایا نہیں میں نے عرض کیا ثلث فرمایا ہاں ثلث خوب ہے اور ثلث بھی بہت ہے۔

مذکورہ تین صحابہ کرام کا کچھ سستی کی وجہ سے جنگ میں نہ جانے پر زبردست آزمائش ہوئی مسلمانوں کا بائیکاٹ کرنا بیویوں کا ان سے الگ رہنا۔ اور اسی دوران میں کعب بن مالک انصاری کو بادشاہ عیسائی غسان کا خط کے ذریعے دعوت دینا اور

کعب بن مالک کا اس کو جلا دینا اور یہ الفاظ کہہ دینا کہ جاؤ بادشاہ کو کہہ دو تیری عنایات کے بدلہ میں یعنی مقابلہ میں میرے آقا کی ناراضگی بے التفاتی بدرجہا بہتر ہے یہ ان صحابہ کی استقامت فی الدین تھی جس وجہ سے یہ ڈگمگائے نہیں اور ثابت قدم رہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے صحابہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ رب العزت کا انتہائی پیار ہے جیسے آیت مذکورہ میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا۔ الخ﴾

ترجمہ:۔ ''اللہ رب العزت نے ان تین صحابہ کی توبہ قبول فرمالی ہے جو پیچھے چھوڑے گئے۔''

بلکہ اس پوری آیت کریمہ سے پہلی آیت میں اللہ احکم الحاکمین ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۝﴾ (پارہ ۱۱ رکوع ۳)

ترجمہ:۔ ''اللہ رب العزت نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنھوں نے ایسی تنگی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت مشفق ومہربان ہیں۔''

مفہوم:۔ اس آیت کریمہ میں بھی اللہ رب العزت اپنے نبی ﷺ کے دونوں طبقوں کے صحابہ کرام جو مہاجرین وانصار کے نام سے ذکر کئے جاتے ہیں اللہ ان سے بہت خوش ہیں چونکہ ان کا ظاہر اور باطن ہر طرح مصفی وعمدہ ہے لہٰذا ان سب بزرگوں کی استقامت فی الدین کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (پارہ۱۴رکوع۲۰)

ترجمہ:۔"جوشخص اپنے ایمان کے بعد خدا سے کفر کرے مگراس کے جس پر جبر کیا جائے اوراس کا دل ایمان پر برقرار ہومگر جوکوئی کھلے دل سے کفر کرے توان پرخدا کا غضب ہےاوران ہی کے لئے بڑا عذاب ہے۔"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی استقامت فی الدین:۔

اس آیت مذکورہ کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مشرکوں کی ایک بات بھی کفر کی نہ مانی حالانکہ وہ انہیں بدترین تکلیفیں دیتے رہے یہاں تک کہ سخت گرمیوں میں پوری تیز دھوپ میں آپ کولٹا کرآپ کے سینے پر بھاری وزنی پتھر رکھ دیا کرتے کہ اب بھی شرک کروتو نجات پاؤلیکن آپ نے پھر بھی ان کی نہ مانی صاف انکار کر دیا اور خداوند تعالیٰ کی توحید احد احد کے لفظ سے بیان فرماتے رہے بلکہ فرمایا کرتے تھے واللہ۔اللہ کی قسم اگراس سے بھی زیادہ تمہیں چبھنے والا کوئی لفظ میرے علم میں ہوتا تو میں وہی کہتا اللہ ان سے راضی ہواورانہیں بھی ہمیشہ راضی رکھے۔یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی کمال استقامت فی الدین ہے۔اس طرح حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جب ان سے مسیلمہ کذاب نے کہا کہ کیا تو حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہےتو آپ نے فرمایا ہاں۔پھراس نے پوچھا کیا میرے رسول ہونے کی بھی گواہی دیتا ہےتو آپ نے فرمایا میں نہیں سنتا اس پراس جھوٹے مدعی نبوت نے ان کے جسم کے ایک عضوکو کاٹ ڈالنے کا حکم دیا۔پھر یہی سوال وجواب ہوا دوسرا عضو جسم کٹ گیا یوں ہی ہوتا رہا لیکن آپ آخری دم تک اسی پرقائم رہے خدا آپ سے خوش رہےاوراس کوبھی خوش رکھے۔

حضرت عبداللہ بن خزافہ کی استقامت فی الدین :-

حافظ ابن عساکر رحمت اللہ علیہ- عبداللہ بن خزافہ سہمی صحابی کے ترجمہ میں ذکر کرتے ہیں کہ آپ کو رومی کفار نے قید کرلیا اور آپ کو بادشاہ کے پاس پہنچا دیا اس نے آپ سے کہا تم نصرانی بن جاؤ میں تمہیں اپنے راج پاٹ میں شریک کر لیتا ہوں- اور اپنی شہزادی بیٹی تمہارے نکاح میں دے دیتا ہوں صحابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ تو کیا- اگر تو اپنی تمام بادشاہت مجھے دے دے اور تمام عرب کا راج بھی مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمدی سے پھر جاؤں تو یہ بھی ناممکن ہے بادشاہ نے کہا پھر میں تجھے قتل کر دوں گا- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں یہ تجھے اختیار ہے- چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا گیا- اور تیر اندازوں نے قریب سے بحکم بادشاہ ان کے ہاتھ پاؤں اور جسم کو چھیدنا شروع کیا بار بار کہا جاتا تھا کہ اب بھی نصرانیت قبول کرلو اور آپ پورے استقلال اور جدو جہد سے فرماتے جاتے تھے کہ ہرگز نہیں آخر بادشاہ نے کہا اسے سولی سے اتار لو- پھر حکم دیا کہ پیتل کی دیگ یا پیتل کی جو گائے بنی ہوئی ہے اسے خوب تپا کر آگ بنا کر لائی جائے چنانچہ وہ پیش کی گئی بادشاہ نے ایک اور قیدی مسلمان کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دو- اس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ کے دیکھتے ہوئے اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا وہ مسکین اس وقت چرمر ہو کر رہ گئے گوشت پوست جل گیا ہڈیاں چمکنے لگیں پھر بعد میں بادشاہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دیکھو اب بھی ہماری مان لو اور ہمارا مذہب قبول کرلو ورنہ اسی آگ کی دیگ میں اسی طرح تمہیں بھی ڈال دیا جائے گا- آپ نے پھر بھی اپنے ایمانی جوش سے کام لے کر فرمایا کہ ناممکن ہے کہ خداوند تعالیٰ کے دین کو چھوڑ دوں- اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہی چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو- جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لئے چرخی پر اٹھائے گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں

سے آنسو نکل رہے ہیں اسی وقت اس نے حکم دیا کہ رک جائیں۔ انہیں اپنے پاس بلا لیا اس لئے کہ اسے امید بندھ گئی تھی شاید اس عذاب کو دیکھ کر اب اس کے خیالات پلٹ گئے ہیں میری مان لے گا اور میرا مذہب قبول کر کے میری دامادی میں آ کر میری سلطنت کا ساجھی بن جائے گا لیکن بادشاہ کی یہ تمنا اور یہ خیال محض بے سود نکلا۔ حضرت عبداللہ بن حزافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں صرف اس وجہ سے رو دیا تھا کہ آج ایک ہی جان ہے جسے راہ خدا میں اس عذاب کے ساتھ قربان کر رہا ہوں کاش کہ میرے روئیں روئیں میں ایک ایک جان ہوتی کہ آج میں سب جانیں راہ خدا میں اسی طرح ایک ایک کر کے فدا کرتا۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ کو قید خانہ میں رکھا گیا۔ کھانا پینا بند کر دیا کئی دنوں کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ نے اس بھوک پر بھی اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی۔ بادشاہ نے آپ کو بلوا بھیجا اور اس نہ کھانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس حالت میں یہ میرے لئے حلال تو ہو گیا ہے لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو اپنے بارے میں خوش ہونے کا موقع دینا چاہتا ہی نہیں ہوں۔ اب بادشاہ نے کہا اچھا تو میرے سر کا بوسہ لے تو میں تجھے اور تیرے ساتھی مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیتا ہوں آپ نے اس بات کو قبول فرما لیا اس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا۔ جب حضرت عبداللہ بن حزافہ رضی اللہ عنہ یہاں سے آزاد ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا ہر مسلمان پر حق ہے کہ حضرت عبداللہ بن حزافہ رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ لے یعنی ماتھا چومے اور میں ابتدا کرتا ہوں یہ فرما کر آپ نے پہلے ان کے سر کو بوسہ دیا۔ (ابن کثیر جلد ۳)

حضرت عروہ بن مسعودؓ کی استقامت فی الدین:۔

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو جناب رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی کہ حضور ﷺ اگر آپ اجازت دیں تو میں

اپنی قوم میں تبلیغ دین کے لئے جاؤں اور انہیں دعوت اسلام دوں؟ آپ نے فرمایا ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں قتل کر دیں" جواب عرض کیا کہ حضور ﷺ اس بات کا تو احتمال ہی نہیں کیونکہ انہیں مجھ سے اس قدر الفت وعقیدت ہے اگر میں سویا ہوا ہوں تو وہ مجھے جگائیں گے بھی نہیں- آپ نے فرمایا اچھا پھر جائیے یہ چلے گئے جب لات وعزیٰ کے بتوں کے قریب سے ان کا گزر ہوا تو کہنے لگے اب تمہاری شامت آ گئی- اس بات پر پورا قبیلہ بگڑ بیٹھا' انھوں نے کہنا شروع کیا کہ اے میری قوم کے لوگو تم ان بتوں کو ترک کرو' یہ لات وعزیٰ دراصل کوئی چیز نہیں اسلام قبول کرو تو سلامتی حاصل ہوگی' اے میرے بھائی بندو! یقین مانو کہ یہ بت کوئی حقیقت نہیں رکھتے ساری بھلائی اسلام میں ہے وغیرہ ابھی تو تین ہی مرتبہ صرف اس کلمہ کو دہرایا تھا ایک بدنصیب جلے ہوئے تن والے نے دور سے یہ ایک تیر چلایا جو رگ اکحل پر لگا اور آپ اسی وقت شہید ہو گئے آنحضرت ﷺ کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا یہ ایسا ہی تھا جسے سورہ یٰس والا جس نے کہا تھا کاش میری قوم میری مغفرت اور عزت کو جان لیتی-

حضرت حبیب بن زید بن عاصم کی استقامت فی الدین:-

حضرت کعب اخبار رضی اللہ عنہ کے پاس جب حبیب بن زید بن عاصم کا ذکر کیا گیا جو قبیلہ بنو اذن بن نجار سے تھے جن کو جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب ملعون نے شہید کر دیا تھا تو آپ نے فرمایا یہ حبیب رضی اللہ عنہ بھی اسی حبیب کی طرح تھے جن کا ذکر سورہ یٰس میں ہے- ان سے اس کذاب نے حضور ﷺ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا" بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں" اس نے کہا میری نسبت بھی تو گواہی دیتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں؟ تو حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نہیں سنتا" اس نے کہا تو محمد ﷺ کی نسبت کیا کہتا ہے؟ آپ نے فرمایا میں ان کی سچی رسالت کو مانتا ہوں- اس نے پھر پوچھا" میری رسالت کی نسبت کیا کہتا ہے جواب دیا کہ میں نہیں سنتا- اس ملعون نے کہا" ان کی نسبت تو سن لیتا ہے اور

میری نسبت بہرا بن جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ایک مرتبہ پوچھتا ہے اور ان کے جواب پر ایک عضو بدن کٹوا دیتا ہے۔ پھر پوچھتا ہے اور یہی جواب پاتا ہے۔ اور ایک عضو بدن کٹواتا ہے۔ اسی طرح جسم کا ایک ایک جوڑ کٹوا دیا اور وہ اپنے سچے اسلام پر آخری دم تک قائم رہے۔ اور جو جواب پہلے تھا وہی آخری دم تک رہا یہاں تک کہ شہید ہو گئے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَ اَرْضَاہُ۔

نوٹ:۔ حبیب بن زید کا واقع پہلے بھی لکھا جا چکا ہے لیکن وہ کچھ مختصر ہے اور یہ تفصیلی ہے۔ یہ ہے استقامت فی الدین ان بزرگوں کی۔

حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کی استقامت فی الدین:۔

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَخُوْنُو اللّٰہَ و الرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْا اَمَا نٰتِکُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَo وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ وَ اَنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌo﴾ (پارہ ۹ رکوع ۱۷)

ترجمہ:۔ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ خیانت کرو تم اللہ کی اور اس کے رسول کی اور مت خیانت کرو اپنی امانتوں کی اور تم جانتے ہو۔ اور تم جانو یہ کہ مال تمہارے اور اولاد تمہاری فتنہ ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا ثواب ہے۔''

مفہوم:۔ یہ آیت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کے حق میں اتری ہے جب کہ انہیں آنحضرت ﷺ نے بنو قریظہ کے یہودیوں کی طرف بھیجا تھا۔ کہ حکم رسول ﷺ کی شرط مانتے ہوئے قلعہ خالی کر دیں۔ یہودیوں نے ابولبابہ سے ہی مشورہ مانگا۔ انھوں نے ان کے حسب مرضی مشورہ دیا۔ اس کے بعد ہی حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو احساس ہوا اور وہ تاڑ گئے یہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خیانت ہوئی۔ چنانچہ قسم کھا بیٹھے۔ جب تک اللہ تعالیٰ توبہ قبول نہ فرمالے گا مر جاؤں گا لیکن کھانا نہ کھاؤں گا۔ اب مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں آئے اور اپنے آپ کو ستون کے ساتھ

باندھ دیا- نو دن اسی حالت میں گزر گئے بھوک پیاس سے غش کھا کر گر گئے حتی کہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی لوگ بشارت دیتے ہوئے آئے اور چاہا کہ ستون سے کھول دیں- حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے صرف رسول اللہ ﷺ ہی کھول سکتے ہیں- چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسے کھولا- تو کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنا سب مال صدقہ کر دیا تو آپ نے فرمایا نہیں تیسرا حصہ صدقہ ہوگا-

حضرت حاطب بن ابی بلتہ رضی اللہ عنہ کی استقامت فی الدین:

مذکورہ دونوں آیات کی تفسیر میں مفسیرین نے مسلم اور بخاری کے حوالہ سے حاطب بن ابی بلتہ کا واقع یوں مذکور ہے کہ حاطب بن ابی بلتہ نے کفار قریش کو نبی ﷺ کے قصد سے آگاہ کرنے کے لئے خط لکھا (یہ فتح مکہ کے وقت کی بات ہے-) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو آگاہ فرما دیا آپ نے پیچھے ہی ایک آدمی دوڑایا- وہ خط پکڑا گیا حاطب بن ابی بلتہ کو بلایا گیا اس نے بھی اپنے قصور کا اعتراف کیا- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی- یا رسول اللہ ﷺ اس کی گردن اڑا دیجئے اس نے اللہ اور رسولؐ سے خیانت کی ہے- تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا عمرؓ جانے بھی دو یہ جنگ بدر کے جہاد میں شامل تھے' کیا تمہیں خبر نہیں کہ مجاہدین بدر کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے میں نے تمہیں بخش دیا ہے تمھارے سب گناہ معاف ہیں-

حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ابن آدم تو مجھے ڈھونڈ میں مل جاؤں گا- میں تجھے مل گیا تو سمجھ لے کہ سب کچھ مل گیا اور اگر تو نے مجھے کھو دیا تو سب کچھ کھو دیا چاہیئے کہ میں تیرے پاس ہر چیز سے زیادہ محبوب رہوں" دوسری حدیث آنحضرت ﷺ نے فرمایا تین چیزوں میں زبردست حلاوت ایمان ہے- ❶ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہونا- ❷ جس سے بھی محبت

اور خلوص ہو صرف خدا کی خاطر اور للّٰہیت کے طور پر ہو ذاتی غرض شامل نہ ہو۔
❸ آگ میں جھونک دیا جانا بہتر سمجھے نسبت اس کے کہ اسلام کے بعد اس سے مرتد ہو جائے۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کی محبت کو اموال واولاد پر بھی مقدم سمجھے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے" کہ خدا کی قسم ایمان نصیب ہی نہیں اگر اپنی جان و مال واولاد سے زیادہ مجھے نہ چاہو۔ (ابن کثیر جلد۲ پارہ۹ صفحہ۹۲)

سورۃ یٰسٓ والے حبیب بن نجار رضی اللہ عنہ کی استقامت فی الدین:۔

﴿وَجَآءَ مِنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَo اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ وَمَا لِيَ لَا اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَo ءَ اَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَّلَا يُنْقِذُوْنِo اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِo قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَo بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَo وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَo﴾

ترجمہ:۔"اور ایک شخص مسلمان اس کے کسی دور مقام سے دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا اے میری قوم کے لوگو ان رسولوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود بھی راہ راست پر ہیں اور میرے پاس کون سا عذر ہے کہ میں اس معبود کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔ کیا میں خدا کو چھوڑ کر اور ایسے ایسے معبود قرار دے لوں اگر خدائے رحمٰن مجھ کو کچھ تکلیف پہنچانا چاہے تو یہ ان معبودوں کی سفارش میرے کچھ کام آوے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں اگر میں ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑا اسی لیے میں تو تمہارے معبود پر ایمان لا چکا ہوں سو تم

بھی میری بات سن لو- ارشاد ہوا جا جنت میں داخل ہو- کہنے لگا کاش کہ میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بخش دیا اور مجھ کو عزت والوں میں داخل کیا- اور ہم نے اس شہید کی قوم پر اس کے بعد کوئی لشکر فرشتوں کا آسمان سے نہیں اتارا اور نہ ہم کو ضرورت اتارنے کی تھی-''

مفہوم:- ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک بستی انطاکیہ تھی جس کے رہنے والے بت پرست اور غیر مسلم تھے بعض بزرگوں نے اس نام کی بستی سے انکار بھی کیا ہے- بہر حال ایسی بستی والوں کو شرک کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تین رسول بھیجے اور انھوں نے توحید کا وعظ نصیحت شروع کیا لیکن لوگوں نے نہ مانا بلکہ ان رسولوں کے شہید کرنے کے درپے ہو گئے یہ اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ حبیب نجار تھا جو نہایت متقی پرہیزگار تھا مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ رسی کا کام کرتا تھا بعض نے کئی اور کام بتائے ہیں بہر حال اس کے کسب سے جو آمدنی ہوتی تھی اکثر حصہ صدقہ خیرات کر دیا کرتا تھا اور بہت زیادہ سخی تھا- رسولوں کی تائید میں لوگوں کو نصیحت کرتا تھا کہ رسولوں کی بات مانو شرک کفر کو چھوڑو یہ رسول تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتے اور بذات خود نیک ہیں ان کی دعوت کو مانو بہر حال اس قوم نے نہ اللہ کے رسولوں کی بات مانی اور نہ یہ اس کی کسی بات پر عمل کیا- یہ اللہ تعالیٰ کا بندہ جسے حبیب نجار سورہ یٰسٓ والا کہتے ہیں وہ نیک بخت شخص جو خدا کے رسولوں کی تکذیب و تردید و توہین ہوتی دیکھ کر دوڑا ہوا آیا تھا اور جس نے اپنی قوم کو نبیوں کی تابعداری کی رغبت دلائی تھی- وہ اب اپنے عقیدے و عمل کو ان کے سامنے پیش کر رہا ہے اور انہیں حقیقت سے آگاہ کر کے ایمان کی دعوت دے رہا ہے تو کہتا ہے میں تو صرف اپنے خالق مالک اللہ وحدہ لاشریک کی ہی عبادت کرتا ہوں جب کہ صرف اسی نے مجھے پیدا کیا ہے- تو میں اس کی عبادت کیوں نہ کروں؟ پھر یہ نہیں کہ اب ہم اس کی قدرت سے نکل گئے ہوں؟ اس سے اب ہمیں کوئی تعلق نہیں بلکہ سب کے سب اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں- اس وقت وہ ہر بھلائی برائی کا بدلہ دے گا یہ کیسی شرم کی بات ہے کہ میں اس خالق و قادر کو

چھوڑ کر اوروں کو پوجوں' جو نہ تو یہ طاقت رکھیں خدا کی طرف سے آئی ہوئی کسی مصیبت کو مجھ پر سے ٹال دیں نہ یہ کہ ان کے کہنے سننے کی وجہ سے مجھے کوئی برائی پہنچے ہی نہیں- خدا اگر مجھ کو ضرر پہنچانا چاہے تو اس کو دفع نہیں کر سکتے روک نہیں سکتے - نہ مجھے اس سے بچا سکتے ہیں- اگر میں ایسے کمزوروں کی عبادت کرنے لگوں تو مجھ سے بڑھ کر گمراہ اور بہکا ہوا اور کون ہوگا؟ پھر تو نہ صرف مجھے بلکہ دنیا کے ہر بھلے انسان کو میری گمراہی کھل جائے گی- میری قوم کے لوگو اپنے جس حقیقی معبود اور پروردگار سے تم منکر ہوئے ہو سنو میں اس کی ذات پر ایمان رکھتا ہوں- اور یہ معنی بھی اس آیت کے ہو سکتے ہیں- اس باخدا مرد صالح نے اپنی قوم سے روگردانی کر کے خدا تعالیٰ کے ان رسولوں سے کہا ہو کہ خدا کے پیغمبرو- تم میرے ایمان کے گواہ رہنا میں ذات خدا پر ایمان لایا جس نے تمہیں برحق رسول بنا کر بھیجا ہے- پس گویا یہ اپنے ایمان پر خدا کے رسولوں کو گواہ بنا رہا ہے- یہ قول اگلے قول کی بنسبت زیادہ واضح ہے واللہ اعلم- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما وغیرہ ارشاد فرماتے ہیں یہ بزرگ حبیب نجار اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ تمام کفار پل پڑے اور زدوکوب کرنے لگے- کون تھا جو انہیں بچاتا؟ پتھر مارتے مارتے فی الفور اسی وقت انہیں شہید کر دیا- رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَ اَرْضَاہُ- یہ بندہ خدا اور سچے ولی اللہ پتھر کھا رہے تھے لیکن زبان سے یہی کہہ رہے تھے کہ خدایا میری قوم کو ہدایت کر یہ جانتے نہیں-

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کفار نے اس مومن کامل کو بری طرح مارا پیٹا اس کو گرا کر اس کے پیٹ پر چڑھ بیٹھے اور پیروں سے اسے روندنے لگے یہاں تک کہ اس کی آنتیں اس کے پیچھے کے راستے باہر نکل آئیں اس وقت خداوند تعالیٰ کی طرف سے اس کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی اسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے رنج و غم سے علیحدہ کر دیا اور امن وچین کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا ان کی شہادت سے خدا خوش ہوا- جنت ان کے لئے کھول دی گئی اور داخلہ کی اجازت مل گئی- اپنے ثواب واجر کی عزت واکرام کو دیکھ کر پھر اس کی زبان سے نکل گیا کاش کہ میری قوم یہ

جان لیتی کہ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور میرا بڑا ہی اکرام کیا- فی الواقع مومن سب کے سب خیر خواہ ہوتے ہیں وہ دھوکے باز اور بدخواہ نہیں ہوتے- اس باخدا شخص نے زندگی میں بھی قوم کی خیر خواہی کی اور مرنے کے بعد یعنی شہادت کے بعد بھی قوم کا خیر خواہ رہا- یہ بھی مطلب ہے کہ وہ کہتا ہے کہ کاش کہ میری قوم یہ جان لیتی کہ مجھے کس باعث میرے رب نے بخشا اور کیوں میری عزت کی تو لامحالہ وہ بھی اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی- اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتی اور رسولوں کی پیروی کرتی- اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے اور ان سے خوش رہے دیکھو تو قوم کی ہدایت کے کس قدر خواہش مند تھے- ابن کثیر جلد۴ پارہ ۲۳-

بیر معونہ ستر مجاہدین کی استقامت فی الدین رضی اللہ عنہم:-

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ○ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○﴾ (پارہ۴ رکوع ۸)

ترجمہ:- ”جو لوگ خداوند تعالیٰ کے راستہ میں شہید کیے جاتے ہیں انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزیاں دیئے جاتے ہیں- خدا تعالیٰ نے اپنا جو فضل انھیں دے رکھا ہے اس سے بہت خوش ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں اور ان لوگوں کی جواب تک ان سے نہیں ملے ان کے پیچھے ہیں یوں کہ نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ ہی غمگین ہوں گے مفہوم اللہ رب العلمین ارشاد فرماتے ہیں کہ گو شہید فی سبیل اللہ دنیا میں مار ڈالے جاتے ہیں لیکن آخرت میں ان کی روحیں زندہ رہتی ہیں- اور روزیاں حاصل کرتی ہیں-“

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چالیس یا ستر صحابہ کی

جماعت کو بیر معونہ کی طرف بھیجا تھا' یہ جماعت جب اس غار تک پہنچی جو اس کنویں کے اوپر تھی تو انھوں نے وہاں پڑاؤ کیا اور آپس میں کہنے لگے کہ کون ہے جو اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اللہ کے رسول کا کلمہ ان تک پہنچائے ایک صحابی رضی اللہ عنہ اس کے لئے تیار ہوئے اور ان لوگوں کے گھروں کے پاس آ کر آواز بلند فرمایا اے بیر معونہ والو سنو میں خدا کے رسول کا قاصد ہوں میری گواہی ہے کہ معبود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں یہ سنتے ہیں ایک کافر اپنا تیر سنبھالے ہوئے اپنے گھر سے نکلا اور اس طرح تاک کر لگایا کہ ادھر کی پسلی سے ادھر کی پسلی میں تیر پار نکل گیا' اس صحابی کی زبان سے بے ساختہ نکلا فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ترجمہ:- کعبہ کے رب کی قسم میں مراد کو پہنچ گیا- اب کفار نشانات ٹٹولتے ہوئے اس غار پر جا پہنچے- اور عامر بن طفیل نے جو ان کا سردار تھا ان سب مسلمانوں کو شہید کر دیا' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں ان کے بارے میں قرآن عظیم اترا کہ ہماری قوم کو ہماری طرف سے یہ خبر پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے ملے وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے یہ تھی استقامت فی الدین بیر معونہ والوں کی جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تبلیغ کی وجہ سے اپنی جانوں کی بازی تک لگا دی اللہ رب العزت ان سے راضی ہوا- آمین ثم آمین-

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی استقامت فی الدین:-

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ٥﴾ (پارہ ۲ رکوع ۹)

ترجمہ:- "بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے اپنی جان کو بیچ دیتے ہیں- اور اللہ تعالیٰ رب العزت اپنے بندوں پر مہربان ہیں-"

اس آیت مبارکہ کے تحت حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا واقعہ عرض کرتا ہوں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمان ہوئے

نبی ﷺ حضرت ارقم صحابی کے مکان پر تشریف فرماتے تھے کہ یہ دونوں صحابی علیحدہ علیحدہ حاضر خدمت ہوئے اور مکان کے دروازہ پر اتفاقیہ دونوں اکٹھے ہو گئے۔ ہر ایک نے دوسرے کی غرض معلوم کی تو ایک ہی غرض یعنی اسلام لانا اور حضور ﷺ کے فیض سے مستفید ہونا دونوں کا مقصود تھا' اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد جو اس زمانہ میں اس قلیل و کمزور جماعت کو پیش آتا تھا وہ پیش آیا' ہر طرح ستائے گئے۔ تکلیفیں پہنچائی گئیں' آخر تنگ آکر ہجرت کا ارادہ فرمایا' تو کافروں کو یہ چیز بھی گوارہ نہ تھی' کہ یہ لوگ کسی دوسری ہی جگہ جا کر آرام سے زندگی بسر کر لیں' اس لئے جس کسی کی ہجرت کا حال معلوم ہوتا تھا' اس کو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے کہ تکالیف سے نجات نہ پا سکیں چنانچہ ان کا بھی پیچھا کیا گیا' اور ایک جماعت ان کو پکڑنے کے لئے گئی' انھوں نے اپنا ترکش سنبھالا جس میں تیر تھے اور ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو تمہیں تو معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ تیر انداز ہوں' اگر ایک تیر بھی میرے پاس باقی رہے گا تو تم لوگ میرے پاس نہیں آسکو گے' اور جب ایک بھی تیر نہیں رہے گا تو میں اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا' یہاں تک کہ تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ رہے' اس کے بعد جو تم سے ہو سکے کرنا اس لئے اگر تم چاہو تو اپنی جان کے بدلہ میں اپنے مال کا پتہ بتلا سکتا ہوں جو مکہ میں میرا ہے اور دو باندیاں بھی ہیں وہ سب تم لے لو۔ اس پر وہ لوگ راضی ہو گئے اور اپنا مال دے کر جان چھوڑائی اسی بارہ میں آیت مذکورہ نازل ہوئی آیت مذکورہ یہ ہے

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ٥﴾

ترجمہ:۔ ''بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے اپنی جان کو بیچ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان ہیں۔''

حضور ﷺ اس وقت قبا میں تشریف فرماتے تھے' صورت دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ نفع کی تجارت تو نے کی۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہتے حضور ﷺ کھجوریں تناول فرما رہے تھے اور میری آنکھ دکھ رہی تھی' میں بھی ساتھ کھانے لگا حضور ﷺ نے ارشاد

فرمایا- آنکھ تو دکھ رہی ہے اور کھجوریں کھاتے ہو میں نے عرض کی حضور ﷺ اس آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں جو تندرست ہے- حضور ﷺ یہ جواب سن کر ہنس پڑے حضرت صہیب بڑے ہی خرچ کرنے والے تھے' حتی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم فضول خرچی کرتے ہو' انھوں نے عرض کی کہ ناحق کہیں خرچ نہیں کرتا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جب وصال ہونے لگا یعنی شہید ہونے لگے تو انھیں کو جنازہ کی نماز پڑھانے کی وصیت فرمائی (اسد الغابہ) یہ تھی استقامت فی الدین حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی-

حضرت عاصم اور حضرت حبیب رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھیوں کی استقامت فی الدین:-

احد کی لڑائی میں جو کافر مارے گئے ان کے عزیزوں میں انتقام کا جوش زور پر تھا سلافہ نے جس کے دو بیٹے اس لڑائی میں مارے گئے- منت مانی تھی کہ اگر عاصم کا سر جنھوں نے اس کے بیٹوں کو قتل کیا تھا' سر ہاتھ آ جائے تو میں اس کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی اس لئے اس نے اعلان کیا تھا کہ جو عاصم کا سر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام دوں گی- سفیان بن خالد کو اس لالچ نے آمادہ کیا کہ وہ ان کا سر لانے کی کوشش کرے- چنانچہ اس نے عضل وقارہ کے چند آدمیوں کو مدینے بھیجا ان لوگوں نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا اور حضور اقدس سے تعلیم و تربیت اور تبلیغ کے لئے چند حضرات کو بھیجنے کی درخواست کی کہ ان کا وعظ پسندیدہ بتلایا ان میں حضرت عاصم بھی تھے- چنانچہ حضور ﷺ نے دس آدمیوں کو بعض روایات میں چھ آدمیوں کو ان کے ساتھ کر دیا- جن میں حضرت عاصم بھی تھے راستہ میں جا کر ان لے جانے والوں نے بدعہدی کی اور دشمنوں کو مقابلے کے لئے بلایا جن میں دو سو آدمی تھے- اور ان میں سے سو آدی بہت مشہو تیر انداز تھے اور بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ نے ان حضرات کو مکہ والوں کی خبر لانے کے لئے بھیجا راستہ میں بنو لحیان کے دو سو آدمیوں سے مقابلہ ہوا-

یہ مختصر جماعت دس آدمیوں کی یا چھ آدمیوں کی تھی- یہ حالت دیکھ کر ایک پہاڑی پر جس کا نام فدفد تھا چڑھ گئی- کفار نے کہا کہ ہم تمہارے خون سے اپنی زمین رنگنا نہیں چاہتے- صرف اس حملہ سے تمہارے بدل میں کچھ مال لینا چاہتے ہیں تم ہمارے ساتھ آجاؤ ہم تمہیں قتل ہونے سے بچالیں گے- مگر انھوں نے کہا کہ ہم کافر کے عہد میں نہیں آنا چاہتے اور ترکش سے تیر نکال کر مقابلہ کیا- حضرت عاصم نے ساتھیوں سے جوش سے کہا کہ تم سے دھوکہ کیا گیا ہے مگر گھبرانے کی ضرورت نہیں شہادت کو غنیمت سمجھو- تمہارا محبوب تمہارے ساتھ اور جنت کی حوریں تمہاری منتظر ہیں- یہ کہہ کر جوش سے مقابلہ کیا' اور جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا تو تلوار سے مقابلہ کیا- مقابلہ کرنے والے کفار کا مجمع کثیر تھا- آخر شہید ہوئے اور دعا کی کہ یا اللہ ہمارے رسول پر اس قصہ سے خبر کر دے- چنانچہ دعا قبول ہوئی اور اس وقت اس کا علم حضور ﷺ کو ہو گیا' اور چونکہ عاصم بھی سن چکے تھے کہ سلافہ نے میرے سر کی کھوپڑی میں شراب پینے کی منت مانی ہے اس لئے مرتے وقت دعا کی کہ یا اللہ میرا سر تیرے راستہ میں کاٹا جا رہا ہے- تو ہی اس کا محافظ ہے وہ دعا بھی قبول ہوئی اور شہادت کے بعد جب کافروں نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا اور بعض روایتوں میں ہے کہ بھڑوں کا ایک غول بھیج دیا' جنھوں نے ان کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر لیا' کافروں کو خیال تھا کہ جب یہ رات کے وقت اڑ جائیں گیں تو سر کاٹ لیں گے مگر رات کو بارش آئی تو ان کی نعش کو بہا لے گئی- اس طرح سات آدمی یا تین آدمی شہید ہوئے- غرض تین باقی رہ گئے جن میں حضرت حبیب اور زید بن دثنہ اور عبداللہ بن طارق تھے- ان تینوں حضرات سے انھوں نے عہد و پیمان کیا کہ تم نیچے آجاؤ ہم تم سے بدعہدی نہیں کریں گے- یہ تینوں حضرات نیچے اتر آئے اور نیچے اترنے پر کفار نے ان کی کمانوں کی تانت اتار کر ان کی مشکیں باندھ دیں- حضرت عبداللہ بن طارق نے فرمایا کہ یہ پہلی بدعہدی ہے- میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گا- ان شہید ہونے والوں کا اقتداء ہی مجھے پسند ہے- انھوں نے زبردستی ان کو کھینچنا چاہا مگر وہ نہ ٹلے تو ان لوگوں نے ان کو بھی شہید کر دیا'

صرف دو حضرات ان کے ساتھ رہے۔ جن کو لے جا کر انھوں نے مکہ والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ایک حضرت زید بن وشنہ جن کو صفوان بن امیہ نے پچاس اونٹوں کے بدلہ میں خریدا تھا کہ اپنے باپ امیہ کے بدلہ میں ان کہ قتل کر دے' دوسرے حضرت حبیب جحیر بن ابی اہاب نے سو اونٹ کے بدلے میں خریدا تھا کہ اپنے باپ کے بدلہ میں ان کو قتل کر دے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے۔ کہ حارث بن عامر کی اولاد نے خریدا کہ انھوں نے بدر میں حارث کو قتل کیا تھا۔ صفوان نے تو اپنے قیدی حضرت زید کو فوراً ہی حرم سے باہر اپنے غلام کے ہاتھ بھیج دیا تا کہ قتل کر دیئے جائیں ان کا تماشا دیکھنے کے لئے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ جن میں ابوسفیان بھی تھا' اس نے حضرت زید کی شہادت کے وقت پوچھا اے زید تجھ کو خدا کی قسم سچ کہنا کیا تجھ کو یہ پسند ہے کہ محمد ﷺ کی گردن تیرے بدلہ میں ماردی جائے اور تجھ کو چھوڑ دیا جائے کہ تو اپنے اہل وعیال میں خوش وخرم رہے حضرت زید نے فرمایا خدا کی قسم مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ حضور اقدس ﷺ جہاں ہیں وہاں ان کو ایک کانٹا بھی چبے اور ہم اپنے گھر میں آرام سے رہیں یہ جذبہ سن کر قریش حیران رہ گئے ابوسفیان نے کہا کہ محمد ﷺ کے ساتھیوں کو جتنی محبت ان سے دیکھی ہے اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ اس کے بعد حضرت زید شہید کر دیئے گئے حضرت حبیب ایک عرصہ تک قید میں رہے۔ جحیر کی باندی جو بعد میں مسلمان ہو گئی تھی کہتی ہیں کہ جب ان کے قتل کا وقت قریب آیا یعنی جب قید میں تھے تو دیکھا کہ حبیب رضی اللہ عنہ ایک دن انگور کا بڑا خوشہ ایک آدمی کے سر کے برابر ہاتھ میں لئے ہوئے کھا رہے تھے اور مکہ میں اس وقت بالکل انگور نہیں تھا۔ چنانچہ جب آپ کے قتل کا وقت قریب آیا تو آپ کے قتل کی منادی کرا دی گئی یہ سن کر ایک عورت آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی کوئی خواہش ہو تو بتلاؤ اور اس کو حفیظ جالندھری نے یوں بیان کیا ہے۔

''کہا اگر کوئی خواہش ہو مرد خدا تیری''
''کوئی پینے کی شے ہو یا پسندیدہ غذا تیری''

''بیان کر مجھ سے میں فوراً مہیا کر کے لاؤں گی''
''جو کھانا ہو کھلاؤں گی جو پینا ہو پلاؤں گی''

حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے صفائی کے لئے ایک استرہ مانگا جس کو حفیظ جالندھری نے یوں نقل کیا ہے- حضرت حبیب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے-

''کہا مجھ کو کسی شے کی رغبت ہے نہ عادت ہے''
''فقط حب نبی کا ذوق ہے شوق عبادت ہے''
''مگر تسلیم جان کے واسطے لازم ہے تیاری''
''مدد تھوڑی سی تو بھی کر جو ہو شوق مددگاری''
''مجھے حاجت ہے بغلیں صاف کرنے کی نہانے کی''
''اگر ایک استرہ مل جائے تو سمجھوں گا اسے نیکی''

چنانچہ اس عورت نے استرہ حضرت حبیب کو بھیج دیا اتفاق سے اس کا کم سن بچہ ان کے پاس چلا گیا عورت کے دل میں خیال آیا کہ کہیں میرے بچے کو قتل ہی نہ کر دے ان لوگوں نے دیکھا کہ بچہ حضرت حبیب کے پاس ہے اور استرہ بھی ان کے پاس ہے اور استرہ بھی ان کے ہاتھوں میں ہے' یہ دیکھ کر گھبرائے حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم سمجھتے ہو کہ میں اس بچہ کو قتل کر دوگا؟ میں ایسا نہیں کر سکتا' حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کے الفاظ کو حفیظ جالندھری اشعار میں یوں بیان کرتے ہیں-

''مسلمان ہو اور خون خواری کرے یہ ہو نہیں سکتا''
''خدا کا بندہ غداری کرے یہ ہو نہیں سکتا''
''مسلمانوں سے ایسا ظلم سرزد ہو نہیں سکتا''
''خدا کو ماننے والا کبھی بد ہو نہیں سکتا''

اس کے بعد آپ کو حرم سے باہر لایا گیا اور سولی پر لٹکانے کے وقت آخری خواہش کے طور پر پوچھا گیا کہ کوئی تمنا ہو تو بتاؤ ہم پوری کریں گے- انہوں نے فرمایا مجھے اتنی مہلت دے دیجئے کہ میں دو رکعت نماز ادا کر لوں کہ دنیا سے جانے کا وقت

ہے اور اللہ جل شانہ سے ملاقات کا وقت قریب ہے۔ چنانچہ مہلت دے دی گئی۔ چنانچہ ابوسفیان نے کہا۔ ابوسفیان نے جو کچھ کہا اس کو حفیظ جالندھری ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں'

''ابوسفیان بولا تیری جراحت دیکھ لیتے ہیں''
''محمدؐ سے تیرا زوق عقیدت دیکھ لیتے ہیں''
''گھڑی بھر میں تو اپنے ادعا کو بھول جائے گا''
''محمدؐ کیا محمدؐ کے خدا کو بھول جائے گا''
''مہلت مل گئی قیدی نے دو رکعت ادا کر لی''
''نمازی نے نماز آخری پڑھ کر دعا کر لی''
''ذرا سی دیر میں یہ فرض ادا فرما دیا اس نے''
''عبودیت کا سارا قرض ادا فرما دیا اس نے''

چنانچہ انھوں نے دو رکعت نماز نہایت اطمینان سے ادا کی اور پھر فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں مرنے کے ڈر کی وجہ سے دیر کر رہا ہوں تو میں دو رکعت نماز اور ادا کرتا' اس کے بعد انھوں نے دعا کی کہ یا اللہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو تیرے رسول پاک ﷺ تک میرا آخری سلام پہنچا دے چنانچہ حضور ﷺ کو بذریعہ وحی اسی وقت آپ کا آخری پیغام پہنچایا گیا' حضور نے فرمایا وعلیکم اسلام یا حبیب اور ساتھیوں کو اطلاع فرمائی کہ حضرت حبیب کو قریش نے قتل کر دیا ہے حضرت حبیب کو جب سولی پر چڑھایا گیا تو چالیس کافروں نے نیزے لے کر چاروں طرف سے حملہ کر دیا اور بدن کو چھلنی کر دیا اسی وقت کسی نے قسم دے کر پوچھا کہ تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد ﷺ کو قتل کر دیں اور تمہیں چھوڑ دیں' تو انھوں نے فرمایا کہ مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ میری جان کے بدلہ میں ایک کانٹا بھی حضور ﷺ کو چبھے ''فتح اسلام'' اس پر حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے نہایت جوش سے جواب دیا۔

ارے او بے وقوف! او لذت ایمان سے بیگانے
محمدؐ اور محمد ﷺ کی محبت کو تو کیا جانے
کہاں برداشت دیکھی تو نے شیدائے محمدؐ کی
خلش برداشت کر سکتا نہیں پائے محمدؐ کی
تیری باتوں پہ اب میں کان ہرگز دھر نہیں سکتا
تیری بکواس کو اب سننا گوارا کر نہیں سکتا
بس اب خاموش ہو جا بند کر دے قیل و قال اپنی
ازیت دے مجھے یا قتل کر حسرت نکال اپنی

بس خدا کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جانے کے عوض نبی ﷺ کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔ چنانچہ مقررہ وقت پر دونوں ساتھیوں کو قتل گاہ میں صلیب کے نیچے لے جا کر کھڑا کر دیا۔ اور کہا کہ اگر آج تم اسلام کو چھوڑ دو تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے حفیظ جالندھری ان کے الفاظ کو یوں نقل کرتے ہیں۔

اگر تم آج بھی توبہ کرو اسلام کو چھوڑو
محمدؐ اور اس کے ماننے والوں سے منہ موڑو
تو ہم تم کو رہا فرمائیں گے خوشحال کر دیں گے
تمہیں بخشیں گے وہ دولت کہ مالا مال کر دیں گے
نہ مانو گے تو پھر تم دونوں کو سولی چڑھائیں گے
محمد ﷺ کی رفاقت کا مزا تم کو چکھائیں گے
نری سولی نہیں ازیت دے کے تمہیں ماریں گے
تمہی دونوں پہ ساری قوم کا غصہ اتاریں گے

حضرت حبیب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اے کافرو! تم ہمیں دولت اور رہائی کا لالچ دیتے ہو تو سنو!

''اگر قارون کی دولت زمانے بھر کا مال و زر
ہمیں اسلام کے بدلے ملے ہم تھوک دیں اس پر
دو روزہ فانی عزت و اقبال کیا شے ہے؟
یہ زر یہ زندگانی اور جاہ و مال کیا شے ہے
محمد ﷺ سے نہ پلٹیں گے ملے ہم کو خدائی بھی
بغیر اسلام کے ہم کو جہنم ہے رہائی بھی''

یعنی جب اسلام ہی باقی نہ رہا تو جان کو رکھ کر کیا کریں گے؟ چنانچہ کافروں نے آپ کو شہید کر دیا- اس طرح دین اسلام کے یہ عظیم سپوت اس دار فانی سے کوچ کر گئے- اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ' دوستو اور بزرگو' دیکھا آپ نے ان لوگوں کا ایمان کہ کس طرح انھوں نے اپنی جانیں راہ خدا میں قربان کر دیں لیکن اسلام اور دامن رسول ﷺ کو چھوڑنا گوارا نہ کیا-

ایسے تو ان واقعات کا ہر لفظ ہمارے لئے عبرت ہے لیکن اس واقعہ میں دو چیزیں خاص طور سے قابل قدر اور قابل عبرت ہیں کہ ان حضرات کو نبی کریم ﷺ سے اتنا عشق و محبت تھی کہ اپنی جان جائے لیکن اس کے بدلہ میں اتنا لفظ بھی کہنا گوارا نہ کیا کہ حضور ﷺ کو معمولی سی تکلیف بھی پہنچ جائے- اس لئے کہ کفار حضرت حبیب رضی اللہ عنہ سے صرف زبان سے ہی کہلانا چاہتے تھے اور صرف زبان سے یہ کہنا تھا ورنہ بدلہ میں حضور ﷺ کو تو یہ کفار تکلیف پہنچانے پر قادر نہ تھے- بلکہ وہ لوگ کافر ہی ہر وقت تکلیف پہنچانے کی کوشش میں رہتے تھے- جس کا بدلہ بے بدلہ سب برابر تھا- دوسری چیز نماز کی عظمت اور اس کا شغف ہے کہ ایسے آخری وقت میں آدمی اپنے بیوی بچوں کو یاد کرتا ہے- صورت دیکھنا چاہتا ہے پیام و سلام کہتا ہے مگر ان حضرات کے تقویٰ و زہد کا عالم یہ ہے کہ پیام و سلام دینا ہے تو حضور ﷺ کو اور اگر آخری تمنا کوئی ہے تو وہ دو رکعت نماز کی ہے'' سبحان اللہ'' ...... یہ تھی استقامت فی الدین مذکورہ صحابہ کرام کی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ○

حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی استقامت فی الدین :-

یہ ایک صحابی تھے ان کا نام عبداللہ تھا ابھی بچے ہی تھے کہ باپ مر گیا چچا نے پرورش کی جب جوان ہوئے تو چچا نے اونٹ' بکریاں' غلام دے کر ان کی حیثیت درست کر دی- عبداللہ نے اسلام کے متعلق جب سنا تو دل میں توحید کا ذوق پیدا ہوا' لیکن چچا سے اس قدر ڈرتا تھا کہ اظہار اسلام نہ کر سکا- جب نبی ﷺ فتح مکہ سے واپس آئے تو عبداللہ نے چچا سے جا کر کہا پیارے چچا! مجھے برسوں انتظار کرتے گزر گئے کہ کیا آپ کے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں لیکن آپ کا حال وہی پہلے کا سا چلا آتا ہے میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا مجھے اجازت فرمایئے کہ میں مسلمان ہو جاؤں-

چچا نے جواب دیا دیکھ! اگر تو محمد ﷺ کا دین قبول کرنا چاہتا ہے تو میں سب کچھ تجھ سے چھین لوں گا تیرے بدن پر چادر اور تہبند تک بھی باقی نہیں رہنے دوں گا- عبداللہ نے جواب دیا چچا جان میں مسلمان ضرور بنوں گا اور محمد ﷺ کی اتباع ہی قبول کروں گا شرک اور بت پرستی سے میں بیزار ہو چکا ہوں اب آپ کی جو منشاء ہے وہ کیجئے اور جو کچھ میرے قبضے میں مال وزر ہے سب کچھ سنبھال لیجئے میں جانتا ہوں کہ ان سب چیزوں کو ایک دن میں چھوڑ کر جانا ہے اس لئے میں ان کے لئے سچے دین کو ترک نہیں کر سکتا-

عبداللہ نے یہ کہہ کر بدن کے کپڑے تک اتار دیئے اور مادر زاد برہنہ ہو کر ماں کے سامنے گیا ماں یہ دیکھ کر حیران ہوئی کہ کیا ہوا' عبداللہ نے کہا کہ میں مومن اور موحد ہوں نبی ﷺ کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں- ستر پوشی کے لئے کپڑے کی ضرورت ہے مہربانی فرما کر مجھے دے دیجئے ماں نے کمبل دے دیا- عبداللہ نے کمبل پھاڑا آدھے کا تہبند باندھ لیا اور آدھا اوپر لے لیا اور مدینے کو روانہ ہو گیا علی الصبح مسجد نبی میں پہنچ گیا اور مسجد سے تکیہ لگا کر منتظرانہ بیٹھ گیا نبی ﷺ جب مسجد میں آئے تو

اسے دیکھ کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ فرمایا میرا نام عبدالعزیٰ ہے فقیر و مسافر ہوں عاشق جمال اور طالب ہدایت ہو کر در دولت تک آ پہنچا ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ آج سے تمہارا نام عبداللہ ہے ذوالبجادین لقب تم ہمارے قریب ہی ٹھہرو اور مسجد میں رہا کرو۔ عبداللہ اصحاب صفہ میں شامل ہو گیا نبی ﷺ سے قرآن سیکھتا اور دن بھر عجب زوق وشوق اور جوش ونشاط سے پڑھتا۔ ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ تو نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے پڑھ رہا ہے کہ دوسروں کی قرأت میں مزاحمت ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے کہا عمر اسے کچھ نہ کہو۔ یہ تو خدا اور رسول کے لئے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے۔

عبداللہ کے سامنے غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی تو یہ بھی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے کہ میں بھی راہ خدا میں شہید ہو جاؤں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ کسی درخت کا چھلکا اتار کر لاؤ تو نبی ﷺ نے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندھ دیا اور زبان مبارک سے فرمایا۔ اے اللہ میں کفار پر اس کا خون حرام کرتا ہوں۔ عبداللہ نے کہا یارسول اللہ میں تو شہادت کا طالب ہوں نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب غزا کی نیت سے تم نکلو اور پھر تپ آ جائے اور تم مر جاؤ پھر بھی تم شہید ہو تبوک پہنچ کر یہی ہوا۔ کہ بخار ہوا اور حضرت عبداللہ عالم بقا کو سدھار گئے بلال بن حارث مزنی کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دفن کی کیفیت دیکھی ہے۔ رات کا وقت تھا بلال کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس کی لاش کو لحد میں رکھ رہے تھے نبی ﷺ بھی ان کی قبر میں اترے اور ابوبکر و عمر سے فرما رہے تھے اَدْنِیَا اِلَیَّ اَخَاکُمَا یعنی اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو آنحضرت ﷺ نے قبر پر اینٹیں بھی اپنے ہاتھ سے رکھیں اور پھر دعا میں فرمایا۔ کہ "الٰہی آج کی شام تک میں اس سے خوش رہا ہوں تو بھی اس سے راضی اور خوش ہو جا" ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کاش میں اس قبر میں دبا دیا جاتا۔ اس کے بعد نبی ﷺ مع الخیر تبوک سے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ یہ تھی استقامت فی الدین حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی۔ بکریاں،

بھیڑیں، اونٹ والد کا ترکہ مال و دولت کی صورت میں ہر چیز کو جوتی کی نوک سے ٹھکرا دیا بدن کے کپڑے بھی اتار کر دے دیئے چچا کی ڈانٹ ڈپٹ کی بھی پرواہ نہ کی سچا متبع نبویؐ بن کر زندگی کے ایام گزارے شہادت کی موت حاصل کر کے اپنے حقیقی مولیٰ کو جا ملے رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ اَرْضَاهُ ○

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی استقامت فی الدین اور حجاج کا ظلم وستم:۔

عبدالملک بن مروان نے جب مسلمانوں سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ صحابی ایسے متقی وزاہد وشب زندہ دار خلیفہ کے بالمقابل بزور شمشیر وعسکری قوت سے اپنی بات منوانا چاہی تو اس عہد میں اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہ، مثل ابن عمر رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، سہیل بن سعدی رضی اللہ عنہ، اور مشاہیر فقہاء تابعین رضوان اللہ علیہم نے عبدالملک کی خلافت کو ناجائز و باطل کہہ کر عبداللہ بن زبیر کے خلیفہ و برحق ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ پس جب عبدالملک جبراً اسلامی مملکت پر قابض ہو گیا تو ختم عراق کے بعد اس نے حجاج بن یوسف جیسے شقی القلب ظالم کو عراق کا گورنر بنا دیا۔ جس نے نشہ حکومت سے سرشار ہو کر حجاز میں جرار لشکر یہاں تک بھیج کر مکہ مکرمہ پر بذریعہ منجنیق آگ برسائی۔ جس سے غلاف کعبہ بھی جل گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو تنعیم میں سولی دی گئی۔ اور اہل حرمین کو ہراساں وخوف زدہ کرنے کی غرض سے خلیفہ کی لاش کو سولی پر ہی تین دن تک لٹکائے رکھا۔ مذکورہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مشکیں بندھوا کر انتہائی تحقیر وتذلیل سے تشہیر کرائی۔ مگر حضرت سعید بن جبیر جو جہبذہ العلماء اور فقیہہ کو خدا کے نام سے شہرہ آفاق اور حبر الامتہ حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ارشد تلامذہ سے تھے۔ جن کی علمی عظمت کا ذکر علامہ ذہبی نے یوں کیا ہے کہ ''اہل عراق جب موسم حج میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فتویٰ پوچھنے کی کوشش کرتے تو آپ علی الاعلان فرماتے اَلَیْسَ فِیْکُمْ سَعِیْدَ بْنُ جُبَیْر، حضرت سعید بن جبیر جیسے ذیشان فقیہہ تمہارے ملک میں

موجود ہیں تو ہم سے فتویٰ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔

چونکہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بھی ان ہستیوں میں سے ایک تھے۔ جو عبدالملک کو جابر اور باغی ہونے کا فتویٰ دیتے تھے۔ اس لئے حجاج بن یوسف نے حکم دیا کہ حضرت سعید کی مشکیں باندھ کر انتہائی ذلیل کن حالات میں میرے روبرو پیش کیا جائے۔ چنانچہ مامورین نے انتہائی ذلت و رسوائی کی صورت میں حضرت سعید کو حجاج کے روبرو پیش کیا۔ پس ان کی جو گفتگو ہوئی وہ بصورت مکالمہ درج ذیل ہے۔

حجاج:۔ (جواہرات سے بھرا ہوا تھال دکھا کر کہنے لگا) یہ خلیفہ کی بیعت اطاعت کا ثمرہ ہے۔

حضرت سعید:۔ مگر جب یہ جواہرات خدا کے غضب و دوزخ کی آگ سے نہ بچا سکے تو ان سے کیا فائدہ۔

حجاج:۔ انتہائی غضب ناک لہجہ میں اَنْتَ شَقِیٌّ بْنُ کَسِیْر کہہ تو ہی بدبخت ابن ناکارہ ہے۔

سعید:۔ (انتہائی بے باکی اور جرأت سے) نہیں نہیں میری والدہ نے میرا نام سعید رکھا ہے اور بفضلہٖ میں سعید بن جبیر ہوں۔

حجاج:۔ (انتہائی خشمگین ہوکر) کہا جس ذلت و رسوائی سے تو میرے سامنے کھڑا ہے اس سے بڑھ کر کوئی اور ذلت ہو سکتی ہے۔

سعید:۔ (دلیرانہ انداز میں) مجھ پر یہ جور و جفا اور ظلم کے پہاڑ کیوں ڈھائے جا رہے ہیں۔

حجاج:۔ یہ خلیفہ عبدالملک کی بیعت سے انکار و انحراف کا نتیجہ ہے۔

سعید:۔ لیکن بیعت کے صحیح حقدار امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں جب کہ عبدالملک کی بیعت بالکل ناحق ہے۔

حجاج:۔ (حجاج یہ بے باکانہ جواب سن کر آگ بگولہ ہوگیا اور ایک طمانچہ سعید کے منہ پر رسید کر کے کہنے لگا) کہ کیا تم اپنی شرارت اور گستاخی سے توبہ نہیں کرو گے؟۔

سعید:۔ یہی کلمۃ الحق کہنے کا مقام ہے اور اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ الْحَقِّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ کا مصداق ہے۔

حجاج:- انتہائی غصہ و جوش سے لال پیلا ہو کر جلادوں کو حکم دیتا ہے اس کو قتل گاہ میں لے جا کر فوراً قتل کر دو۔

سعید:- اگر قتل ہی کرنا ہے تو مشکیں کھول دو تا کہ میں شکرانہ کے طور پر دو نفل پڑھ لوں۔

حجاج:- معلوم ہوتا ہے کہ تم یہ بہانہ کر کے معافی چاہتے ہو۔

سعید:- بخشش اور معافی تو خدائے واحدہ لاشریک سے طلب کی جاتی ہے۔ تجھ جیسے فقیر و بے بس انسان سے معافی مانگنا تو بالکل بے وقوفی اور سراسر جہالت ہے۔

حجاج:- (انتہائی غصہ سے کڑک کر) ایسی گستاخانہ گفتگو مت کرو تم یہ بتلاؤ کہ تجھے کس طرح قتل کیا جائے۔

سعید:- جس طرح میرے ہاتھ سے قیامت کے دن تجھے قتل ہونا پسند ہے ویسے ہی مجھے قتل کر دو۔

حجاج:- (جلادوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے) سعید کا منہ قبلے سے الٹے رخ کر کے قتل گاہ میں لے جا کر قتل کر دو۔

سعید:- جب مجلس سے نکالے گئے تو انتہائی کھل کر ہنس پڑے۔

حجاج:- (ہنسی معلوم کر کے) سعید کو دوبارہ میرے روبرو پیش کرو (سعید دوبارہ پیش کئے جاتے ہیں)۔

حجاج:- تم اپنے کھل کر ہنسنے کی وجہ وسبب بیان کرو۔

سعید:- مجھے تیرے جبر و بے وقوفی اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کی وجہ سے ہنسی آئی ہے۔

حجاج:- (برہم ہو کر جلادوں سے کہتا ہے) یہیں میرے سامنے چمڑا بچھاؤ اور قبلہ سے الٹے رخ اوندھے منہ لٹا کر جلدی قتل کر دو۔

سعید:- تیری یہ تدبیر میرے دوگانہ شکر کے منافی نہیں کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ جس طرف تم منہ کرو اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے۔

حجاج:- (جلادوں سے کہتا ہے) دیر مت کرو (چنانچہ جلادوں نے منہ کے بل لٹا دیا)۔

سعید:- (لیٹے ہوئے) اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

حَنِيفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ - بے شک میں نے اپنا منہ اس کی طرف کر دیا جو کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے مجھے خوشی ہے کہ میں اپنی جان توحید پر دے رہا ہوں اور نہیں ہوں میں مشرکوں سے۔

حجاج:۔ بجائے تلوار کے قتل کرنے کے چھری سے ذبح کرو۔

سعید:۔ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيْهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى - یعنی زمین ہی سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں لوٹائیں گے اور دوبارہ زمین ہی سے تم کو نکالیں گے۔

حجاج:۔ (جلادوں سے) دیر کیوں کرتے ہو جلدی ذبح کرو۔

سعید بن جبیر:۔ (جب گردن پر چھری چلنے لگی) تو کہتے ہیں اے حجاج خبردار ہو جائیں یہ گواہی دیتا ہوں اور تجھ پر حجت قائم کرتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ - تاکہ میں قیامت کے دن تجھ پر پورا پورا مواخذہ کرسکوں میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور بندے ہیں اور میں مسلمان ہوں۔ اس شہادت کے بعد دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ لَاتُسَلِّطْهُ عَلٰى مُسْلِمٍ اَنْ يَّقْتُلَهُ بَعْدِيْ - کہ اے اللہ تعالیٰ اس ظالم کو میرے قتل کے بعد کسی مسلمان کو قتل کرنے کے لئے غلبہ ہی نہ دینا۔

پس اسی وقت آپ قتل کر دیئے گئے یہ ۹۵ھ کا واقعہ ہے اس وقت آپ کی عمر ۴۹ سال تھی۔ اس واقعہ کے بعد ابھی پندرہ منٹ ہی گزرے تھے کہ حجاج کے پیٹ میں آکلہ یعنی (گوشت خور پھوڑا) پیدا ہو گیا شدت درد سے نڈھال ہوا تو شاہی طبیب اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ مرض لاعلاج ہے۔ چنانچہ اس نے مزید تفتیش کے لئے بدبودار گوشت کی بوٹی دھاگے سے باندھ کر حجاج کے حلق میں لٹکا دی، اور تھوڑی دیر بعد جب وہ نکالی تو وہ خون آلود تھی پس اس نے کہہ دیا کہ اس کی موت واقع ہونے والی ہے، اس کے بعد کل پندرہ دن تک زندہ رہا جتنے دن زندہ رہا چیختا چلاتا رہا اور چلا چلا کر کہتا

رہا کہ چھوڑاؤ مجھے چھوڑاؤ سعیدؒ مجھے پاؤں پکڑ کر گھسیٹے لے جا رہا ہے۔ (اکمال وتذکرہ)

عالم مدینہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کی استقامت فی الدین :-

رسول کریم ﷺ نے امام مالک کے علمی کمالات کا اعلان بطور بشارت جس انداز سے فرمایا ہے سید سلیمان ندوی جیسے نامور مؤرخ نے حیات امام مالک میں اسے یوں آشکار کیا ہے۔

امام مالک کا خاندان ابتدا سے علم کے ساتھ ایک خاص نسبت رکھتا تھا ان اضافی اوصاف کے ساتھ خود ذاتی جوہر نے وہ پر وبال نکالے کہ دنیائے اسلام مشرق سے مغرب تک امام کے آوازہ حق سے معمور ہوگئی۔ بلاوہ ممالک اسلامیہ کے جغرافیاء وسعت ہر سہ معلومہ براعظم ایشاء' یورپ و افریقہ سے مسافران بلا انقطاع مدینہ کا رخ کرنے لگے۔ اور اس طرح پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ پیشن گوئی آپ کی ذات سے پوری ہوئی۔ جو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب وہ زمانہ آئے گا کہ جب لوگ طلب علم کے لئے اونٹ ہنکائیں گے لیکن مدینہ کے عالم سے زیادہ بڑا عالم نہیں پائیں گے۔ (حیات امام مالکؒ ۴۶)

تاریخ نے آنحضرت ﷺ کی اس پیشین گوئی کو جس نمایاں حیثیت سے روشن و اجاگر کیا اس کا ادنیٰ مظاہرہ یہ ہے کہ :-

(۱) فن حدیث کی پہلی کتاب مؤطا (امام مالک) کے نام سے دنیائے اسلام کے سامنے پیش کرنے کی شہادت وشرف آپ ہی کو حاصل ہے۔

(۲) آپ اگرچہ اتباع تابعین میں سے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مخصوص فضل وشرف آپ ہی کو مل گیا اکابر تابعین مثل امام زہری مدنی یحییٰ بن سعید انصاری' ہشام بن عروہ' سفیان ثوری' اور امام جعفر صادق وغیرہ آپ کے تلامذہ کی صف میں بیٹھے دکھائی دیتے ہیں۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ جن ائمہ عظام سے ابتدا میں ہم

نے تلمذ و علمی استفادہ کیا بالآخر ان حضرات کی ایک بہت بڑی اکثریت نے خود ہم سے استفادہ کیا۔

(۳) تاریخی حقیقت یہ ہے کہ ائمہ مذاہب و مجتہدین یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' قاضی ابو یوسف' امام محمدؒ' حسن بن زیاد' عبداللہ بن وہب' مفتی مصر ابوعمر اشہب' مصری امام ابن قاسمؒ اور خلفاء بنی عباسیہ' اور منصور ہادی' ہارون الرشید' محمد امین عبداللہ' مامون عباسی' اور حبشہ کے فاقہ مست اور عرب کے پھٹے پرانے کپڑوں والے بدوی آپ کے درس میں دوش بدوش بیٹھے دکھائی دیتے ہیں' حتیٰ کہ سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے نامور خاتم اسلام نے بھی آپ کے تلامذہ کی فہرست میں شامل ہونے کی غرض سے (موطا کی سماعت کے لئے) اسکندریہ سے قاہرہ تک کا سفر گوارہ کیا۔

امتحان و ابتلا:۔

عالم مدینہ کا علمی مقام چونکہ انتہائی بلند و نرالا تھا۔ بنا علیہ مصداق ''اَشَدُّ الْبَلَاءِ عَلَی الانبیآءِ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ اَلْحَدِیْث'' آپ کی آزمائش بھی انتہائی انوکھے طریقے سے کی گئی۔ کہ جس کے تصور سے ہی انسان لرزہ براندام ہو جاتا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ بعض فقہاء نے ایک ایسا فتویٰ دے دیا کہ امراو سلاطین کی عیاشی و شہوت رانی کے لئے انتہائی زبردست دلیل اور بہترین حربہ ہونے کے ساتھ نصوص شرعیہ کے بالکل خلاف و منافی تھا یعنی فتویٰ کے الفاظ یہ تھے کہ ''اگر کسی مرد سے زبردستی یا ڈرا دھمکا کر یا قتل وغیرہ کا خوف دلا کر اس کی عورت پر طلاق حاصل کر لی جائے تو ایسی طلاق بالکل حق و صواب اور جائز و صحیح ہے''

(۱) پس جب کہ یہ فتویٰ عالم مدینہ کے روبرو پیش ہوا تو آپ نے لَاطَلَاقَ وَ لَاعَتَاقَ فِیْ اَغْلَاقِ اَلْحَدِیْث'' کے پیش نظر علی الاعلان اس کی تردید و تکذیب کرتے ہوئے غیر مبہم الفاظ میں فرمایا کہ (طَلَاقُ الْمُکْرِہِ لَیْسَ بِشَیْءٍ) یعنی جبر و اکراہ سے

حاصل کردہ طلاق بالکل مفرد باطل ہے۔ مطلقہ عورت سے نکاح کرنا ویسے ہی حرام و ناجائز ہے جیسا کہ عام منکوحہ عورتوں سے شریعت نے حرام و ناجائز قرار دیا ہے۔

(۲) نہ صرف یہ کہ بلکہ عالم مدینہ اس حدیث سے یہ فتویٰ بھی دیتے ہیں کہ جس طرح طَلَاقُ الْمُکْرِہْ بالکل غلط و باطل ہے ایسے یہ بزور شمشیر بیعت خلافت حاصل کرنے والے خلیفہ کی بیعت بھی شرعاً جائز و درست نہیں ہے۔ اور منصور کی بیعت خلافت چونکہ جبر و اکراہ پر مبنی تھی اس لئے عالم مدینہ کے دونوں اعلانات بظاہر حکومت کو کھلا چیلنج تھے۔ اور اس طرفہ پر طرہ یہ کہ ان دنوں مدینہ منورہ کا گورنر جعفر بن سلیمان تھا جو کہ منصور عباسی کا چچازاد بھائی تھا۔

پس جبکہ یہ دونوں اعلانات اس نے سنے تو قرابت و حکومت کے نشہ سے سرشار اس نے امام صاحب کو انتباہی نوٹس دیا کہ آپ ہی کتاب وسنت کی نشر و اشاعت کے لئے مختص تھا بنا علیہ آپ نے جعفر بن سلیمان کے انتباہی نوٹس کی ایک ذرہ بھر بھی پرواہ نہ کی بلکہ مزید جوش و خروش سے رد و تردید کرتے ہوئے کھلم کھلا اعلان کرتے اَلطَّلَاقُ الْمُکْرَہُ لَیْسَ بِشَیْءٍ یعنی جبر و اکراہ سے حاصل کردہ طلاق غلط و باطل ہے اور اس سے نکاح کرنے والا ویسے ہی مجرم ہے جیسے کہ دوسری منکوحہ عورت سے نکاح کرنے والا۔ جعفر نے یہ معلوم کر کے کہ امام صاحب نے میرے حکم (Order) کو ٹھکرا دیا ہے آگ بگولہ ہوا اور پولیس کو حکم دیا کہ امام صاحب کو اخلاقی مجرم کی حیثیت سے انتہائی ذلیل کن حالت میں پیش کیا جائے پس تعمیل حکم میں امام صاحب کو پولیس نے مجرموں کے کٹہرا میں لا کر کھڑا کر دیا۔ جعفر نے غصہ سے لال پیلا ہو کر سخت و سست الفاظ سے کہا کہ:-

> ''اپنا فتویٰ واپس لو یا کم از کم ایسا فتویٰ نہ دینا ورنہ سخت ذلیل کن سزا دی جائے گی''

امام صاحب نے بالکل واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اس کے روبرو کھلے الفاظ میں اَلطَّلَاقُ الْمُکْرَہُ لَیْسَ بِشَیْءٍ کا نعرہ لگاتے ہوئے فرمایا کہ اگر تمھارے

مفتیوں کے پاس اور تمھارے پاس کوئی نص قطعی موجود ہے تو پیش کرو ورنہ ہم فتوی کو واپس لینے یا اس سے باز رہنے کیلئے قطعاً تیار نہیں ہیں' والئی مدینہ جعفر یہ حالت دیکھ اور سن کر پہلے سے زیادہ بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ حکومت کے باغی اور فقہا کی مخالفت کرنے والے کا دماغ کوڑوں ہی کی ضربات سے درست کیا جائے گا' چنانچہ اس نے جلادوں کو حکم دیا' کہ فوراً کوڑے لگائیں اور جب تک یہ اپنا فتویٰ واپس لینے کا اقرار نہ کریں' بدستور کوڑے لگاتے رہیں' چنانچہ جب جلادوں نے کوڑے مارنے شروع کئے تو بجائے اس کے کہ آپ زدوکوب سے بے قرار ہو کر فتوی واپس لے لیتے آپ نے ہر ضرب کی شدت کو ضبط کرنے کیلئے طَلَاقُ الْمکْرہ لَیسَ بِشَیْءٍ کا اعلان شروع کر دیا' حتی کہ کوڑوں کی ضربات سے آپ کے دونوں شانے معطل و بے کار ہو گئے تمام بدن لہو لہان اور کپڑے لت پت ہو گئے' مگر عالم مدینہ ہیں کہ پورے استقلال سے کہہ رہے ہیں طَلَاقُ الْمُکْرَہُ لَیسَ بِشَیْءٍ یا پھر بھی فرماتے اُئْتُوْنِی بِشَیْءٍ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ وَسُنَّۃ رَسُوْلِہٖ اگر منوانا ہے تو کتاب وسنت سے کوئی ثبوت دکھاؤ مالک بن انس کو کوڑوں کی ضربات وںڈھال کر کے کلمہ حق سے باز رکھنا۔

''ایں خیال است و محال است وجنوں''

والئ مدینہ جعفر نے جب یہ حیران کن ماجرا دیکھا تو اپنی خفت وندامت کو ٹالنے اور حضرت امام صاحب کو فریہ ذلیل ورسوا کرنے کی غرض سے یہ حکم دیا' کہ آپ کا منہ کالا کر کے الٹے منہ اونٹ پر سوار کرتے ہوئے اور مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں تشہیر کراتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ جو کوئی حکومت اور علماء کی مخالفت کرے اس کی قرار واقعی یہی سزا ہے۔

پس جب عالم مدینہ کو مذکورہ اعلان کے ساتھ گلی کوچوں میں پھرانا شروع کیا تو جب منادی کرنے والا خاموش ہو جاتا تو آپ اونٹ پر کھڑے ہو کر یہ اعلان فرماتے۔

﴿مَنْ عَرَفَنِي فَقَدْ عَرَفَنِي وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْنِيْ فَاَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ

اَلْاَشْجَعِي وَ اَقُولُ طَلَاقُ الْمَكْرِهَ لَيْسَ بِشَيْءٍ﴾

جو شخص مجھے جانتا ہے اسے تو میرے حال کا خوب علم ہے اور جو نہیں جانتا اسے میں خود بتائے دیتا ہوں کہ مالک بن انسؒ اشجعی انصاری ہوں اور میری اس تشہیر کا سبب یہ ہے کہ میں کہتا ہوں کہ جبر و اکراہ سے حاصل کردہ طلاق شرعاً صحیح و جائز نہیں ہے۔

پس جب دو تین دفعہ امام صاحب نے یہ اعلان کیا تو سامعین میں سے کسی نے جا کر جعفر بن سلیمان سے کہا کہ تمھاری منشاء تو عالم مدینہ کی توہین و تحقیر تھی۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہے کہ امام صاحب حکومت کی تشہیر کر رہے تھے۔ کہ یہ ایسی ظالم حکومت ہے کہ خلاف شریعت ظلماً جبراً منکوحہ عورتوں پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا اس حقیقت سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد جعفر نے کہلا بھیجا کہ امام مالک کو اپنے حال پر چھوڑ دو چنانچہ جب حکومت کے کارندوں نے آپ کو کھلا چھوڑ دیا تو آپ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور دوگانہ شکر ادا کیا۔

یہ ماجرا دیکھ کر بعض لوگوں نے سوال کیا۔ کہ حضرت آپ کے بدن سے خون جاری ہے کپڑے اور بدن لت پت ہیں۔ کیا ایسے حال میں نماز جائز ہے۔ آپ نے فرمایا جبکہ حضرت سعید بن جبیر پر حجاج بن یوسف نے ظلم کے پہاڑ توڑے تھے۔ تو انھوں نے اسی خون آلود کپڑوں میں اور جاری خون کی حالت میں دوگانہ شکر ادا کیا۔ بنا علیہ ان کی اقتدا میں ہم نے بھی یہ دوگانہ ادا کیا ہے ممکن ہے اللہ کے نزدیک یہی نماز عمر بھر کی نمازوں سے زیادہ افضل اور مقبول ہو۔

ذلیل حوادث سے مڑتا ہے کہیں مردوں کا منہ"
دشیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب میں"

خلیفہ منصور کو جب اس اندوہناک واقعہ کی اطلاع ملی تو اس نے اسی وقت جعفر بن سلیمان کو لکھا کہ تیری بے وقوفی کی یہی سزا ہے کہ تن تنہا گدھے پر سوار ہو کر بغداد پہنچ۔

معذرت:۔

منصور نے حضرت امام صاحب کی خدمت میں عذر خواہی کرتے ہوئے خط

ارسال کیا کہ جعفر بن سلیمان کی اس کمینہ حرکت پر میں نے اسے عبرتناک سزا یہ دی ہے کہ معزول کر کے تن تنہا گدھے پر سوار بغداد طلب کیا ہے- بعد میں منصور نے خود مدینہ پہنچ کر امام صاحب سے معافی چاہتے ہوئے اظہار افسوس کیا تو امام صاحب نے فرمایا کہ ہم نے تو رسول کریم ﷺ کے خاندان اور چچیرے بھائی کی وجہ سے جعفر بن سلیمان کو اسی وقت معاف کر دیا- یہ ہے اسوۂ حسنہ لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کی زندہ تفسیر' ایک اور روایت میں ہے- کہ جب منصور کو اطلاح ملی کہ علمائے حجاز سخت مخالفت کرر ہے ہیں پس یہ معلوم کر کے منصور سیدھا مدینہ منورہ پہنچا اور جب کہ کافی رات گزر چکی تو منصور نے امام مالک اور دوسرے نامی گرامی علماء کو طلب کیا- پس امام صاحب کفن کے کپڑے پہن کر حنوط (وہ خوشبو جو کہ مردوں پر چھڑکی جاتی ہے) لگا کر منصور کے پاس پہنچے- منصور نے علماء کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اگر مجھ میں کوئی عیب ہے تو آپ کا فرض ہے کہ بطور خیر خواہی مجھے فہمائش کریں مزید کہ مجھے بدنام و ذلیل کرنے کی کوشش کریں' میں جانتا ہوں کہ حجازی لوگ بے حد شریر ہیں- مگر یہ بھی صحیح ہے کہ جب سختی کی جائے تو پھر ان میں برداشت بھی نہیں ہے- مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ مخالفت کرر ہے ہیں- امام مالک نے کہا مجھے تو اس کے جواب سے معاف رکھا جائے- پس دوسرے لوگوں نے مناسب جواب دے کر خلیفہ کو مطمئن کر دیا پس جب سب لوگ رخصت ہو چکے تو منصور نے امام صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا ماجرا ہے کہ آپ کے کپڑوں سے حنوط کی خوشبو آرہی ہے- امام صاحب نے فرمایا بے وقت طلبی سے یہی اندازہ لگایا گیا کہ خلیفہ چونکہ جوش وغضب سے آیا ہے لہٰذا آج ضرور قتل کر دے گا اس لئے کفن پہن کر آیا ہوں- منصور یہ جواب سن کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ اے ابا عبداللہ کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ستون اسلام کو اپنے ہاتھ سے نیچے گراؤں-

اس کے بعد جب ہارون الرشید خلیفہ ہوا- تو اس نے عالم مدینہ سے کہا کہ میرے لڑکوں کو قصر معلّٰی میں آ کر پڑھایا جائے- امام مالک نے کہا اے امیر المومنین علم آپ کے خاندان کا ورثہ ہے- جب آپ لوگوں نے یہی اس کی قدر نہ کی تو پھر دوسرا

کون اس کی عزت کرے گا-لوگ علم کے پاس آیا کرتے ہی یہ کبھی ان کے پاس نہیں جایا کرتا- یہ معقول جواب سن کر ہارون الرشید نے کہا اچھا تو میرے لڑکوں کو علیحدہ وقت دیجئے امام صاحب نے فرمایا یہ بھی ناممکن ہے-خلیفہ نے کہا اچھا یہ مجلس درس میں یہ حاضر ہو جایا کریں گے مگر یہ نوازش کیجئے کہ موطاء کی قرأت خود فرمایا کریں- امام صاحب نے جواب دیا کہ طریق درس کی تبدیلی بھی ناممکن ہے- بالآخر ہارون الرشید کو سوائے خاموشی کے کوئی چارہ نہ رہا اور شہزادوں کو حبشی فاقہ مست اور پھٹے پرانے کپڑوں والے بدوی عرب طلباء کے دوش بدوش بیٹھا کر موطاء کی سماعت پر رضامند ہو گیا-

فقیہ عراق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت فی الدین:-

حضرت امام صاحب کے تقویٰ اور اخلاق حق کی جو تصویر علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النعمان میں پیش کی ہے اس کی ایک جھلک نمونتاً عرض ہے-

آپ کی تجارت نہایت وسیع تھی لاکھوں کا لین دین تھا اکثر شہروں میں گماشتے مقرر تھے بڑے بڑے سوداگروں سے معاملہ رہتا تھا- ایسے بڑے کارخانہ کے ساتھ دیانت اور احتیاط کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ ناجائز طور پر ایک حبہ بھی ان کے خزانے میں داخل نہیں ہو سکتا تھا- چنانچہ ایک دن اپنے حفص (اپنے شاگرو) کے پاس خز (ریشم) کے کچھ تھان بھیجے اور کہلا بھیجا کہ فلاں فلاں تھان میں قدرے عیب ہے خریدار کو عیب اور نقص کا ذکر کر دینا- فروخت کرتے وقت حفص کو ہدایت یاد نہ رہی اور سب تھان (برابر کی قیمت پر) بیچ ڈالے- جب امام صاحب کو معلوم ہوا کہ خریدار کو نقص نہیں بتایا گیا تو تمام تھانوں کی پوری قیمت جو تیس ہزار تھی خیرات کر دی-

سخاوت اور خیرات:-

سخاوت اور خیرات کا یہ عالم تھا کہ شیوخ اور محدثین کے لئے تجارت کا ایک

حصہ مختص تھا جو سال بسال ان کو پہنچا دیا جاتا۔

ضبط وتحمل :۔

ایک دن حلقہ درس میں ایک نوجوان نے مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا۔اس نے کہا تم نے مسئلہ غلط بتایا ابوالخلاب جرجانی بھی اس میں موجود تھے انھوں نے حاضرین مجلس کو جوش وغصہ سے کہا تم لوگ بڑے بے حمیت ہو کہ امام کی شان میں ایک لونڈا جو جی میں آتا ہے۔کہہ جاتا ہے تم کو ذرا جوش نہیں آتا۔امام صاحب نے جرجانی سے کہا میں یہاں بیٹھا ہی اس غرض سے ہوں کہ لوگ آزادانہ طور سے میری رائے (قول وفتویٰ) کی غلطیاں نکالیں اور میں تحمل سے ان کی باتوں کو سنوں۔

خشیت وانابت الیٰ اللہ :۔

(۱) ایک دفعہ مسئلہ بتارہے تھے کہ ایک شخص نے کہا ابوحنیفہ! خدا سے ڈر کر فتوے دیا کرو۔یہ سن کر امام صاحب پر اس کا اس درجہ اثر ہوا کہ چہرے کی رنگت بدل گئی اور کہا بھائی! خدا تجھے جزائے خیر دے' اگر مجھے کتمانِ علم کے مواخذہ کا خوف نہ ہوتا تو میں بالکل فتویٰ نہ دیتا۔

(۲) ایک دفعہ عشآء کی نماز میں آپ نے سورۂ زلزال پڑھی لوگ نماز سے فارغ ہو کر چلے گئے۔تھوڑی دیر میں (راوی واقعہ) بیٹھا رہا دیکھا تو امام صاحب ٹھنڈی سانس بھر رہے ہیں۔یہ دیکھ کر کہ آپ کی عبادت میں خلل نہ ہو میں بھی چل دیا۔صبح کے وقت جب میں نے دیکھا تو امام صاحب غمگین بیٹھے ہیں۔اور داڑھی ہاتھ میں پکڑے ہوئے بڑی رقت سے کہہ رہے ہیں۔

''اللہ کہ تو ذرا ذرا نیکی اور بدی کا بدلہ لے گا اپنے غلام نعمان کو دوزخ کی آگ سے بچانا''

(۳) ایک دن بازار جارہے تھے کہ اچانک بے خبری سے ایک لڑکے کے پاؤں پر

آپ کا پاؤں آ گیا وہ چلایا اور کہا کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا یہ سننا تھا کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی امام مسعر بن کدام جو کوفہ کے مشہور محدث تھے- وہ آپ کے ساتھ تھے انھوں نے سنبھال لیا اور ہوش آنے پر آپ سے کہا ایک لڑکے کی بات پر اس قدر بے قرار ہونا کچھ معنی نہیں رکھتا-

آپ نے فرمایا عجب نہیں کہ لڑکے کی آواز تائید غیبی ہو-

(۴) ایک دن حسب معمول آپ دکان پر گئے نوکر نے کپڑے کے تھان نکلوا کر رکھے دکان لگائی اور تفاول کے طور پر کہا خدا ہم کو جنت دے یہ سن کر امام صاحب پر رقت طاری ہوئی اور اس قدر روئے کہ رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے- نوکر سے کہا دکان بند کر دو اور خود چہرے پر رومال ڈال کر باہر نکل گئے- دوسرے دن جب دکان پر آئے اور نوکر سے کہا کہ بھائی ہم اس قابل کہاں کہ جنت کی آرزو کریں یہی بہت ہے کہ عذاب الٰہی سے نجات مل جائے-

ابتلاء:-

تاریخ گواہ ہے کہ علمائے ربانی کے نمایاں خصوصیت اور امتیازی شان یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے اقتدار کو ٹھکراتے رہے- اور اگر کسی وقت مجبوراً اقتدار کی پیٹھ پر سوار ہونا بھی پڑا تو اہل اللہ نے عدل وانصاف کے چابک سے اقتدار کو ہنکایا کہ شاہ وگدا ایک ہی مقام پر کھڑے (شیر اور بکری ایک ہی مقام) پر نظر آتے ہیں-

بایں همه جہاں کہیں ان کو ایک ذرہ بھی وہم وگمان ہوا کہ اقتدار عدل و انصاف کے کوڑے ولگام سے قابو نہیں آئے گا تو پھر وہ اقتدار کی سواری سے اس درجہ خائف وبے زار ہوئے کہ دنیا کے مصائب وآلام کو ترجیح دی- اور توہین وتذلیل کو راحت سمجھ کر موت کو خندہ پیشانی سے لبیک کہا اس حقیقت سے آشنا ہونے کے لئے نموتناً حضرت امام ابوحنیفہ کی زندگی ملاحظ کیجئے- گورنر کوفہ ابن ہبیرہ بنوامیہ کے آخری خلیفہ مروان کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے ان کو قاضی کی ضرورت تھی- حضرت امام

ابو حنیفہ کی فقاہت وشہرت سے متاثر ہو کر امام صاحب کو بلوا کر عہدہ قضا قبول کرنے کی درخواست کی۔

امام صاحب :۔ قاضی کا عہدہ ایسی ذمہ داری ہے کہ میں اسے ہرگز سرانجام نہیں دے سکتا۔

ابن ہبیرہ :۔ ہم کو ضرورت ہے اور آپ سے زیادہ کوئی دوسرا موزوں نہیں آپ ضرور یہ عہدہ قبول کیجئے۔

امام صاحب :۔ میں ہرگز ہرگز قاضی نہیں بنوں گا۔

ابن ہبیرہ :۔ آپ کو جبراً اور حکماً قاضی بنایا جائے گا۔

امام صاحب :۔ اس عہدہ کو چونکہ میرا عقیدہ جائز نہیں مانتا اس لئے جبر و اکراہ کی کوئی صورت بھی مجھے اسے قبول کرنے پر آمادہ نہیں کرسکتی۔

ابن ہبیرہ :۔ آپ کی جرأت مندانہ گفتگو حکومت کی توہین و بغاوت پر مبنی ہے لہذا آپ کو عبرتناک سزا دی جائے گی۔

امام صاحب :۔ ہر قسم کی سزا و مصیبت بخوشی منظور ہے لیکن قاضی نہیں بنوں گا۔

ابن ہبیرہ :۔ (آگ بگولا ہو کر جلادوں کو حکم دیا) اس گستاخ کو لے جاؤ اور صبح کرواور جب انکار کرے تو پھر کوڑا لگاؤ۔ لہذا پورے دس دن مسلسل ایسی ہی ذلت آمیز سزا جاری رکھو۔ امام صاحب مسلسل دس دن بخوشی یہ انتہائی دردناک اور توہین آمیز سزا قبول کرتے ہوئے فرماتے رہے کہ مجھے دنیا کی یہ سزا منظور ہے لیکن اللہ کی ناراضگی اور سزا گوارا نہیں ہوسکتی۔

ابن ہبیرہ کو دس دن کے بعد جب پختہ یقین ہوگیا کہ امام صاحب سے عہدہ قضا منوانا ایں خیال است و محال است جنوں ہے تو پھر نادم اور شرمندہ ہو کر امام صاحب کو واگزار کروادیا۔

منصور عباسی کا عہدہ قضا پیش کرنا :۔

منصور نے جبکہ بزور شمشیر اپنی سلطنت کو مستحکم کرلیا۔ تو پھر ان مشاہیر وعلماء کو جو

اس کے برخلاف علویوں کو حکومت کے حامی وطرف دار تھے۔ قتل کرنا اور عبرتناک سزائیں دینا شروع کیں مشاہیر علماء کوفہ' حضرت امام ابوحنیفہ' سفیان ثوری' مسعر بن کدام' اور حضرت شریک چونکہ منصور کے سخت مخالف اور علویوں کے زبردست حامی تھے۔ بجائے قتل وسزا کے ان کو مطیع منقاد اور اپنا ہم خیال بنانے کے لئے منصور نے انہیں اپنا قاضی بنانے کی تجویز اختراع کی۔ چنانچہ منصور بصرہ کی آخری مہم سر کر کے جبکہ ۱۴۴ء میں آرام سے بغداد پہنچ گیا تو اس نے اپنے کوفہ کے نائب عیسیٰ بن موسیٰ کو لکھا کہ مذکورہ چاروں نامدار علماء کو حراست میں میرے پاس بغداد بھیجو۔

گورنر عیسیٰ بن موسیٰ ان بزرگ ہستیوں کو حراست میں لے کر بغداد بھجوانے کا انتظام کیا تو امام ابوحنیفہ نے اپنے رفقاء سے کہا کہ منصور کی نیت بخیر نہیں لہذا میں اندازاً اپنا تخمینہ عرض کرتا ہوں۔

﴿اَمَّا اَنَا فَاحْتَمِلُ وَاَتَخَلَّصُ وَاَمَّا مَسْعَرُ فَیَتَحَامَقُ وَاَمَّا سُفْیَانُ فَیَهْرَبُ وَاَمَّا شَرِیْکُ فَیَلِیْ لَهُمُ الْقَضَآءِ﴾

مجھے تو امتحان وابتلا کے بعد خلاصی ہوگی۔ مسعر پاگل ودیوانہ کی صورت اختیار کر کے خلاصی پائیں گے سفیان مفرور ہو کر شریک قاضی بن جائیں گے۔ انجام یہی ہوا کہ حضرت سفیان تو رات کو موقع پا کر بھیس بدل کر مفرور ہونے میں کامیاب ہو گئے اور بقیہ تینوں بزرگ بغداد پہنچائے گئے۔ مسعر جب منصور کے روبرو پیش ہوئے تو اسلام علیکم کے بعد منصور سے یوں خیریت پوچھنے لگے۔

﴿کیف حالک وکیف عیالک وکیف حمیرک وکیف دوابک﴾

تیرا کیا حال ہے اور تیرے عیال کا کیا حال ہے اور کیا تیرے گدھے خیریت سے ہیں اور باقی تیرے جانور کیسے ہیں۔

یہ ماجرا دیکھ کر منصور نے حاجب کو حکم دیا۔ اَخْرِجُوْهُ فَاِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ:۔ اسے مجلس سے نکال دو یہ تو پاگل اور دیوانہ ہے حضرت شریک جب پیش ہوئے تو منصور نے

بعد خیر و عافیت کہا کہ تم بھی سفیان کی طرح مفرور ہونا چاہتے ہو یا قاضی کا عہدہ منظور ہے- پس امام شریک نے عہدہ قضا قبول کر کے مخلصی پائی -حضرت امام ابوحنیفہ کو منصور کے روبرو پیش کرتے ہوئے کہا امیر المومنین یہ حضرت ابوحنیفہ ہے- جو کہ بہت بڑے فقیہ ہیں-

منصور:- (امام صاحب سے مخاطب ہوکر) مجھے آپ جیسے ذی علم ونکتہ رس قاضی کی اشد ضرورت ہے- لہٰذا ازراہِ نوازش میری درخواست قبول فرمایئے-

امام صاحب:- امیر المومنین میں تو عہدہ قضا کے قابل ہی نہیں-

منصور:- تمہارا یہ کہنا کہ میں عہدہ قضا کے قابل نہیں بالکل جھوٹ ہے-

امام صاحب:- آپ کے فرمان کے مطابق میں جھوٹا ہوں تو پھر میں ہرگز قاضی بننے کے قابل نہ رہا کیونکہ جھوٹے کو قاضی بنانا عقلاً وشرعاً بالکل جائز نہیں-

منصور:- بحث و تمحیص کی صورت نہیں بہر حال آپ کو قاضی بننا ہوگا-

امام صاحب:- چونکہ میں اس اہم ذمہ داری کو سرانجام دینے سے قاصر ہوں لہذا مجھے ضرور معاف ہی رکھیے-

منصور:- واللہ! میں تمہیں قاضی بنائے بغیر ہرگز نہیں چھوڑوں گا-

حاجب:- (امام صاحب سے مخاطب ہوکر) امام صاحب امیر المومنین قسم کھا چکے ہیں- لہٰذا آپ کو عہدہ قضا قبول کرتے ہوئے امیر المومنین کی قسم کو ضرور سچا ثابت کرنا چاہیے-

امام صاحب:- امیر المومنین کو قسم کا کفارہ دینا بالکل آسان ہے مگر میرے لئے عہدہ قضا کو قبول کرنا بہت مشکل ہے-

منصور:- میں ہرگز ہرگز کفارہ ادا نہیں کروں گا بلکہ تمہیں جبراً قاضی بناؤں گا-

امام صاحب:- واللہ باللہ میں قطعاً قاضی نہیں بنوں گا-

منصور:- تمہیں جیل میں قید کر دیا جائے گا اور جب تک یہ عہدہ قبول نہیں کرو گے رہائی نہیں پاؤ گے-

امام صاحب:۔ قید تو بخوشی منظور ہے مگر قضا ہر گز قبول نہیں ہے۔
منصور:۔ بگڑ کر حکم دیتا ہے ان کو جیل لے جاؤ تاوقت یہ کہ عہدہ قضا قبول نہ کریں تاحین حیات قید میں ہی رکھو۔

امام صاحب انتہائی مسرت سے جیل چلے گئے یہ ۱۴۶ء تھا منصور ابتدا قید سے ۱۵۰ء تک برابر اس پر مصر رہا کہ آپ عہدہ قضا کے بغیر جیل سے رہائی نہیں پا سکتے چنانچہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

واخر جد المنصور مرات من الْحَبْسِ يتوعده٥

امام صاحب بھی ہر بار یہی جواب دیتے۔

يا منصور اتق الله ولا قول الا من يخاف الله تعالیٰ والله مَاانا مامون فی الرضآء فكيف اكون مامون فی الغضب٥

(طبقات شعرانی اکمال وغیرہ)

''منصور کچھ تو اللہ سے ڈر (مجھ پر ظلم نہ کر) خدا کی قسم میں تو اپنے آپ کو اس حال میں بھی اللہ تعالیٰ کی غضب سے مامون نہیں سمجھتا۔ پس عہدہ قضا جو غضب الٰہی کا موجب ہے۔ قبول کرتے ہوئے کیسے نجات کا امیدوار ہو سکتا ہوں۔ منصور کو جب ۱۵۰ھ تک کی مسلسل کوشش سے ناکامی اور ناامید ہوگئی تو اس نے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے بے خبری میں زہر دلوا دیا۔ جبکہ امام صاحب کے شاگرد کا قول بلفظ یہ ہے۔

ثُمَ سقاه فمات و ذالک فی سنة خمسين ومئة وَلَهُ سبعونَ سنتة. (تاریخ بغداد)

منصور نے زہر دلوا دیا پس آپ ۱۵۰ھ میں شہید ہوئے اس وقت آپ کی عمر ستر سال تھی۔ آپ کی سن پیدائش ۸۰ھ ہے۔

زہر کا اثر:۔

جب آپ کو معلوم ہوا اور شہادت یقینی ہوگئی تو دوگانہ شکر ادا کیا کہ مولا کریم تو

نے مجھے اپنے فضل سے جیسے راہ حق میں مشکلات اور مصائب برداشت کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ ویسے ہی ان کو قبول فرمائے۔ غرضیکہ منصور کی قید سے آپ اس وقت رہا ہوئے جبکہ روح جسم کی قید سے آزاد ہوئی:۔

صداقت کے بیان کرنے سے مومن رک نہیں سکتا
اتر سکتا ہے سر خود دار کا پر جھک نہیں سکتا

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت فی الدین:۔

امام احمد بن حنبل دنیائے اسلام کی وہ شخصیت ہیں جن کی نظر امت میں کمیاب ہے۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانی نے آپ کا تعارف سیرت النعمان میں یوں کرایا ہے۔

بڑے بڑے علماء کا قول ہے کہ اسلام کو دو شخصوں نے نہایت نازک وقت میں محفوظ کیا۔ ❶ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنھوں نے مرتدین عرب کا استیصال کیا۔ ❷ امام احمد بن حنبل جو مامون رشید وغیرہ کے زمانے میں حدوث قرآن (خلق قرآن) کے منکر رہے بلکہ ایک اعتبار سے امام احمد بن حنبل کو ترجیح ہے کیونکہ صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیقؓ کے معاون و مددگار تھے لیکن امام احمد کا کوئی مددگار نہیں تھا۔ (سیرت النعمان ۷۷)

مزید تصدیق کے لئے ارشاد نبوی ملاحظ کیجئے۔ انه كائن في أمتي ما كان في بني اسرائيل حَتّٰى اِنَّ الْمِنْشَارَ ليوضع على مفرق راس احد هو بابعده ذالک عن دينه۔ میری امت میں بنی اسرائیل کی طرح ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ اگر ان کے سر پر آرہ بھی رکھ دیا جائے تو یہ دردناک حادثہ ان کو اظہار حق سے باز نہیں رکھ سکے گا۔ علامہ ابن قدامہ یہ روایت ذکر کر کے فرماتے ہیں۔ لو كان احمد بن حنبل قام بهذا الشان لكان عاذًا وشنارا علينا اِلى يوم القيامة ان قومًا سنلو فلم يخرج منهم احدًا۔ (مغنی جلد اول صفحہ ۵)

اگر امام احمد بن حنبل اس مسئلہ میں پورا عزم و استقلال نہ دکھاتے۔ تو

امت کے لئے قیامت تک عار اور شرمندگی کا باعث ہوتا۔ اس وقت پوری قوم میں سوائے احمد بن حنبل کے کوئی بھی میدان میں نہ نکلا' علامہ شعرانی طبقات الکبری میں لکھتے ہیں کہ

خلیفہ مامون عباسی جب کہ معتزلہ جیسے بدترین و گمراہ فرقہ کا عقیدت مند ہو گیا تو اس نے فیصلہ کیا کہ قانونی طور پر مسئلہ خلق قرآن کو اسلام کا بنیادی عقیدہ قرار دیا جائے'' تو اس نے عوام وخواص سے بزور شمشیر جبراً قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار لینا شروع کیا اور اپنے عمال کو حکم دیا۔ کہ جو مسلمان اس بنیادی عقیدہ سے انحراف کرے۔ اسے سخت سے سخت سزا دی جائے اگر وہ اپنی ضد سے باز نہ آئے تو اسے ہمارے روبرو پیش کیا جائے تاکہ اس آخری فہمائش کے بعد اپنے روبرو پیش کیا جائے تاکہ ہم اسے قتل کر کے دوسروں کے لئے عبرت قرار دیں۔

چنانچہ ان گنت و بے شمار علمائے حق کے قتل وخون ناحق سے اس نے اپنے ہاتھ رنگیں کئے اور ارض بغداد کو لالہ زار بنا دیا۔ یہ ہیبت ناک منظر وانجام دیکھ کر اسلامی دنیا میں تہلکہ برپا ہو گیا۔ اس عہد کے مشاہیر اسلام کی اکثریت نے اس مسئلے میں سکوت کو سلامتی یقین کیا۔ اور بعض نے تقیہ کے طور پر دھوکہ دے کر زبانی اقرار سے نجات چاہی۔ لیکن امام السنہ جو کہ روز اول سے اس فتنہ کے استیصال اور سد باب کے لئے مختص ہو چکے تھے۔ انھوں نے برملا اور علی الاعلان اَلْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوْقٍ یعنی قرآن مجید اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں کا نعرہ بلند کیا۔ چند روز تو حکومت نے امام السنہ کے جاہ وجلال کو علمی مقام سے متاثر ہو کر روگردانی اور خاموشی اختیار کی لیکن جب دیکھا کہ جب تک امام السنہ سے خلق قرآن کے عقیدہ کا اقرار نہ لیا جائے دنیائے اسلام اس عقیدہ کو قبول نہیں کرے گی۔ چنانچہ حکومت کی طرف سے آپ کی گرفتاری اور انتہائی اذیت وقید وبند کا آڈر جاری کر دیا گیا۔

سنت سے عقیدت ومحبت :-

سنت سے عقیدت ومحبت کی عملی مثال آپ نے یوں پیش کی کہ جب آپ کو

اپنی گرفتاری وغیرہ کی خبر واطلاع موصول ہوئی تو آپ روپوش ہوگئے اور تین دن گزارنے کے بعد پھر برملا آزادانہ پھرنے اور اپنے عقیدے کی نشر واشاعت میں مصروف ہوگئے۔ یہ ماجرا دیکھ کر عقیدت مندوں نے عرض کی کہ حضور حکومت کے کارندے تو بدستور آپ کی گرفتاری اور تلاش میں مصروف ہیں تو آپ نے جواب دیا یہ تو ہم خود جانتے ہیں لیکن سنت کی مخالفت گوارا نہیں ہوسکتی۔ رسول کریم ﷺ غار ثور میں صرف تین دن ہی کفار کی گرفتاری کی وجہ سے چھپے اور غائب رہے اس لئے ہم نے بھی اتباع سنت کے طور پر تین دن غائب رہنے پر اکتفا کیا۔

بالآخر حکومت کے کارندوں یا وحشی درندوں نے آپ کو گرفتار کرلیا اور حسب ہدایت خونخوار حکومت آپ کو انتہائی اذیت پہنچانے اور ذلیل ورسوا کرنے کی غرض سے آپ کی مشکیں کس کر باندھ دیں اور چار سخت بوجھل بیڑیاں آپ کے پاؤں میں ڈال کر مامون کے نائب اسحاق کے روبرو پیش کردیا آپ کے علاوہ آپ کے ہمراہ حضرت محمد بن نوح اور قواریری وغیرہ تین علماء اور بھی تھے۔ پس اسحاق نے انتہائی وحشیانہ انداز سے آپ کو سخت وست اور برا بھلا کہا اور شدید سے شدید اذیت اور مار پیٹ اور بالآخر ذلت سے قتل کی دھمکیاں دیں اور پھر جیل خانہ میں بند کردیا۔ پس خوف گھبراہٹ اور جیل کی مشکلات سے تنگ اور مجبور ہوکر قواریری کے سوا باقی دو ساتھیوں نے تو اقرار کرلیا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا ذاتی کلام نہیں بلکہ حادث اور مخلوق ہے۔ مگر مامون کو جب ان کے اقرار کی اطلاع دی گئی تو وہ کہنے لگا انھوں نے مجھے دھوکہ دینے اور اپنے آپ کو تکلیف اور ایذا سے بچانے کے لئے یہ اقرار کیا ہے۔ لہٰذا ان کو میرے روبرو پیش کیا جائے۔ چنانچہ مامون کا یہ حکم موصول ہونے پر ان چاروں اللہ والوں کا قافلہ مامون کی طرف روانہ کیا گیا اور بالخصوص امام السنہ سے بوقت روانگی بوجھل بیڑیوں کے ساتھ خود بخود اونٹ پر سوار ہونے کو کہا گیا تو امام السنہ بتوفیق الٰہی انتہائی عزم واستقلال سے کود کر اونٹ پر سوار ہوگئے اور مسنونہ اذکار اور دعا پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے۔ جب مامون کو اس قافلہ کی رسیدگی کی اطلاع دی گئی تو یہ خبر معلوم کرکے انتہائی جوش وخروش سے لال

پیلا اور بے اختیار ہو کر شمشیر برہنہ کو ہلاتا ہوا کہنے لگا۔

﴿وَقَرَابَتِیْ مِنَ الرَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَرْفَعُ السَّيْفَ عَنْ اَحْمَدَ وَ صَاحِبَيْ حَتّٰى يَقُوْلَا اَلْقُرْآنُ﴾

میں اپنے رسول کریم ﷺ سے قسم کھا کر کہتا ہوں۔ احمد اور اس کے ساتھی دل سے قرآن کا اقرار کریں گے ورنہ میں خود ان کو اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا۔ جس مجلس میں مامون نے یہ اعلان یا اس میں مامون کا وہ خاص غلام جس کو امام السنہ سے والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ پس یہ سنتے ہیں وہ مومن صادق امام السنہ کی طرف دوڑتا ہوا پہنچا اور انتہائی غمگین حالت سے آبدیدہ ہو کر آنسو پونچھتے ہوئے امام السنہ سے عرض کرنے لگا کہ اے ابا عبداللہ! آج تو بڑے سخت امتحان کا دن ہے کیونکہ جب سے مامون تخت خلافت پر بیٹھا ہے اس دن سے لے کر آج تک میں نے اسے کبھی اس طرح کے جوش وغصہ میں نہیں دیکھا کہ جس غیض وغضب سے آج دیوانہ وار تلوار کو ہلاتا ہوا دیکھا جا رہا ہے۔ اور مکرر وسہ کرر وقرابتی من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کے الفاظ دہرا رہا ہے۔ امام السنہ نے جب یہ واقعہ اس غلام کی زبان سے سنا تو آسمان کی طرف منہ کرتے ہوئے اس خلوص اور توجہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اجابت حق نے عاشقانہ وار لبیک کہی۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ امام السنہ کی حاضری سے پیشتر خلیفہ پر انتہائی شدت کا بخار طاری ہوا۔ کہ لحاف اور گرم کپڑے اوڑھنے' پسنیہ لانے اور تسکین دینے والی ادویات دینے اور کافی سے زیادہ مقدار کی آگ سے کمرہ کو گرم رکھنے اور لرزہ کو روکنے کی تجاویز فیل و ناکام ہو کر رہ گئیں۔ کہ بمصداق'

''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی''

حتیٰ کہ ابھی تہائی رات باقی تھی کہ اس لرزہ نے مامون کی جان ہی کو بتوفیق الٰہی بدن سے نکال باہر کیا جس سے شاہی محل میں کہرام مچ گیا اور وہی غلام خوشی ومسرت سے دوڑتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔

﴿صَدَقْتَ يَا اَحْمَدَ اَلْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ غَيْرَ مَخْلُوْقٍ قَدَمَاتَ وَاللّٰه

اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

اے امام احمد آپ سچ فرماتے ہیں کہ قرآن کلام الٰہی ہے- جو کہ قطعاً مخلوق نہیں خدا کی قسم! خلیفہ مر گیا پس اللہ تعالی نے آپ کو اس کے شر سے محفوظ کر دیا ہے مامون کی موت کے بعد معتصم جانشین ہوا وہ ظالم مامون سے بھی زیادہ خونخوار نکلا اور اس نے حکم دیا کہ روزانہ دس کوڑے آپ کو مارے جائیں- اور ایک کوڑا ایک ہی جلاد اپنی انتہائی قوت سے مارے- جن کی کیفیت یہ تھی کہ تلوار سے قتل کا جھانسہ دیا جاتا اور وہ زمین پر ماری جاتی اور اس کی بجائے کوڑا آپ کو مارا جاتا- حتیٰ کہ بعض مرتبہ آپ پر غشی سے بے ہوشی طاری ہو جاتی تو کوڑے مارنے والے رک جاتے- آپ پر یہ سلسلہ بدستور جاری رہا- حتیٰ کہ معتصم بھی مر گیا-

اس کے بعد معتصم کی جگہ واثق خلیفہ بنا' تو یہ معتصم سے زیادہ ظالم ثابت ہوا یعنی ایذا رسانی اور مار پیٹ میں اضافہ کر دیا- حتیٰ کہ یہ بھی مر گیا- غرضیکہ مسلسل تین حکمرانوں نے پورے اٹھائیس ماہ یعنی دو سال اور چار مہینے امام احمد بن حنبل کو انتہائی تشدد کا نشانہ بنایا- مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس درجہ صبر و سکون اور استقلال سے سرفراز فرمایا کہ آپ کوہ ہمالیہ سے بھی زیادہ اٹل اور محکم ثابت ہوئے- (رحمۃ اللہ علیہ)-

ابوالہیثم کی تسلی:-

مسلسل قید و بند سے پریشان ہوتے ہوئے آپ کے ہمدرد اور خیر خواہ جب آپ کو یہ مشورہ دیتے کہ آپ کم از کم حکومت کا یہ مشورہ قبول کر لیں کہ آئندہ خاموش رہوں گا تو آپ انتہائی صدمہ سے نڈھال ہو کر فرماتے کہ آپ مجھ پر ظلم و زیادتی نہ کریں اور نہ ہی میرے ایمان پر ڈاکہ ڈالیں مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! تیرے سوا کوئی مددگار نہیں تو اپنے فضل و کرم سے مجھے صبر اور استقامت بخش-

اما شعرانی لکھتے ہیں- کہ جب امام السنہ کو جلاد کوڑے مارنے کے لئے لے جا رہے تھے- تو ابوالہیثم نامی جو کہ عراق کا نامور ڈاکو تھا- راستہ میں ملا جس کو مار مار کر حکومت کے کارندے ہار چکے تھے- اس کے چوتڑوں سے گوشت علیحدہ ہو چکا تھا- اس نے اپنی حقیقت وکفیت بیان کرتے ہوئے کہا-

﴿يَا اَحْمَدَ اَنَا فُلَانٌ اللَّصّ ضُرِبْتُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِائَةَ سَوْطٍ لِاَقَرَّ فَمَا اَقْرَرْتُ وَاَنَا اَعْرِفُ اَنِّيْ عَلَى الْبَاطِلِ فاحذر ان تقلق وانت على الحق من حرارة السوط﴾

اے احمد تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں فلاں چوٹی کا شاہی ڈاکو ہوں اور مجھے اٹھارہ سو کوڑے اعتراف جرم کے لئے لگوائے گئے لیکن میں نے جرم کا اقرار نہ کیا حالانکہ میں خود جانتا ہوں کہ میں سراسر باطل پر ہوں لیکن تجھے یاد رکھنا چاہیے- تو حق کے راستے پر ہے- ایسا نہ ہو کہ کہیں کوڑوں کی ضربات سے گھبرا کر تو اپنے ایمان ہی کو ضائع کر بیٹھے- ثابت قدم رہنا اور مردانگی سے مصائب برداشت کرنا-

سیل حوادث سے کہیں مڑتا ہے مردوں کا منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب میں

امام السنہ عمر بھر ابوالہیثم کے لئے دعا کرتے رہے- اور فرمایا کرتے تھے کہ ابوالہیثم نے میرے ساتھ جس قدر ہمدردی اور خیر خواہی کی وہ دوستوں سے نہ ہو سکی-

تائید غیبی :-

ایسے ہی ایک دوسرے عبد من عباد اللہ نے تسلی دی کہ جس کا نہ تو نام ہی معلوم ہو سکا اور نہ ہی وہ صورت بعد میں کبھی سامنے آئی گویا وہ تائید ایسی تھی جو کہ انسانی صورت میں سامنے آ کر کہنے لگی-

﴿احذر یا احمد ان یکون قدومک مشئوما علی المسلمین﴾

اے احمد حکومت کے سامنے ثابت قدم رہنا تیری حاضری کہیں مسلمانوں کی

گمراہی کا موجب نہ ہو جائے کیونکہ دنیا کی نگاہیں تیری طرف اٹھ رہی ہیں۔

الناس ینظرون الٰی ماتقول فیقولون به فقال احمد حسبنا اللّٰه ونعم الوکیل:۔احمد کا قول واقرار ہی اس امر میں قول فعیل ہے پس جو کچھ احمد نے اقرار کیا وہی ہمارا قول اور عقیدہ ہے۔ یہ انتہائی وارننگ یا آخری مطمئن قول سن کر احمد نے کہا اللہ ہی مجھے کافی ہے۔

شعرانی لکھتے ہیں کہ امام السنہ چار بوجھل بیڑیوں سے جکڑ کر انتہائی ذلت سے جیل میں بند کر کے سرخیل معتزلہ ابن ابی داؤد کے ساتھ مناظرہ کے لئے جب مجبور کیا جاتا تو وہ مردود ہمیشہ ذلت وحقارت آمیز لہجہ سے دلائل باطلہ دے کر اور ترہیب و ترغیب وغیرہ سے خلق قرآن کے اقرار پر مجبور کیا جاتا۔ لیکن امام صاحب اس عزم و استقلال اور انتہائی جرأت سے براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ پیش کرتے۔ کہ خناس حیران وششدر اور لاجواب ہو کر شرمندہ ہو جاتا۔ بالآخر مجسم شیطان نے خلیفہ سے کہا کہ احمد ضَالٌ مُضِلٌ مبتدع ہے احمد ایسا گمراہ اور کٹر اضدی اور بدعتی ہے کہ اس سے خلق قرآن کے اقرار کی قطعاً توقع اور امید نہیں۔ ادھر وہ امام السنہ سے کہنے لگا کہ احمد! خلیفہ نے قسم کھا رکھی ہے کہ تجھے تلوار سے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ کوڑوں کی ضربات سے سسکا سسکا کر مارا جائے گا پس جب معتزلہ مردود اور خلیفہ دونوں مایوس و بے امید ہو چکے تو معتزلی نے کہا کہ اے امیر المومنین! اب احمد سے کہنا سننا لاحاصل ہے اس کا واحد علاج تلوار ہے لہٰذا اس کو قتل کیجئے اور اس کا خون ہماری گردنوں پر ڈالیے جس سے خلیفہ جوش وغصہ سے دیوانہ ہو کر اٹھا اور احمد کے منہ پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ چنانچہ یہ دیکھ کر خلیفہ گھبرایا اور پانی منگوا کر آپ کے چہرہ مبارک پر چھڑکنے لگا یہاں تک کہ آپ کو ہوش آ گئی۔

صاحب مشکوٰۃ اکمال میں لکھتے ہیں کہ حضرت میمون بن اصنع کہتے ہیں۔ کہ میں بغداد میں تھا کہ اچانک شور وغوغا کی آواز بلند ہوئی میں نے دریافت کیا تو لوگوں نے جواب دیا کہ امام احمدؒ آزمائے جا رہے ہیں۔ یہ معلوم کر کے میں بھی امتحان بارگاہ

میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوڑے کی ضرب شدید پر آپ کی زبان مبارک سے بسم اللہ کی آواز سنائی دی- دوسری ضرب پر لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی آواز بلند ہوئی اور پھر جب تیسری ضرب لگی تو آپ نے بلند آواز سے اَلْقُرْآنُ کَلَامُ اللّٰهِ غَیْرُ مَخْلُوْقٍ کا نعرہ بلند کیا پھر جب چوتھا کوڑا میری موجودگی میں لگا تو آپ کی زبان مبارک سے یہ آیت سنی گئی لَنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰهُ لَنَا وہی تکلیف یا صدمہ پہنچتا ہے جو کہ ہمارے مقدر میں خدا کو منظور ہوتا ہے غرضیکہ اس دن میرے روبرو انتیس کوڑے مارے گئے آپ انہی کلمات کو دہراتے رہے۔

عجیب کرامت:۔

حضرت میمون کہتے ہیں کہ جب آپ کو کوڑے لگائے جاتے تھے تو اس وقت آپ کا ازار بند ٹوٹ گیا اور قریب تھا کہ پاجامہ نیچے گر کر آپ ننگے ہو جائیں۔لیکن ہم نے دیکھا کہ آسمان کی طرف منہ کر کے آپ نے یہ دعا پڑھی۔

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ مَالَتْ بِهِ الْعَرْشُ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ عَلَی الصَّوَابِ فَلَا تَهْتِکْ لِیْ سِتْرًا۝﴾

''اے اللہ! میں تیرے اس باعظمت نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ جس کی برکت سے عرش بھرا ہوا ہے اور اگر میں حق پر ہوں تو مجھے لوگوں کے سامنے ننگا نہ کر ہمارے دیکھتے پاجامہ اپنی جگہ مضبوط ہو گیا۔''

بشارت وخوشخبری:۔

جب آپ کی یہ آزمائش ختم ہوگئی تو ایک دن ایسا ہوا کہ ایک غیر معروف آدمی آیا اور السلام علیکم کہنے کے بعد عرض کرنے لگا کہ میں دور دراز سے صرف اس لئے آیا ہوں کہ آپ کو خوشخبری سناؤں- کہ آسمانوں کے تمام فرشتے اور خود حاملین عرش خوش ہیں کہ آپ نے محض اللہ تعالیٰ کے لئے تمام الائم ومصائب کو انتہائی صبر وسکون اور خندہ

پیشانی سے برداشت کیا ہے۔

متوکل کا اعزاز واکرام:۔

جب واثق مر گیا تو اللہ تعالیٰ نے متوکل جیسے عاشق سنت اور حامی دین کو خلیفہ بنایا۔ تو سب سے پہلے متوکل نے جو کام کیا وہ یہی تھا کہ وہ جیل خانہ میں پہنچا اور سلام مسنون عرض کرنے کے بعد اپنے ہاتھ سے بیڑیاں کھولیں اور شاہی لباس امام کو زیب کروا کر آپ کو اپنے گھر میں دعا اور برکت فرمانے کے لئے درخواست کی اور جب امام صاحب قصر شاہی میں ہی تشریف فرما ہوئے تو متوکل نے انتہائی خوشی ومسرت سے اپنی ماں کو بلند آواز سے پکارا کہ اے اماں جان! ہم سے زیادہ خوش قسمت اور کون ہوسکتا ہے کہ امام السنہ کی تشریف آوری سے ہمارا گھر بقعہ نور رہو رہا ہے۔

زہد وتقویٰ:۔

جب امام السنہ محل سے باہر نکلے تو وہ شاہانہ لباس اتار کر ایک محتاج کو پہنا دیا اور آپ اپنا وہی پرانا لباس زیب تن کرتے ہوئے اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔ متوکل آپ کا اس درجہ شیدائی اور عقیدت مند ہوا کہ دونوں وقت کا کھانا جو کہ دو سو درہم کے خرچ سے تیار ہوتا تھا اور انواع واقسام کے پھل وغیرہ بھی بھجواتا لیکن امام صاحب قناعت فرماتے ہوئے وہ کھانے غربا اور مساکین کو دیتے رہے۔

انتہائی احتیاط:۔

آپ کے بیٹے نے عہدہ قضا قبول کیا تو آپ کو بے حد صدمہ ہوا آپ کے مکانات کافی تھے۔ جن کے کرایہ پر آپ کی گزران تھی وہ چونکہ قابل مرمت تھے آپ کے بیٹے نے ان کی مرمت وصفائی کروا دی۔ جس کے نتیجے میں آپ نے اس لئے کرایہ لینا بند کر دیا۔ کہ مکانات کی مرمت قضا کی تنخواہ سے کی گئی ہے۔

مرض الموت :-

آپ بیمار ہوئے تو آپ کی طبعیت بگڑنی شروع ہوئی جب متوکل کو اس کی اطلاع پہنچی تو متوکل نے فوراً شاہی طبیب کو حکم دیا- کہ آپ کے مرض کی تشخیص کر کے نسخہ تجویز کیا جائے- طبیب خاص نے اپنی تشخیص کا نتیجہ متوکل سے یوں عرض کیا کہ امام صاحب کو کوئی بدنی عارضہ نہیں محض خوف ہی سے ان پر ہیبت طاری ہے اس لئے ان کے جگر اور دل کا خون خشک ہو رہا ہے جس کا کوئی علاج نہیں اور نہ ہی امام صاحب علاج قبول کرنے پر آمادہ ہیں- بالآخر آپ نے ۲۴۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہی اور اس وقت آپ کی عمر ستتر ۷۷ سال تھی آپ ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اس جانکاہ صدمہ کا انداز یوں کیا گیا ہے-

صاح الناس وعلت الاصوات بالبکا وارتجت الدنیا الموته:- جس سے کہرام مچ گیا اور آپ کی موت سے دنیا پر لرزہ طاری ہو گیا- اور جنازہ کی حاضری کی تعداد کم از کم ڈیڑھ لاکھ بتائی گئی اور آپ کی ادنیٰ کرامت یہ لکھی ہے کہ صرف جنازہ دیکھ کر دس ہزار یہودی' مجوسی' عیسائی' مسلمان ہوئے' رضی اللہ عنہ' دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو امام السنہ کی طرح بنائے- آمین ثمہ آمین-

(ملخصاً از تاریخ التقلید مؤلفہ محمد اشرف سندو ہوکی ضلع لاہور) اس میں شبہ نہیں کہ بڑی طاقت حکومت میں ہوتی ہے جس کے بل بوتے پر وہ اہل حق کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں- مگر خدا کا شکر ہے کہ اس نے دل کو طاقت کے قبضہ میں نہیں کا ورنہ یہ لوگ مرد مومن کے ایمان پر بھی ڈاکہ ڈالتے اس کی دنیا برباد کرتے اور آخرت بھی- مگر دل پر کسی کا قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے ایک مومن مرد اکیلا ہی ساری دنیا سے مقابلہ کرتا ہے- اور بڑی بڑی طاقتوں کو ٹھکرا دیتا ہے جیسے فرعون کے جادوگروں نے کہا-

﴿فَاقْضِ مَا أَنتَ قَاضٍ وَ إِنَّمَا تَقْضِي هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾

(جو تو نے کرنا ہے کر لے تو دنیا میں ہی کر سکتا ہے آخرت کا مقابلہ تیرے

اختیار سے باہر ہے)۔

اصل بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بندے دنیا کو اسی نظر سے دیکھتے ہیں جس نظر سے خدا دیکھتا ہے خدا کے نزدیک دنیا کی قدر مچھر کے پر برابر بھی نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے بندے بھی اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ اور صرف رضائے الٰہی کے لئے سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔ کسی نے اچھا کہا ہے۔

بنا کر دن خوش رسمی بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کنداین عشقان پاک طینت را

مشکوٰۃ کتاب الرقان میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ جب بندہ دنیا سے بے رغبتی کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے دل میں حکمت اگاتا ہے حکمت ہی اس کی زبان پر جاری کرتا ہے دنیا کے عیب اور بیماری پر اس کو مطلع کرتا ہے اس کی دوا اور اس کا علاج اس کو سمجھاتا ہے اور سلامتی ایمان کے ساتھ اس کو دنیا سے نکال کر جنت میں پہنچاتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انہی سے کرے آمین۔ اور ان ہی کے ساتھ جنت میں پہنچائے آمین ثم آمین یارب العلمین ٥

خالد بن احمد شاہ بخارا اور محمد بن اسماعیل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ:۔

امام بخاری کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ ان کی . لت شان پر دنیا متفق ہے بخاری کا درجہ کتاب اللہ کے بعد ہے۔ امام بخاری کی جلالت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کی برکت سے جہاں اسلام پہنچا وہاں بخاری کا نام بھی پہنچا' امام بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔ رسول کریم ﷺ کی عمر ۶۳ سال تھی امام بخاری کی عمر ۶۲ سال تھی۔ امام بخاری کی ساری عمر خدمت حدیث میں گزری ان کو چھ لاکھ حدیثیں یاد تھی جن سے سات ہزار دو سو پچھتر انتخاب کر کے بخاری کی کتاب میں درج کیں اور ہر حدیث شروع کرنے سے پہلے مسجد نبوی میں دو نفل پڑتے اور اس کے بعد حدیث کتاب میں لکھی اور سولہ سال کے عرصہ میں یہ کتاب

تیار کی اس ادب اور احترام کے نتیجے میں خدا تعالیٰ نے اس کتاب کو وہ مقبولیت بخشی کہ اس سے پہلے کسی کتاب کو حاصل نہ ہوئی- باوجود مختلف مذاہب کے تقریباً سب اہل اسلام اس پر متفق ہیں اور کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کے بعد بخاری کا درجہ ہے- اور یہ کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے-

امام محمد بن احمد ابوزید مروزی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیت اللہ شریف میں حجر اسود اور مقام ابراہیم میں سویا ہوا تھا میں نے خواب میں رسول کریم ﷺ کو دیکھا آپ فرماتے ہیں اے ابوزید! کتاب شافعی کا درس کہاں تک دیتا رہے گا میری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتا- میں نے کہا! یارسول اللہ! آپ کی کتاب کون سی ہے- فرمایا جامع کتاب محمد بن اسماعیل بخاری- امام رجا بن مرجی کہتے ہی کہ امام بخاری کی فضیلت علماء پر اس طرح ہے جیسے مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور امام محمد بن اسحاق بن مندہ فرماتے ہیں' میں نے آسمان کے نیچے امام بخاری سے بڑھ کر علم حدیث میں کوئی نہیں دیکھا- امام ابومصعب بن احمد بن ابوبکر مدینی نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک بخاری فقہ اور حدیث میں امام احمد بن حنبل سے بھی بڑھ کر ہیں- اس پر ایک شخص مجلس سے بولا کہ آپ امام احمد بخاری کی تعریف میں حد سے بڑھ گئے ہیں- فرمایا اگر تو امام مالک کو پالیتا اور ان کے چہرے اور امام بخاری کے چہرے کی طرف دیکھے۔ تو کہتا کہ امام مالک اور امام بخاری فقہ و حدیث میں ایک ہی ہیں-

اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی مثل پیدا نہیں ہوا اور امام نجم بن فضیل کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول کریم ﷺ کو دیکھا اور امام بخاری آپ کے پیچھے ہیں- جب آپ قدم اٹھاتے تو امام بخاری بھی قدم اٹھاتے اور امام بخاری کا قدم ٹھیک آپ کے قدم والی جگہ پر پڑتا ہے- اور پورے پورے آپ کے نشان پر چلتے ہیں- اس کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاری کے دل میں احادیث نبویہ کا بڑا احترام تھا اور ان کی تتبع و جستجو اور ان پر عمل اپنی زندگی کا اہم مقصد سمجھے ہوئے تھے اس لئے کچھ اپنے حافظہ اور ذہانت اور کچھ اپنی محنت اور کوشش سے علم حدیث میں اتنی ترقی کی کہ

دنیا ان کے سامنے جھک گئی۔

ایک دفعہ امام بخاری بغداد میں آئے اور بغداد اس وقت گہوارہ علم تھا اور بڑے بڑے علماء اور فضلا وہاں قیام پذیر تھے۔ انھوں نے امام بخاری کے علم و فضل کا امتحان لینا چاہا اور سو حدیثیں الٹ پلٹ کر کے دس آدمیوں کے حساب سے آدمیوں کے سپرد کر دیں۔ امام بخاری کو اس کا کوئی علم نہیں تھا۔ ان میں سے ایک آگے بڑھا اور امام بخاری سے ایک حدیث پوچھی امام بخاری نے فرمایا کہ میں اس حدیث کو نہیں پہنچانتا۔ پھر دوسری تیسری یہاں تک کہ دسویں کے متعلق امام بخاری کا ایک ہی جواب تھا کہ لا اعرف میں نہیں پہنچانتا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے باقی نو پیش ہوئے اور ہر ایک نے دس دس حدیث سے سوال کیا۔ لیکن امام بخاری کا سب کو ایک ہی جواب تھا کہ میں نہیں پہنچانتا۔ علماء تو امام بخاری کے لا اعرف کہنے سے ہی سمجھ گئے کہ امام بخاری کو حدیث کے الٹ پلٹ ہونے سے پتہ چل گیا ہے۔ لیکن دوسرے لوگ اس چیز کو پا سکے پھر امام بخاری پہلے شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تیری پہلی حدیث میں فلاں غلطی ہے اور دوسری حدیث میں فلاں غلطی ہے۔ یہاں تک کہ اس کے دس حدیثیں ٹھیک کر دیں پھر یکے بعد دیگرے دوسرے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی حدیثیں بھی ٹھیک کر دیں۔

چنانچہ اسی دن سے امام بخاری کے علم و فضل کی دھاک بیٹھ گئی اور بڑے بڑے علماء فضلا ان سے مرعوب ہونے لگے اور اس سے پہلے بھی امام بخاری کی شہرت کچھ کم نہ تھی بلکہ طالب علمی سے ہی شہرہ آفاق تھے۔ یہاں تک کہ جب فارغ التحصیل ہو کر اپنے شہر آئے تو شاہ بخارا ان کے استقبال کے لئے باہر نکلا۔ مگر باوجود اتنے اعزاز و اکرام کے امام بخاری نے کوئی اہمیت نہ دی۔ چنانچہ جب شاہ بخارا نے امام بخاری سے درخواست کی کہ میں کتاب بخاری کا شوق رکھتا ہوں آپ مجھے گھر آ کر پڑھایا کریں۔ امام بخاری نے فرمایا کہ علم کسی کے دروازے پر نہیں جاتا علم کے پاس لوگ آتے ہیں جہاں اور دنیا پڑھتی ہے وہاں تو بھی پڑھ سکتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ شاہ بخارا نے اپنی اولاد کے لئے یہ درخواست کی

کہ ان کو گھر آ کر پڑھایا کرو۔ لیکن امام بخاری نے اس کو ٹھکرا دیا آخر بادشاہ نے کہا کہ اگر گھر پر آ کر نہیں پڑھاتے تو کم سے کم میری اولاد کے لئے علیحدہ مجلس ہونی چاہئے۔ جہاں اور شریک نہ ہوں۔ امام بخاری نے اس کو بھی ٹھکرا دیا۔ اور صاف فرمایا کہ مجھ سے اس قسم کی طمع بھی نہ رکھو میں لوگوں کی خاطر علم کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا جہاں غریب بچے تعلیم پاتے ہیں وہاں تیری اولاد بھی تعلیم حاصل کر سکتی ہے۔ تو بادشاہ وقت ہے زیادہ سے زیادہ تو یہی کر سکتا ہے کہ میرا درس بند کروا دے گا اگر تو ایسا کرے گا تو میرا خدا کے پاس سے یہ عذر ہوگا کہ میں جبراً روکا گیا ہوں۔ ورنہ میں علم کو چھپا نہیں سکتا کیونکہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں جو شخص علم چھپائے گا قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کا لگام دیا جائے گا گویا امام بخاری اس وقت جان ہتھیلی پر رکھ کر اس حدیث کی عملی تصویر بنے ہوئے تھے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔

افضل الجهاد من قال كلمة حق عند سلطان جابر ٥ (مشکوۃ کتاب الامارت) ظالم بادشاہ کے سامنے حق کہنا یہ افضل جہاد ہے۔

امام بخاری نے جب یہ دلیرانہ کلمات کہے تو بادشاہ ناراض ہو گیا جس کے نتیجہ میں امام بخاری ترک وطن کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور یہاں سے ہجرت کر لی۔ سمرقند جانے کا قصد تھا مگر راستہ میں پتہ لگا کہ سمرقند میں آپ کے خلاف اختلاف ہو رہا ہے کہ جگہ دی جائے یا نہ۔ کیونکہ سمرقند بھی اسی حکومت کے ماتحت تھا لوگ ڈرتے تھے کہ بادشاہ ناراض نہ ہو جائے امام بخاری اس وقت خرتنگ بستی میں تھے جو بخارا اور سمرقند کے درمیان واقعہ ہے جب آپ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی۔ تو خدا کی طرف متوجہ ہوئے اور دعا کی کہ یا اللہ اگر تیری زمین مجھے جگہ نہیں دیتی تو مجھے اپنے پاس بلا لے رات کا وقت تھا دعا منظور ہو گئی پیٹ میں درد اٹھا اور اسی وقت وصال ہو گیا اور باسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ امام عبدالواحد بن آدم طرادیبی فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی اور آپ ایک مقام پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میں نے آپؐ پر سلام ڈالا اور پوچھا! یا رسول اللہ!

آپ یہاں کس طرح ٹھہرے ہوئے ہیں- فرمایا محمد بن اسمٰعیل بخاری کا انتظار کر رہا ہوں جب میں نے حساب کیا تو وہ گھڑی تھی جس میں امام صاحب نے وفات پائی-

ان لوگوں کی زندگیاں کیسی مبارک تھیں جو علم دین کے لئے وقف رہیں اور آخر اسی کے اعزاز میں قربان ہوگئیں- ہمارے علماء کو بھی اس سے کچھ سبق لینا چاہئے اور اپنے حالات میں کچھ تبدیلی کرنی چاہیے- وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ

خبر الامتہ' امام العلم' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:-

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی حکومت سے ٹکر نہیں ہوئی مگر چونکہ امام شافعی آئمہ اربعہ سے ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے حالات ذکر ہو چکے ہیں- اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ امام شافعی کے مختصر حالات ذکر کئے جائیں- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بلحاظ پیدائش تعلیم و تربیت پھر علمی کمالات و اجتہاد وغیرہ کے اللہ تعالیٰ کی آیات بینات سے ایک کھلی آیت بلکہ زندہ معجزہ ہے' جبکہ علامہ ذہبی جیسے ماہر فن حدیث و رجال اور تاریخ وغیرہ آپ کا تذکرۃ الحفاظ میں شافعی امام العلم خبر الامتہ کے عنوان سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں-

ابوعبداللہ محمد بن ادریس القرشی المطلبی الشافعی المکی نسیب رسول اللہ ﷺ و ناصر سنتہ شافعی کی کنیت ابوعبداللہ اور اسم گرامی محمد ہے- آپ کے والد کا نام ادریس ہے- خاندانی لحاظ سے مطلبی برادر ہاشمی قریشی رسول کریم ﷺ کے قرابت دار اور سنت کے ناشر و ناصر ہیں- آپ کے جد بزرگوار کا نام چونکہ شافع تھا- اس لئے آپ شافعی نام سے شہرہ آفاق ہوئے- آپ کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی بعض اہل علم یہ بھی کہتے ہیں جس دن امام ابوحنیفہ کا انتقال ہوا- آپ اسی دن پیدا ہوئے چون سال عمر پا کر ۲۰۴ھ میں وفات پائی- امام شافعی کی شان باقی ائمہ سے نرالی ہے امام شافعی کے حالات رسول اللہ ﷺ سے بہت مشابہ ہیں- جیسے رسول کریم ﷺ کی والدہ کو حمل کے دنوں میں خواب آیا کہ ان کے اندر سے نور نکل آیا ہے جس سے بصریٰ شہر (جو شام

کے علاقہ میں ہے) کے محل روشن ہوگئے۔ اس طرح امام شافعی کی والدہ کو خواب آیا کہ ان کے اندر سے ستارہ مشتری (جو بہت روشن ہے) نکلا اور ٹوٹ کر اس کے ٹکڑے ہر شہر میں پہنچ گئے ایک ماہر فن نے تعبیر یوں کی کہ تجھ سے ایک امام پیدا ہوگا جس کا نور ہدایت ہر شہر میں پہنچے گا۔

امام شافعی خود فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے تو کون ہے میں نے عرض کی حضور بس آپ کی قرابت سے ہوں فرمایا نزدیک ہو میں نزدیک ہوا تو آپؐ نے میرا منہ کھول کر اپنا لعاب مبارک میری زبان پر جاری کر دیا اور کہا جا اللہ تجھ میں برکت کرے۔ مکہ شریف میں بچپن کے ایک اور خواب کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ کے چہرہ مبارک پر ہیبت ٹپکتی ہے حرم میں لوگوں کی امامت کر رہے ہیں نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کو درس دینے لگے میں نے بھی قریب ہو کر کہا کہ مجھے بھی تعلیم دیجئے آپؐ نے اپنی آستین سے ایک ترازو نکالا اور مجھے دے دیا اور فرمایا یہ تیرے لئے ہے۔ میں نے ایک معبر سے اس کی تعبیر پوچھی اس نے بتایا کہ تو علم میں امام ہوگا اور سنت پر ہوگا۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے بچپن میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سنی تو ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ مکہ میں ہی ان کی کتاب موطا کسی سے عاریتاً لے کر حفظ کر لی۔ پھر حاکم مکہ سے حاکم مدینہ کے نام سفارشی خط لکھوایا کہ امام مالک سے ملا دیں۔ اور تعلیم دینے کے لئے سفارش کر دیں۔ میں خط لے کر مدینہ پہنچا اور حاکم مدینہ کو یہ خط دے دیا۔ میں اور حاکم مدینہ دونوں امام مالک کے دروازے پر پہنچے دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے ایک لونڈی نکلی اس کو پیغام دیا بہت دیر کے بعد واپس آئی اور کہا امام صاحب فرماتے ہیں۔ اگر کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو پرچہ پر لکھ دو جواب مل جائے گا حاکم مدینہ نے کہا میرے پاس کسی اہم معاملہ کے لئے حاکم مکہ کا خط ہے لونڈی اندر گئی او پھر باہر نکلی اور ایک کرسی اٹھائے ہوئے تھی کرسی بچھا دی۔ اس

کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ آئے طیالسی چوغہ پہنے ہوئے تھے چہرے پر ہیبت کے آثار تھے اور قد بھی لمبا تھا۔

حاکم مدینہ نے خط دیا امام مالک نے خط پڑھنا شروع کیا جب اس مقام پر پہنچے کہ محمد بن ادریس ایک شریف آدمی ہے طلب علم کے لئے حاضر ہو رہا ہے تو آپ نے خط پھینک دیا اور (تعجباً) سبحان اللہ کہہ کر فرمایا کیا رسول کریم ﷺ کا علم بھی سفارش کا محتاج ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں میں آگے بڑھا اور اپنا حال سنایا امام مالک میری طرف بغور دیکھنے لگے امام مالک کو خدا نے بڑی فراست عطا فرمائی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ تیرا نام کیا ہے میں نے کہا محمد فرمایا اے محمد تقوی اور پرہیز گاری اختیار کر۔ تیرے ساتھ بڑی امیدیں وابستہ ہیں تو کسی روز اعلیٰ مقام پر پہنچ جائے گا خدا نے تیرے دل میں ایک نور ڈالا ہے گناہ کے ساتھ اس کو بجھا نہ دینا۔ اس کے بعد فرمایا کہ کل کسی کو ساتھ لانا تا کہ وہ قرأت کرے اور تو سنے۔ میں نے عرض کی میں خود زبانی پڑھوں گا۔ چنانچہ دوسرے دن میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہوا موطا کی قرأت کرنی شروع کی امام مالک کو میرا پڑھنا ایسا پسند آیا کہ میں ان کے ملال طبع کے خیال سے قرأت بند کرنے کا ارادہ کرتا تو فرماتے اے جوان! میری بیوی نے تھوڑے دنوں میں اسے پڑھ لیا مطلب یہ کہ تم جلدی پڑھ لو۔ امام شافعی کے متعلق اس قسم کی خوابیں اور ائمہ کے رائیں کسی بڑی دینی خدمت کا پیش خیمہ تھیں۔ جیسے رسول کریم ﷺ کا خواب ایک بڑے انقلاب کی طرف اشارہ تھا۔ ایسے ہی امام شافعی کی آمد سے ایک بڑا انقلاب رونما ہوا۔ رسول کریمؐ کے ظہور پرنور سے جاہلیت کی دنیا اسلام سے بدل گئی۔ ایسے ہی امام شافعی سے فقہی اختلافات کی وسیع خلیج پائی گئی مدینہ منورہ میں امام مالک کا مذہب رائج تھا اور کوفہ میں امام شعبی و امام ابوحنیفہ کا اور شام میں امام مکحول و امام اوزاعی وغیرہ کا اور مصر میں لیث بن سعد وغیرہ کا۔ اسی طرح مختلف علاقوں اور شہروں میں مختلف مذاہب شائع ہو چکے تھے۔ ان اختلافات کی وجہ سے ایک تحقیق کرنے والے کو بڑی مشکلیں پیش آتیں تھیں۔ ہارون رشید جب مدینہ

شریف آئے اور امام مالک کو ملے اور عقیدت کا اظہار کیا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ کی کتاب مؤطا کی اشاعت کروں۔ اور سب علاقوں میں لوگوں کو اس پر پابند کروں۔

امام مالک نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ رسول کریم ﷺ کے صحابہ مختلف ممالک میں پھیل گئے اور ان سے لوگوں نے روائتیں اور آثار لئے اور انہیں پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہر ایک نے اپنے طور پر انہی روایتوں اور آثار سے اجتہاد اور استنباط کیا اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اختلاف امت رحمت ہے اس لئے جس حالت پر لوگ ہیں اس پر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ لیکن ان کے بعد جب امام شافعی کا زمانہ عروج وترقی کا ہوا۔ تو امام شافعی نے ان اختلافات کا بنظر غور مطالعہ کیا اور دیکھا کہ یہ مذاہب ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔ حق اور صواب معلوم کرنا مشکل ہوگیا تو انھوں نے قرآن مجید اور حدیث شریف کی روشنی میں ایسے اصول وقوانین وضع کیے۔ جن سے ایک محقق کے لئے تحقیق مسائل کی راہ کھل گئی صحیح اور ضعیف معلوم کرنے کے لئے بڑی سہولتیں پیدا ہوگئیں اور یہیں سے محدثین نے احادیث اور آثار صحابہ کے ذخائر جمع کرنے شروع کردیئے اور فن کے ہر شعبہ میں تصانیف کی اتنی کثرت ہوئی جن کا شمار مشکل ہوگیا یہ سب پودا امام شافعی کا لگایا ہوا ہے۔ خداوند تعالیٰ ان کو اعلی مقام جنت الفردوس میں عطا کرے۔ (آمین)

صادق مصدوق ﷺ کی پیشگوئی:۔

منقبت علم وعمل امام شافعی میں بطور نمونہ جو کچھ بھی ذکر ہوا وہ نبی اکرم ﷺ کی اس پیشگوئی کا اقل قلیل (ادنیٰ مظہر ہے۔ جسے امام ابوداود طیالسی کی روایت سے حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں یوں نقل کیا ہے۔)

﴿قَالَ اَبُوْدَاوُدُ الطَّيَالِسِيُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا قُرَيْشًا فَاِنَّ عَالِمَهَا يَمْلَاءُ الْاَرْضَ عِلْمًا۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَذَقْتَ اَوَّلَهَا وَبَالاً فَاَذِقْ اٰخِرَهَا نَوَالاً وَقَدْ رَوَاهُ

اَلْحَاكِمُ مِنْ طَرِيْقِ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ الْحَافِظُ اَبُوْ نَعِيْمُ الْاَصْبَهَانِىْ وَهُوَ شَافِعِىٌّ﴾ (تاریخ ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۲۵۱ مصری)

''یعنی نبی ﷺ نے فرمایا کہ قریش کو برائی سے مت ذکر کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک ایسا عالم پیدا کرے گا جو علم اور عمل سے انسانی آبادی کو مالا مال کر دے گا (اس بشارت کے ساتھ آپ نے یوں دعا فرمائی) اے اللہ جیسا کہ تو نے قریش کے پہلے لوگوں پر پروبال کی بلا نازل کی ان کے آخری پر نوازش و کرم فرما امام حاکم نے اس حدیث کو دوسری سند (ابو ہریرہ کے طریق) سے روایت کیا ہے حافظ ابو نعیم نے اس حدیث کا محل و مصداق امام شافعی کو ٹھہرایا ہے۔''

لامنس پار کا حقیقت افروز اعلان:۔

عیسائیت اگرچہ ابتدا ہی سے مذہب اسلام کو نیست و نابود اور مسلمانوں کو ملیا میٹ کرنے پر کمر بستہ ہے لیکن پانچویں صدی کے آخر میں انگلستان میں تو سب سے بڑا اسلام کش عیسائی لیڈر گزرا ہے۔ وہ اسلام کشی میں اپنی حقیقت آپ ہی ہے۔ جبکہ تحریراً اور تقریراً وہ اپنی تمام اسلام کش تدابیر کو بروئے کار لا کر اسلام اور مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ تو مجبوراً اسے اسلام کے استقلال و بقا اور استحکام و مضبوطی پر غور فکر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ بالآخر گہری سوچ و بچار کے بعد اس نے صرف چار بلند پایہ شخصیتوں کی قابلیت اور حسن تدابیر علم و عمل پر منحصر گردانا ہے۔ جن میں سے سب سے اول ہادی برحق جناب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مبارک ہستی ہے جو اپنی سیاست اور خلوص میں ضرب المثل ہیں۔ دوسرے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فقید الامثال شخصیت ہے۔ جن کی سعی و کوشش اسلامی سے علم و عمل کا سرچشمہ رواں دواں تیسرے امام شافعی حجۃ الاسلام حبر الامۃ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کی فقیر المثال شخصیت ہے جن کی سعی و کوشش اسلامی سے علم و عمل کا سرچشمہ رواں دواں ہے اور

چوتھے سلطان المحدثین حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ کا مقدس وجود ہے جن کے دم و قدم سے اور سعی و کوشش سے رسول کریم ﷺ سراپا نور زندگی کے تمام شعبے ہی نہیں بلکہ جمیع حرکات وسکنات من وعن رہتی دنیا تک اسلامی دنیا تک مشعل راہ ہیں۔

اس مخالف اسلام نے اعلان کر دیا کہ حضرت امام شافعی علمی عملی زندگی کے لحاظ سے اسلام کے ان چار مخصوص ستونوں میں سے ایک اہم ترین ستون ہیں۔ کہ جن کے سہارے پر اسلام کی محکم و مضبوط چھت قائم ہے۔ اور علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ آپ کے شاگرد امام ربیع کہا کرتے کہ آپ کی علمی شہرت کا ادنیٰ مظہر میں نے یہ دیکھا کہ آپ کی تصنیفات کی سماعت کے لئے بیک وقت سات سو علماء وطلباء کا ہجوم آپ کے درس میں موجود ہے اور آپ ساتھ ساتھ فرماتے جارہے ہیں۔ اِذا صَحَّ الحدِیثُ فَھُمَ مَذْھبِیُ ۔ اگر خدانخواستہ میرا کوئی قول صحیح حدیث کے خلاف معلوم ہو تو اس کو متروک و مردود یقین کرتے ہوئے حدیث صحیح کو میرا مذہب سمجھنا آپ فرماتے تھے کہ میری دلی خواہش ہے کہ خلق کثیر مجھ سے علم دین حاصل کرے۔ لیکن کسی قول کو میری طرف منسوب نہ کیا جائے۔ امام السنہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی دعاؤں میں خصوصیت سے امام شافعی کو یاد کرتے اور فرماتے کہ جیسے لوگوں کو صحت اور سورج کی ضرورت ہے اور ان کا عوض کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔ ایسے امام شافعی کا درجہ لوگوں میں ہے۔ امام شافعی کے شاگرد امام ربیع فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کی وفات سے چند دن پہلے خواب میں دیکھا کہ حضرت آدم علیہ اسلام فوت ہوگئے ہیں اور لوگ ان کے جنازے کے لئے نکل رہے ہیں میں نے ان کا ذکر بعض اہل علم کے پاس کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ زمین کے بہت بڑے امام فی العلم کی وفات کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ چند دن بعد امام شافعی فوت ہوگئے۔

مرض الموت :۔

امام مزنی امام شافعی کے شاگرد فرماتے ہیں کہ میں مرض الموت میں امام شافعی

کے پاس بیمار پرسی کے لئے گیا میں نے کہا کیا حال ہے- فرمایا کہ دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں بھائیوں کو داغ جدائی دینے والا ہوں موت کا پیالہ پینے والا ہوں اپنے برے اعمال سے ملنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے والا ہوں مجھے پتہ نہیں کہ میری روح جنت میں جائے گی پس اس کو مبارک باد دوں اگر جہنم کو جائے گی تو اس کی تعزیت کروں- پھر روئے اور یہ شعر پڑھے-

وَلَمَّا قَسَاقَلْبِیُ وَ ضَاقَتْ مَذَاهِبِیُ
جَعَلْتُ رَجَائِیُ نَحْوَ عَفْوِکَ سَلَّمًا
تَعَاظَمَنِیُ زَنْبِیُ فَلَمَّا قَرَنْتَهُ
بِعَفْوِکَ رَبِّی کَانَ عَفْوِکَ اَعْظَمَا
فَمَا ذِلْتَ ذَاعَفْوِ عَنِ الذَّنْبِ لَمْ تَزَلْ
تَجُوْدُ تَعَفُوْمِنَّةً وَ تَکَرُّمًا"
فَلَوْ لَاکَ لَمْ یَسْلَمُ مِنْ اِبْلِیْسَ عَابِدٌ
وَکَیْفَ وَقَدْ اَغْوىٰ صَفِیُّکَ آدمَا

ترجمہ:-" جب میرا دل سخت ہو گیا اور میرے راستے تنگ ہو گئے تو میں نے اپنی امید کو تیری معافی کے لئے سیڑھی بنایا میرا گناہ مجھے بڑا معلوم ہوا- جب میں نے تیری معافی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا تو اے میرے رب تیری معافی بڑی ہوتی گئی تو ہمیشہ معافی دیتا رہا ہے- اپنے فضل و کرم سے سخاوت کرتا رہا اگر تیری مہربانی نہ ہوتی تو ابلیس سے کوئی عابد سلامت نہ رہتا- اور کس طرح سلامت رہے کوئی جبکہ اس نے تیرے برگزیدہ بندے حضرت آدم علیہ السلام کو گمراہ کر دیا-"

امام احمد فرماتے ہیں- میں نے امام شافعی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا خدا نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا کہا خدا نے مجھے بخش دیا تاج پہنایا اور خوروں سے نکاح کر دیا اور فرمایا یہ اس کا عوض ہے کہ تو میری رضا کے ساتھ راضی رہا اور جو کچھ میں

نے دیا اس پر قناعت کی۔

عبادت وتقوی وچند نصائح:۔

(۱) امام شافعی نے رات کے تین حصے کر رکھے تھے پہلے حصے میں تحریر وتصنیف دوسرے میں نیند وآرام تیسرے میں نوافل وعبادت۔

(۲) سترہ سال کی عمر سے کبھی پیٹ بھر کے کھانا نہیں کھایا۔

(۳) پوری عمر میں فقر وفاقہ سے کبھی گھبرائے نہیں۔

(۴) ساری عمر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

(۵) ساری عمر کبھی غسل جمعہ ترک نہیں کیا تھا۔

(۶) ہاتھ میں ہمیشہ عصا رکھتے اور فرماتے کہ میں مسافرانہ زندگی بسر کر رہا ہوں نیز فرماتے جو دل کی روشنی چاہتا ہے وہ کم کھائے۔تنہائی اختیار کرے اور عام مجلسوں سے دور رہے جہلا سے بچے اور علماء سوء سے بیزاری اختیار کرے۔

(۷) امام شافعی کے شاگرد امام مزنی کہتے ہیں کہ میں نے ساری عمر میں آپ جیسا کوئی سخی نہیں دیکھا کسی عقیدت مند نے اپنے غلام کے ہاتھ اشرفیوں کی ایک تھیلی بھیجی غلام تھیلی دے کر ابھی رخصت نہیں ہوا تھا کہ ایک مفلوک الحال آ گیا اور کہا کہ میری بیوی کے ابھی بچہ ہوا ہے اور گھر میں کھانے کو کچھ نہیں امام صاحب نے وہی تھیلی اس کے حوالے کر دی حالانکہ خود گھر میں بھی کھانے کو کچھ نہ تھا۔

(۸) امام حمیدی فرماتے ہیں کہ امام شافعی مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ کے پاس دس ہزار کی رقم تھی آپ نے مکہ مکرمہ سے باہر خیمہ لگا لیا اور غرباء پر سخاوت کا دروازہ کھول دیا۔یہاں تک کہ مکہ میں خالی ہاتھ داخل ہوئے۔

(۹) امام شافعی کی ہمشیرہ کہتی ہیں کہ میں بعض راتوں میں شافعی کے پاس تیس مرتبہ یا کم وبیش آتی ان کے آگے چراغ ہوتا اور آپ چت لیٹے ہوئے کچھ سوچتے رہتے پھر لونڈی کو چراغ جلانے کا حکم دیتے امام شافعی کے بھانجے سے کسی نے پوچھا کہ ایسا

کیوں کرتے ہیں کہا اندھیرے میں دل زیادہ روشن ہوتا ہے امام شعرانی نے طبقات کبریٰ میں آپ کے بہت سے حکیمانہ اقوال نقل کیے ہیں۔

(۱۰) آپ فرماتے ہیں علم کی زینت بردباری، زہد اور تقوی ہے۔

(۱۱) علما کا فقر فاقہ اختیاری ہوتا ہے اور جہلاء کا اضطراری۔

(۱۲) علم صرف پڑھنے اور حفظ کرنے کا نام نہیں بلکہ علم درحقیقت وہ ہے جس سے آخرت کا فائدہ ہو۔

(۱۳) اگر کوئی انتہائی کوشش کرے کہ سب لوگ اس سے خوش ہیں تو یہ مشکل ہے اس لئے خدا کو راضی کرنے کی کوشش کرے۔

(۱۴) اگر کوئی چاہے کہ لوگ اس سے اچھا سلوک کریں تو اس کو چاہیے کہ لوگوں سے حسن سلوک اور خوش خلقی سے پیش آئے۔

(۱۵) جو آخرت میں بھلائی چاہتا ہے اس کو اخلاص سے علم حاصل کرنا اور اس پر عامل ہونا چاہیے۔

(۱۶) سب سے زیادہ ظالم اپنی جان پر وہ ہے جو ایسے شخص سے تواضع سے پیش آئے جو اس کی قدر نہ کرے اور ایسے آدمی سے دوستی کرے جس سے فائدہ کی امید نہ ہو اور ایسے آدمی کی مدح کرے جو اس کو پہنچانتا نہ ہو۔

(۱۷) سچے دوست کی پہچان یہ ہے کہ مصیبت کے وقت کام آئے اس کی لغزشوں سے درگزر کرے اور دوست کی قدر کرے۔

(۱۸) جو تیرے سامنے کسی کی چغلی یا شکوہ کرتا ہے وہ یقیناً دوسروں کے پاس تیرا گلہ کرنے والا ہے۔

(۱۹) اپنے بھائی کو تنہائی میں نصیحت کرنے والا اس کا سچا خیر خواہ ہے اور مجلس میں ذلیل کرنے والا اس کو ذلیل کرنے والا بدخواہ ہے۔

(۲۰) ہادی وہ ہے جو عمل سے وعظ کرے (یعنی اس کا عمل دیکھ کر لوگ ہدایت پائیں)۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب گوجرانوالہ والے رحمۃ اللہ علیہ:-

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب جن کی زندگی میں گوجرانوالہ شہر میں ۸۰ مساجد اہل حدیثوں کی بن چکی تھیں- جو نہایت متبع سنت اور ولی اللہ شخصیت تھے ان کے بعد ان کے سب بیٹوں نے دین کے تمام کام بکثرت کئے اور حکیم محمود رحمۃ اللہ علیہ نے ماڈل ٹاؤن میں مسجد مکرم کی بنیاد رکھی جہاں مدرسہ اور مسجد میں پورے شہر کی مساجد سے زیادہ رونق ہوتی ہے محترم حافظ محمد اسعد صاحب وہاں خطیب ہیں- دین کا کام بڑی گرم جوشی اور اخلاص سے کر رہے ہیں اللہ تعالی ان کو جزائے خیر سے نوازے- بہرحال حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ جمعہ پڑھانے کے لئے تشریف لائے تھے کسی مخالف عقیدہ والے نے کسی بدعتی مولوی کے بہکانے پر ایک ان پڑھ شخص نے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا آپ نے فرمایا کہ چلو ٹھیک ہے تم خود جمعہ پڑھاؤ اس نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں چنانچہ آپ نے تقریر شروع کر دی اور پوری تقریر کے دوران وہ شخص روتا رہا اس کے بعد وہ اور اس کا سارا خاندان اہل حدیث ہو گیا یہ تھی سیرت واخلاق اور بردباری ہمارے اکابر علماء اہل حدیث کی جو پتھروں کا جواب پھولوں اور نیک دعاؤں سے دیا کرتے تھے-

ایک عبرت ناک حکایت مصنفہ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ:-

المنتظم مصنفہ امام ابن جوزی میں ایک حکایت ہے کہ ایک مال دار آدمی دوپہر کو مرغ کا کھانا تیار کر کے وہ اور اس کی اہلیہ جب کھانے لگے تو ایک سائل آیا اور اس نے سوال کیا جس کی وجہ سے مال دار آدمی غصے میں آ گیا کہنے لگا ان مانگنے والوں نے تنگ کر دیا ہے ہر وقت مانگتے ہی رہتے ہیں- کچھ ایسی ناراضگی کی باتیں کر کے اس سائل کو لاٹھی سے مار پیٹ کر دی اس کے بعد سائل تو واپس ہو گیا کچھ عرصہ بعد اس آدمی پر اتنی غربت آئی کہ اس کی دولت، اس کا مال، اس کی زمینیں سب ختم ہو گئیں اب

یہ آدمی اپنی اہلیہ سے کہنے لگا کہ میں بہت غریب ہوگیا ہوں تیرا خرچ برداشت کرنے کے قابل نہیں رہا لہٰذا تو مجھ سے طلاق لے لے۔ اب یہ عورت طلاق لے کو میکے چلی گئی کچھ عرصے کے بعد اس کی شادی کسی اور آدمی سے ہوگئی اور یہ آدمی مالی اعتبار سے بھی اچھا تھا چنانچہ ایک دن اسی طرح دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے تو ایک سائل نے آ کر سوال کیا عورت اپنی روٹی اٹھا کر دینے کے لئے جانے لگی تو خاوند نے کہا کہ میری روٹی بھی لے جاؤ اور سائل کو دے آؤ جب یہ عورت سائل کو روٹی دینے کے لئے اس کے قریب پہنچی تو غش کھا کر زمین پر گر پڑی ۔ خاوند چند منٹ انتظار کرنے کے بعد جب اٹھا تو کیا دیکھتا ہے کہ بیوی مدہوشی کے عالم میں گری ہوئی ہے منہ میں پانی ڈالنے کے بعد جب ہوش آیا تو خاوند نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا اس نے بتایا کہ یہ سائل میرا پہلا شوہر تھا اب یہ حالت فقر ہم سے مانگنے آیا ہے بیوی کی یہ بات سن کر موجودہ شوہر نے بتایا کہ میں وہی سائل ہوں جس کو تمہارے در سے جھڑکیاں اور مار پڑی تھی۔

حافظ محمد اسماعیل روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کا تبلیغی واقعہ:۔

حضرت مولانا حافظ محمد اسماعیل روپڑی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ کسی گاؤں میں گیا اور وہیں مجھے رات ہوگئی جب نماز کا وقت آیا تو میں نے مسجد میں جا کر سنت کے مطابق آمین بالجہر اور رفعیدین سینے پر ہاتھ باندھ کر نماز ادا کی نماز کی فراغت کے بعد چند متعصب آپ کو لپٹ گئے اور حافظ صاحب کو ظالمانہ طور پر مار پیٹ کی جس کی وجہ سے آپ بہت زیادہ زخمی ہو گئے سردی کا موسم تھا اور آپ کو مسجد سے نکال دیا گیا اور کسی شخص نے بیٹھک یا ڈیرے میں بھی جگہ نہ دی۔ آپ نے رات گاؤں سے باہر کسی پیپل کے نیچے گزاری۔ دردیں تیز ہوگئیں زخموں سے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ پوری رات بیٹھ کر گزاری۔ صبح جب مؤذن نے اذان دی اور آپ نے جب حی علی الصلوٰۃ کا کلمہ سنا تو پھر مسجد میں آ گئے نماز ادا کی اور سلام پھیرنے کے فوراً بعد کچھ آدمی اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ فرمانے لگے لوگو! مجھے مارو نہیں میری بات تو سن

لو! اتنی بات کہہ کر تقریر شروع کر دی۔ آپ تقریر کرتے جا رہے ہیں اور آپ کی زبان مبارک سے قرآن اور حدیث کے کلمات نکل رہے ہیں۔ اور مارنے پیٹنے والے زار و قطار رو رہے ہیں۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے اکابر نے دین کی خاطر کس قدر مصیبتیں برداشت کیں۔ یہ تھا ہمارے اکابرین کا سنت سے عشق اور تبلیغی سرگرمیوں میں مصائب کو برداشت کرنا۔ (تذکرہ علمائے اہل حدیث سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ)

حضرت مولانا احمد دین گکھڑویؒ اور ملاں ملتانی کا مناظرہ:۔

ایک مرتبہ غالباً جمعہ کے بارے میں ایک اختلاف ہوا تو حضرت مولانا عباس صاحب مرحوم انقلاب سے پہلے ہندوستان کے زمانے میں مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے کہا اس مسئلہ کے بارے میں مخالفین میں سے ایک ملا ملتانی ہے جو ایک مناظر ہونے کی حیثیت سے سوال و جواب کرے گا لہٰذا آپ وہاں تشریف لے جائیں مولانا نے فرمایا کہ میرا اس سے انکار نہیں لیکن جب بھی اس نے میرے متعلق سنا تو وہ فرار ہو جائے گا اس لئے میں آپ کو ایک عالم دین بتاتا ہوں آپ اس کے پاس چلے جائیں اور راستے میں صرف لا الہ الا انت پڑھتے جائیں۔ اور حضرت مولانا احمد دین گکھڑوی کا پتہ بتا دیا حضرت مولانا عباس صاحب ایک دوسرے شخص بنام کرم الٰہی کو ہمراہ لے کر مولانا احمد دین کے پاس پہنچے۔ حضرت مولانا مذکور نے پاؤں میں لکڑی کی کھڑائیں ڈالی ہوئی تھیں ملاقات کے بعد پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ حضرت مولانا عباس صاحب مرحوم پاکپتن والے نے تعارف کروایا دوبارہ محبت کے ساتھ ملے اور ساتھ تفصیلاً بتا دیا کہ ملاں ملتانی کے ساتھ مناظرہ ہے یہ مناظرہ ضلع فیروز پور میں کوٹ کھتیر پہنچے تو واقعی ملاں ملتانی بھی مقررہ تاریخ پر آ گیا اور ملاں ملتانی نے دوران مناظرہ اہل حدیث علماء کو چیلنج کیا اس موقع پر بہت سے علمائے اہل حدیث بھی آئے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب لکھوی حضرت مولانا عبداللہ صاحب اوڈ بھی تھے۔ حضرت مولانا عبداللہ اوڈ کی وجہ سے اوڈ

برادری نے پکھیاں لگائی ہوئی تھیں تا کہ کوئی فساد نہ ہونے پائے- حضرت مولانا احمد دین صاحب گکھڑوی نے ملاں ملتانی کے جواب میں ان لفظوں سے چیلنج کا جواب دیا- میری بیگم تو قدرتی فوت ہوچکی ہے اور آپ کی بیگم سکھ لے گئے ہیں- لہذا آپ مجھ سے مناظرہ کرلیں اور پھر مناظرہ بھی ہوا- حضرت مولانا احمد دین گکھڑوی کی زندگی میں ملاں ملتانی فوت ہوگیا-

ایک صحابی آدمی کا دور دراز سے آکر دین اسلام کے سوالات کرنا اور واپس پلٹتے ہی فوت ہوجانا:-

حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ایک وقت ہم رسول کریم ﷺ کے پاس چلے اور جب مدینہ سے باہر ہوئے تو ایک سوار ہماری طرف آتا ہوا دکھائی دیا- رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہ سوار تم سے ملنے کے لئے آرہا ہے- جب وہ ہم تک پہنچا تو اس نے سلام کیا حضرت محمد ﷺ نے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو اس نے کہا میں اپنے اہل وعیال اور قبیلہ والوں کے پاس سے آرہا ہوں پھر آپ نے کہا کہاں جاؤ گے کہا رسول کریم ﷺ سے ملنا چاہتا ہوں- آپؐ نے فرمایا کہو میں ہی اللہ کا رسول ہوں اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ مجھے تعلیم دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا کہو اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں- اور نماز پڑھا کرو' زکوٰۃ دو' رمضان کے روزے رکھو' اور حج کرو اس نے کہا مجھے ان سب باتوں کا اقرار ہے پھر جب وہ روانہ ہو چکا تو اس کے اونٹ کا پاؤں جنگلی چوہے کے سوراخ میں پھنس گیا اونٹ گر پڑا اور اس کے ساتھ ہی یہ سوار گرا اور اس کا سر پھٹ گیا گردن ٹوٹ گئی آپ ﷺ نے فرمایا مجھ پر اس کی دیکھ بھال ضروری ہے- ساتھ عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دوڑ کر اسے اٹھایا پھر کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ یہ تو مر چکا ہے آپ ﷺ دوسری طرف پلٹ گئے پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں نے دوسری طرف رخ کیوں پلٹا تھا میں نے دو فرشتوں کو دیکھا تھا کہ وہ جنت کے پھل اس کے منہ

میں دے رہے ہیں- جس سے میں سمجھ گیا کہ وہ بھوکا مرا ہے پھر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں میں سے تھا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ظلم یعنی شرک کو شامل نہیں کرتے پھر فرمایا اپنے بھائی کا انتظام کرو چنانچہ ہم نے اس کو غسل دیا اور اس کے کفن ودفن کا انتظام کیا-

(تفسیر ابن کثیر جلد۲ پارہ ۷ صفحہ ۸۹)

حضرت جابر بن عبداللہ کا ایک حدیث کی خاطر اونٹ خریدنا اور ایک ماہ کا طویل سفر کرنا:-

مسند احمد میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے روایت پہنچی کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے حدیث سنی ہے جو وہ بیان کرتے ہیں- میں نے اس حدیث کو خاص ان سے سننے کے لئے ایک اونٹ خریدا سامان باندھ کر سفر شروع کیا ایک ماہ کے بعد شام میں ان کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ہیں- میں نے دربان سے کہا کہ جاؤ جا کر خبر دو کہ جابر رضی اللہ عنہ دروازے پر موجود ہے انھوں نے کہا جابر بن عبداللہ میں نے کہا جی ہاں! یہ سنتے ہی وہ جلدی کے مارے چادر سنبھالتے ہوئے باہر آ گئے اور مجھ سے لپٹ گئے معانقہ کے بعد میں نے کہا مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ نے قصاص کے بارے میں کوئی حدیث خود آپ ﷺ سے سنی ہے' اس لئے یہاں آیا ہوں اور سنتے ہی سفر شروع کر دیا اس خوف سے کہ کہیں اس حدیث کے سننے سے پہلے میں مر نہ جاؤں- یا آپ کو موت نہ آ جائے اب آپ وہ حدیث سنایئے آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن اپنے بندوں کو اپنے سامنے حاضر کرے گا ننگے بدن' بے ختنہ' بے سروسامان' پھر انہیں ندا کرے گا جسے دور و نزدیک والے سب یکساں سنیں گے- فرمائے گا کہ میں مالک ہوں میں بدلہ دلوانے والا ہوں- کوئی جہنمی اس وقت تک جہنم میں نہیں جائے گا جب تک اس کا وہ حق جو کسی جنتی پر ہو دلوا نہ دوں اور نہ کوئی

جنتی اس وقت تک جنت میں داخل ہوگا جب تک کہ میں اس کا وہ حق جو کسی جہنمی پر ہے دلوا نہ دوں چاہے وہ ایک تھپڑ ہی کیوں نہ ہو' ہم نے کہا حضور یہ حق کیسے دلوائے جائیں گے حالانکہ ہم سب اس وقت ننگے بدن' ننگے پاؤں' اور بے مال واسباب ہوں گے آپ نے فرمایا ہاں اس دن حق نیکیوں اور برائیوں سے ادا کئے جائیں گے-

(تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۲)

نوٹ:- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مذکورہ بھی صحیح مسلم کے حوالہ سے سورۃ زلزال کی تفسیر میں آگے موجود ہے اور اسی مضمون میں ہے-

شمع توحید:-

شمع توحید کی طبع اول ۱۹۳۰ء میں امرتسر میں ہوئی اس کے ۵۲ صفحات ہیں- اور طبع دوم ۱۹۵۷ء میں ہوئی (سرگودھا) اس کے ۵۲ صفحات ہیں- ۴ نومبر ۱۹۳۷ء کو مولانا ثناء امرتسری پر قاتلانہ حملہ ہوا اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۹۳۷ء میں امرتسر کے بریلوی احناف نے یکم تا تین نومبر عرس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ایک جلسہ میں علمائے احناف نے جماعت اہل حدیث کے خلاف عموماً اور خصوصاً مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے نام سے بڑی اشتعال انگیز تقریر کی اس کے جواب میں جماعت اہل حدیث امرتسر نے ۴ نومبر ۱۹۳۷ء کو مسجد مبارک کٹڑہ مہان سنگھ میں ایک جلسہ منعقد کرنے کا فیصلہ کیا اور مولانا ثناء اللہ صاحب اس جلسہ میں تقریر کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو قمر بیگ نامی ایک شخص نے آپ پر ایک تیز دھار آلہ سے حملہ کیا مولانا زخمی ہو کر گر پڑے زخم کاری تھا تاہم اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفائے کاملہ بخشی جمعیت اہل حدیث امرتسر نے تجویز کیا کہ اس واقعہ کی یادگار میں ایک ایسا رسالہ لکھا جائے جو ان عقائد فاسدہ کی تردید اور عقائد صحیحہ کی تعلیم پر مشتمل ہو مولانا امرتسری نے یہ کام خود اپنے ذمہ لیا اور ''شمع توحید'' کے نام سے ایک رسالہ نکالا اس رسالہ میں آپ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرۃ طیبہ' آپ کی بشریت' اور استعانت' اور امانت من

غیر اللہ پر سیر حاصل بحث کی۔ یہ رسالہ شمع توحید اس حادثہ کی یادگار ہے قمر بیگ اس نے آپ پر حملہ کیا تھا جائے وقوعہ سے فرار ہوگیا اور آخر کلکتہ سے گرفتار کر کے لایا گیا عدالت نے اس کو چار سال قید بامشقت کی قید سنائی مولانا ثناء اللہ مرحوم نے ان چار سال کے دوران قمر بیگ کے بچوں کو خرچ بھیجا قمر بیگ کو جب جیل میں یہ معلوم ہوا کہ میرے بچوں کی کفالت مولانا ثناء اللہ کر رہے ہیں۔ تو اس نے اپنے فعل پر افسوس کا اظہار کیا قیام پاکستان کے بعد مولانا سرگودھا منتقل ہوگئے جہاں آپ نے ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو انتقال کیا اور قمر بیگ بھی ہجرت کر کے پاکستان آ گیا اور اس نے بھی سرگودھا میں سکونت اختیار کر لی قمر بیگ تب بقیہ حیات تھا اور روزانہ صبح کے وقت مولانا مرحوم کی قبر پر جا کر آپ کے لئے مغفرت کے لئے دعا کرتا تھا۔ (المیر فیصل آباد)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی سرگرمیاں:۔

ایک شخص غالباً جس کا نام حبیب الرحمٰن تھا اور بہت بڑا عالم دین تھا لالچ یا کسی اور وجہ سے دین اسلام سے مرتد ہوگیا تھا اور اسلام کی تردید میں ایک کتاب لکھی جس کا جواب کوئی اور عالم دین نہ لکھ سکا قاضی محمد سلیمان منصور پوری مرحوم نے اس کتاب کی تردید میں ایک کتاب لکھی مذکورہ مرتد آدمی قاضی صاحب کے پاس آیا اور آپ سے بحث مباحثہ کیا اسلام کی صداقت پر قاضی صاحب نے کامل مکمل دلائل پیش کئے اتنے وزنی اور قوی دلائل اس نے سنے لیکن پھر بھی وہ اسلام کی طرف امادہ نہیں ہوتا تھا قاضی صاحب مرحوم نے سوال و جواب کے اختتام پر شام کے قریب بطور دعا و التجا کے آپنے ہاتھوں کو رب العلمین کے ہاں اٹھایا بہت خشوع خضوع الحاح کے ساتھ دعا مانگی ہاتھوں کو کاندھوں سے بھی زیادہ اونچا اٹھایا بالآخر اللہ رب العزت نے آپ کی دعا قبول فرما کر اس شخص مذکورہ کو دین اسلام کی دولت سے نوازا اب چونکہ اس کی اہلیہ بھی پڑھی لکھی تھی اور عقیدتاً ہندو مذہب رکھتی تھی اس نے کافی حد تک سمجھایا لیکن یہ نہ مانی قاضی صاحب مرحوم کو حبیب الرحمٰن نے دعوت دی اور آپ تشریف لائے دین اسلام کی

صداقت پر بہت انبار کی شکل میں دلائل پیش کیۓ جن دلائل کو اس کی اہلیہ چلتے پھرتے سنتی رہی اور اتنی جامع وسیع گفتگو سن کر اس نے بھی اسلام قبول کر لیا اور اس موقع پر قاضی صاحب کے لئے جو کھانا تیار کیا اس میں گاۓ کا گوشت بھی تھا کہنے لگی حضرت میں نے پہلی مرتبہ یہ اپنے دستر خوان میں گاۓ گوش تیار کیا ہے کھانا تیار کرنے سے پہلے اسلام قبول کر چکی تھی کلمہ شہادت پڑھ لیا تھا- قاضی صاحب مرحوم ریاست پٹیالہ میں راجہ گہندر سنگھ کی طرف سے جج تھے اور اپنے عقیدہ اسلام اور مذہب دین اسلام میں اتنے پختہ اور عامل تھے کہ غیر مسلموں کی طرف ذرہ بھر بھی لچک نہ تھی- ایک مرتبہ راجہ والی ریاست کی طرف سے تمام امرا کی دعوت ہوئی اور قاضی صاحب مرحوم کو بھی مدعو کیا گیا راجہ کا خادم جو ہاتھ دلہلانے پر مامور تھا اور سب آۓ ہوۓ مہمانوں کے ہاتھ دولھلا رہا تھا قاضی صاحب کو کہا آپ بھی ہاتھ دھولیں راجہ صاحب نے یہ بات سنی اور اپنے خادم کو ان لفظوں کے ساتھ جھڑکا اور کہا کہ تم کہتے ہو قاضی صاحب ہاتھ دھولو کبھی قاضی صاحب نے ہمارے دستر خوان سے کھانا کھایا ہے یعنی کبھی نہیں کھایا اب قاضی صاحب جب واپس جانے لگے تو کچھ خشک اشیاء اپنے خادم کے ہاتھ قاضی صاحب کے ہمراہ بھیج دیں تھیں یہ عملی زندگی اکابر علماء اہل سنت اہل حدیث جو غیر مسلموں کے سامنے نہ بکے اور نہ ہی مرعوب ہوۓ اور نہ دبے قاضی صاحب مرحوم کئی کتب کے مصنف ہیں رحمۃ اللعالمین سیرت کے موضوع پر تین جلدوں میں بہترین کتاب ہے-

حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ دین میں ابتلا اور ثابت قدمی:-

حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب توحید وسنت کی اشاعت علاقہ غزنی میں شروع کی تو بہت سے پیٹ پرست رسومات ورواجات کے دلدادہ علماء نے آپ کی مخالفت کی اور عداوت پر کمر بستہ ہو گئے- اور بادشاہ وقت کے سامنے شکایات شروع کر دیں بادشاہ نے بارہا دفعہ آپ کو منع کیا کہ جو مسائل آپ اختلافی

بیان کرتے ہیں وہ نہ کریں- چونکہ مولانا غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وحدیث کے علوم حاصل کرنے کے بعد توحید وسنت کی جو چیزیں مدھم پڑ گئی تھیں ان کے احیاء پر بہت زیادہ محنت سے کام لیا رفعیدین- سینے پر ہاتھ باندھنا- رکوع سجود قومہ جلسہ سنت کے مطابق کرنا تشہد میں انگلی اٹھانا جسے حدیث شریف میں رفع سبابہ کے نام سے پکارا جاتا ہے- رکوع کے بعد اور دونوں سجدوں کے درمیان جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ پڑھتے فاتحہ خلف الامام الغرض تمام سنت مصطفیٰ والی چیزوں کو آپ نے ادا کیا بادشاہ وقت نے سختی سے نوٹس لیا اور جبراً آپ کو منع کیا ایسی حرکات میرے ملک میں نہ کریں غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹوں کو ہمراہ لے لیا یعنی سید عبدالجبار سید عبدالرحیم وغیرھم کو بعض علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ کے بارہ بیٹے تھے ان سب بیٹوں کو شاہی دربار میں ہمراہ لے گئے اور ایک بڑی چادر بچھائی بادشاہ کو مخاطب کر کے کہا اگر مجھے اور میرے سب بیٹوں کے ٹکڑے ٹکڑے بوٹی بوٹی کر دو تب بھی میں توحید وسنت کی اصل کو بدلنے کے لئے تیار نہیں ہوں- بالآخر سید صاحب نے اپنے اہل وعیال کو لے کر ہجرت کر لی- ہجرت سے پہلے اپنے وطن ہی میں موجود تھے کہ باذشاہ کی طرف سے ایک سرکاری آدمی یا سپاہی آیا آپ کو زدوکوب کرنے کے لئے اور آپ اس وقت مسجد میں ہی تھے نماز پڑھ رہے تھے- نماز کے بعد معلوم ہوا کہ کوئی سپاہی ہے جو بادشاہ کی طرف سے آیا ہے آپ نے اللہ رب العزت کے ہاں دعا یہ طور پر قرآن عظیم کی ایک آیت کریمہ (سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّونَ الدُّبُرَ) پڑھی اتنے میں وہ بفضل خدا گر پڑا پھڑک اٹھا جب ہوش وحواس ٹھیک ہوئے معافی مانگ کر واپس ہو گیا- سفر ہجرت منزل بمنزل تہہ کرتے ہوئے امرتسر کی طرف آرہے تھے راستہ میں ایک گاؤں کے پاس نماز کا وقت ہو گیا وضو کر کے گاؤں سے کچھ فاصلہ پر نماز پڑھنے لگے تکبیر تحریمہ کہنے پر جنگل کے جانور چرند پرند بھی اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنے لگے الغرض وحشی جانوروں پر بھی ایسا حال طاری ہوا کہ حضرت مولانا غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے جو جو کلمات جانور جاندار سنتے وہ ہی انسانی زبان میں ادا کرتے- اس معاملہ کو متصل گاؤں کے ایک آدمی نے

دیکھا اور اپنے قصبہ میں جا کر بیان کیا تو لوگ حیران ہو گئے اور غزنوی مرحوم کے پاس آ کر آپ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی توحید و سنت کے زیور سے آراستہ ہوئے دین اسلام کی روشنی سے منور ہوئے۔ اسی سفر ہجرت کے دوران راستہ میں ایک بہت بڑا دریا حائل تھا چونکہ اس کے پل ہیڈ کا آپ کو علم نہ تھا۔ بیٹوں نے عرض کی کہ اس دریا کو کیسے عبور کریں گے۔ غزنوی مرحوم نے اپنے مالک معبود سے لو لگائی یعنی التجا کی تو مستجاب الدعوات نے اپنے مسکین اور عاجز بندوں کو باآسانی عبور کرا دیا۔ دیگر اسی سفر میں بھوکے بھی ہیں آپ کے اہل و عیال بھوک سے بیتاب ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد سے ایک آدمی سفید پوش آتا ہے تازہ پکا ہوا کھانا پیش کر کے واپس چلا جاتا ہے جس کھانے کی تازگی سے گرم بھاپ اٹھ رہی تھی (غالباً کسی حدیث کی عبارت کے کچھ الفاظ یہ ہیں

﴿مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهُ﴾

ترجمہ۔ ''جو آدمی اللہ تعالیٰ کا ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔''

اور قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (پارہ۲۴رکوع۱۱)

''تمہارے رب نے ارشاد فرمایا تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔''

جب امرتسر شہر میں پہنچے شہر کے باہر ہی ڈیرا لگایا اور تعلیم دین کا سلسلہ شروع کیا اسی دوران ایک مریضہ عورت خاتون جو لاعلاج ہو چکی تھی جس کا پیٹ بہت پھول چکا تھا اس کے اقارب کو پتہ چلا کہ یہاں علمائے کرام کی ایک جماعت آئی ہوئی ہے۔ اس کے اقارب سے ایک آدمی آیا اور حضرت غزنوی مرحوم کو بلا کر ساتھ لے گیا حضرت مرحوم نے شہادت کی انگلی اونچی کر کے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دم کیا اور یہ کلمات بھی پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ قَلَّتْ۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَرَّتْ۔ بِسْمِ اللّٰهِ فَرَّتْ۔ ایسے کلمات پڑھ کر دم کیا اللہ رب العزت نے اسے شفا بخشی اور اٹھ کر بیٹھ گئی اور اس کے ہوش و حواس ٹھیک ہو گئے۔ کچھ ایام کے بعد یہ خاتون کہنے لگی کہ بزرگوار

محترم کو ایک دفعہ پھر بلا لاؤ اس کے اقارب نے کہا حضرت محترم روز نہیں آ سکتے۔ کہنے لگی میں سلام عرض کرنے کے لئے خود جاتی ہوں۔ خورد ونوش کی کچھ اشیاء اور فروٹ وغیرہ لے کر حاضر ہوئی عرض کی یہ سامان آپ لے لیں مرحوم نے فرمایا مجھے فروٹ کی ضرورت نہیں زیادہ اصرار پر فرمایا طلباء کو دے دو۔ وہ طلباء کو یہ سامان دے کر واپس ہوگئی۔

حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ وزہد:۔

حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی (م ۱۲۹۸ھ) للّٰہیت تقویٰ اور علم دین میں یکتائے روزگار تھے۔ صاحب نزہۃ الخواطران کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں۔ حضرت عبداللہ بن محمد بن محمد شریف الغزنوی شیخ تھے۔ امام تھے۔ عالم تھے۔ زاہد تھے۔ مجاہد تھے۔ رضائے الٰہی کے حصول میں کوشاں تھے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی جان' اپنا گھر بار' اپنا مال' اپنا وطن سب کچھ لٹا دینے والے تھے علمائے سو کے خلاف ان کے معرکے مشہور ہیں۔ دور دراز علاقوں میں علما اور مشائخ آپ سے فیض حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے اور جب سُبْحَانَ اللّٰہ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا ورد کرتے تو جمادات بھی آپ کے ساتھ بآواز بلند تسبیح وتہلیل کرتے اور وجد اضطراب میں آجاتے چنانچہ حضرت مولانا غلام نبی الربانی مرحوم بھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے روایت ہے حضرت مولانا ابویحیٰ نوشہروی (م ۱۳۸۵ھ) سوہدرہ میں ایک متقی عالم سید نورشاہ مرحوم تھے اور (اَسْعِیْدُ مِنْ سَعْدٍ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ) میں سے تھے انھوں نے خواب میں دیکھا کہ سوہدرہ کی مغربی جانب ایک نور چمکا جو ستون کی شکل میں آسمان کو چھوتا ہوا نکل گیا۔ اس نور کا مبدا حضرت مولانا غلام نبی الربانی تھے۔ چنانچہ مولانا غلام نبی الربانی حضرت سید عبداللہ غزنوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے بیعت کی۔ حضرت مولانا غلام نبی الربانی مرحوم کا درج ذیل واقعہ مولانا سید الغزنوی کے اس واقعہ سے مماثلت رکھتا ہے۔ جو حضرت

عارف اللہ نے غزنی میں خواب میں دیکھا تھا- بخاری شریف کو خاک آلودہ دیکھا اور پھر اس کو صاف کیا اور ممدوح (مولانا غلام نبی الربانی مرحوم) نے خواب میں یہ دیکھا کہ سوہدرہ کی مسجد سے کوڑا کرکٹ اٹھا رہا ہوں- یہ خواب آپ نے حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی سے ذکر کیا- تو حضرت شیخ نے فرمایا- الحمد للہ است ایں رویا صادق است- برائے شما ہمہ مبارک است انشاء اللہ- انشاء اللہ از تو در دین اسلام کارے خواہد شد کہ ایں راز شرک و بدعت پاک خواہد نمود مراد از مسجد ایں اسلام است' خس و خاشاک بیرون کردن گویا دین از شرک و بدعت پاک نمودن است-

حضرت غزنوی کے بیٹے کے قتل کی جب خبر موصول ہوئی:-

حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جب امرتسر سے لاہور آ گئے تو ایک مرتبہ مسجد چینیا نوالی میں درس حدیث طلباء کو پڑھا رہے تھے آپ کے ایک بیٹے کے قتل ہونے کی خبر موصول ہوئی تو آپ نے- اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ راجعون پڑھ کر دو منٹ توقف کیا پھر طلباء کو مخاطب کر کے فرمانے لگے- ما برضائے او راضی ہستیم- بیایید کہ کار خود کینم- جس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں- اے طلباء آپ آئیں ہم تدریس کے کام مشغول رہیں اتنی بات کر کے درس حدیث میں مصروف ہو گئے- (غزنوی مرحوم کے بیٹے کا قتل کا واقعہ میں نے ایک ڈائجسٹ سے نقل کیا ہے- دیگر واقعات میں نے غزنوی مرحوم کے کچھ تو تذکرہ بزگان علوی سوہدرہ مرتبہ بزرگوار محترم عبدالرشید صاحب عراقی سے اور کچھ واقعات ایک معمر عالم دین مولانا عبدالحق حویلی لکھا کے قریب رہنے والے ضلع قصور نے میرے سامنے بیان کئے ہیں-)

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ مرتسری رحمۃ اللہ علیہ:-

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ جن کو کون نہیں جانتا اہل سنت اہل

حدیث تو جانتے ہی ہیں بلکہ دوسرے مذاہب والے بھی ان سے واقف ہیں حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے علم وعمل میں تضاد نہیں تھا جہاں وہ معلم مدرس مناظر کلیم مفسر محدث تھے وہاں وہ زاہد عابد بھی تھے اسی شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کو- علامہ رشید رضا مصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۴ھ) آپ کی دینی خدمات کی وجہ سے آپ کو (رجل الٰہی کہا ہے) حضرت مرحوم اپنی ذات میں انجمن تھے مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کہنے کو فرد واحد تھے مگر خدمات کے لحاظ سے اداروں سے بڑھ کر- محدث تھے' مدرس تھے' مناظر تھے' مصنف تھے اور بلند پایہ ادیب وصحافی تھے- آپ عمر بھر طاغوتی طاقتوں اور ائمہ مضلین کے سامنے توحید وسنت اور ختم نبوت کے دفاع کے لئے سینہ سپر رہے- صلیبی پادریوں' آریہ سماجی پنڈتوں' قادیانی مبلغوں' نیچری بابوؤں اور بدعتی ملاؤں کے خلاف ان کی معرکہ آراء داستانیں تا قیامت کہی اور سنی جائیں گی اور آنے والی نسلیں ان کے تحریری اور تقریری مواد سے خوشہ چینی کرتی رہی گی

کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمن دل کو
کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

اس رفو گر نے سینہ چاکان چمن توحید کو متحد کیا اور ۱۹۴۷ تک اس چمن کی آبیاری خون جگر سے کرتے رہے-

پھلا پھولا رہے یا رب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خوں دے دے کے یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے اس شیدائی نے ہمیشہ اتباع کتاب و سنت کی دعوت دی قال اللہ وقال الرسول کی صدا بلند کی اور اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کی تبلیغ کی-

ماقصہ سکندر و دارا نخواندہ ایم
ازما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ حاضر جوابی' بذلہ سنجی اور مناظرانہ نکتہ آفرینی میں یکتائے روزگار تھے انھوں نے اپنی شعلہ نوائی سے حرمن باطل کو خاکستر بنا ڈالا۔ پورے برصغیر میں وہ ناموس مصطفی ﷺ کے سب سے بڑے پاسباں اور توحید و سنت کے سب سے بڑے نقیب تھے۔ (تذکرہ ابوالوفاء سے چند سطور عرض کیے ہیں۔)

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہہ اولیئم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

اکابرین علمائے اہل سنت اہل حدیث کے کچھ تذکرے:۔

اکابر علمائے کرام اہل حدیث کو کون نہیں جانتا شاہ محمد اسحٰق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دہلی کی معروف شخصیت ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ اور دیگر بعض کتب کے مصنف ہیں۔ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دہلی کے مشہور مدرس اور شیخ الحدیث تھے جن کو شیخ الکل کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ ایک طرف تو یہ بزرگ مسند حدیث کے مدرس اور دوسری طرف اپنے ذریعہ معاش کے لئے مزدوری بھی کیا کرتے تھے یعنی کسی مسافر کا سامان اپنے سر پر اٹھا کر اس کو منزل مقصود پر پہنچا کر اپنی مزدوری کے پیسے حاصل کرتے۔ اور جب شہر بازار میں جانا ہوتا تو اپنے محلہ میں بآواز بلند کہتے کہ نذیر حسین بازار جا رہا ہے اگر کسی نے سودا منگوانا ہو تو لا دوں گا۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا بعض مائیں بہنیں کہتی کہ یہ سودا ٹھیک نہیں دل پر ملال تک نہ لاتے سودا واپس کر کے مالک کی مرضی کا لا دیتے۔ بے لوث اور بلا لالچ یہ کام کرتے۔ ان کی اور کتابیں بھی ہیں لیکن فتاویٰ نذیریہ تین جلدوں میں فتووں کا ایک سمندر ہے حضرت مولانا عبدالستار صاحب مرحوم امام غربا جمعیت اہل حدیث تھے میں نے ان کا ایک قرآن مترجم دیکھا ہے جس پر کافی زیادہ تفسیری حاشیہ ہے۔ اور ایک تفسیر سورہ فاتحہ کی جو ایک جلد میں ہے میرے مطالعہ میں گزری ہے اور یہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں تفسیر ستاری بھی ان کی تصنیف ہے رحمۃ اللہ علیہ۔ اور ان

کے بیٹے حضرت مولانا عبدالغفار سلفی رحمۃ اللہ علیہ جن کے پیچھے کراچی میں دو جمعے پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا بہت بڑے عالم دین تھے۔ حافظ عبداللہ روپڑی مرحوم جو بلند پایہ محدث اور شیخ الحدیث تھے علوم اسلامیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے تحقیقی مسائل میں بہت زیادہ دسترس حاصل تھی۔ باطل مذاہب کے ساتھ مناظرانہ پہلو میں ان کو بہت عروج تھا جب کبھی حافظ محمد اسماعیل روپڑی حافظ عبدالقادر روپڑی کا کہیں مناظرہ ہوتا تو حافظ عبداللہ روپڑی اپنے ان بھتیجوں کو دلائل کے انبار لگا دیتے تھے زمانہ ہندوستان و پاکستان میں اکثر مناظروں میں کامیابی ان کے قدم چومتی اور بعض مناظروں میں سو سو دو دو سو لوگ اپنے باطل مذاہب سے توبہ تائب ہو کر اپنے عقیدہ کی اصلاح کرتے اور مذہب اہل سنت اہل حدیث قبول کرتے حکومت سعودیہ کی نظروں میں حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہترین شیخ اور محقق شخصیت گردانے جاتے تھے وہاں کے علماء اور شیوخ بہت زیادہ ان کی توقیر کرتے تھے۔ زندگی کا اکثر حصہ انقلاب کے بعد لاہور چوک دالگراں کے پاس مسجد اور مدرسہ میں تدریس کے کام میں مصروف رہے ہیں اور یہیں خدمت دین میں مصروفیت کی حالت اپنے مولیٰ حقیقی کو جا ملے ہیں رحمۃ اللہ علیہ۔ اور اسی طرح اشاعت دین میں حافظ محمد اسماعیل روپڑی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ قرآن وسنت کی آبیاری کرتے کرتے اپنے الہ ومعبود حقیقی کو جا ملے اللہ رب العزت ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنائت فرمائیں آمین۔ حافظ محمد صاحب بن بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد علی لکھوی حضرت مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہما زہد وتقویٰ کی بہترین مثالیں تھے۔ حضرت مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ شب بیدار اور عابد شخصیت تھے ضلع اوکاڑہ ضلع ساہیوال میں اکثر اہل سنت اہل حدیث ان کے دست بیعت تھے جب آپ نماز پڑھاتے یا درس تدریس کرتے تو سامعین اور مقتدیین میں سوز تاری ہوتا اور ان کے قدرتی لہجہ میں سوز تھا سننے والوں پر رقت تاری ہوتی۔ اللہ ان سب بزرگوں کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنائت فرمائے آمین ثم آمین۔ اسی خاندان کے چشم وچراغ حضرت مولانا معین الدین

لکھوی دامت برکاتہ العالیہ ہیں جن کا دینوی ادارہ مدرسہ محمدیہ اوکاڑہ میں ہے غزنوی خاندان کے اکابرین حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا تو ذکر کر دیا ہے لیکن سید داود غزنوی اور ان کے فرزندار جمند حضرت مولانا سید ابوبکر غزنوی اس دین دار گھرانہ میں ایک عالم فاضل ادیب بلند پایہ پروفیسر تھے۔ سید داود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ایک معمری کے دور میں بھی جسمانی شکل وشباہت قد وقامت جسم کی ڈیل ڈول کے اعتبار سے جیسے حسین وجمیل تھے اور قریب کے جو رہنے والے ان کے احباب تھے وہ بتاتے ہیں حضرت کو کبھی کبھی اپنی ہی نذر لگ جاتی تھی۔ جیسے وہ جسمانی طور میں تھے ایسے ہی علوم دین ودنیا میں بھی اعلیٰ قابلیت کے مالک تھے یہ سب اللہ رب العلمین کی طرف سے ان پر لامعدود کرم ونوازش تھی زمانہ ہندوستان میں اور پاکستان میں اہل پاکستان کانفرنسیں تین تین دن کے ان کے فہم وفراست اور اجتہادات کی کڑی زنجیریں تھی یا اس طرح سمجھ لیں کہ آج تو عام مذاہب مسلمانوں کے جلسے کانفرنسیں کراتے ہیں۔ لیکن اس چیز کی ابتدا کرنے والے سید داود غزنوی حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور ان کے رفقا تھے رَحِمَهُمُ اللّٰهُ اَجْمَعِيْنَ حضرت سید داود غزنوی رحمۃ اللہ کے انتقال پر ملال پر اکثر علماء اہل حدیث اہل سنت اور غیر الحدیث نے جو تعزیتی مقالات سید ابوبکر غزنوی کو بھیجے تھے ان میں شورش کاشمیری کا بھی ایک مقالہ تھا جس میں شورش کاشمیری مرحوم نے اپنے مقالہ میں آپ کی وفات کی طرف اشارہ کر کے یہ ایک پنجابی کا فقرہ لکھا۔

بردہ سیاں درختاں دی کرے راکھی
پکن میوے تے کھان نصیب والے

سید ابوبکر غزنوی مرحوم جہاں ان کا جامعہ اور بہت بڑی مسجد ہے وہاں جمعۃ المبارک کا خطبہ کرتے تو اکثر وکلا پروفیسر اور پڑھے لکھے طبقہ کے لوگ وہاں نماز جمعہ کے لئے جاتے اور ان کی تقریر وعظ ونصیحت کا بہت زیادہ اثر ہوتا سید ابوبکر غزنوی مرحوم کو تو اللہ رب العزت نے جوانی کی عمر میں ہی اپنے پاس بلا لیا اللہ تعالیٰ ان کو

جنت الفردوس میں جگہ دیں اور ان کے درجات کو بلندی عطا فرمائیں آمین۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ بہت بلند پایہ ادیب فاضل اور علامہ شخص تھے جنھوں نے اپنی زندگی میں اہل سنت اہل حدیث کی تاریخ کو بفضل خدا بحکم خدا چار چاند لگائے یہ وہ مرد خدا تھے جنھوں نے ایک ماہ میں قرآن عظیم مکمل حفظ کیا حفظ ہی نہیں کیا بلکہ رمضان المبارک کے تیس دنوں میں نماز تراویح میں پورا قرآن سنایا۔ بعض علما نے بیان کیا ہے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم نے اور مولانا احمد رضا خان بریلوی نے چھے چھے ماہ میں قرآن حفظ کیا ہے لہٰذا ان دونوں بزرگوں کے چھے ماہ میں قرآن حفظ کرنا ان کے ذہین ہونے اور ان کی ذہانت کی انتہا ہے اور میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ماہ میں قرآن حفظ کرنا اور پورے ماہ رمضان المبارک میں نماز تراویح میں سنا دینا یہ ان کی کرامت خداداد ہے۔ سیالکوٹی مرحوم کئی کتابوں کے مصنف ہیں لیکن تاریخ اہل حدیث کی کتاب لکھ کر محترم و مکرم رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث رسول اور کتاب اللہ قرآن عظیم کا حق ادا کر دیا ہے۔ فَجَزاہ اللّٰه تعالٰی اَحْسَنِ الْجَزَاءَ۔

استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ عبدالمنان وزیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ۔ اور حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے گوجرانوالہ میں تبلیغ دین اور تدریس دین کے معاملہ میں بڑی بڑی تکالیف معاندین اور مخالفین کی طرف سے اٹھائی ہیں لیکن ایک بال یا ایک رائی کے دانہ برابر بھی جنبش نہیں کھائی دین کا کام بڑی دلیری و قوت سے کرتے رہے وہی مخالفین معاندین۔ موافقین و معاونین بنتے رہے یہ سب ان کی اخلاق بھری اور برداشت بھری داستانیں ہیں لیکن یہ کچھ بھی ہوا۔ ﴿ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾

استاذ پنجاب حضرت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ جب وزیرآباد میں تشریف لائے تو شروع میں لوگ اتنے مخالف اور متعصب تھے کہ

حضرت مولانا حافظ صاحب کو گٹھڑی کی طرح باندھ کر کھیتوں میں ڈال آیا کرتے تھے۔ لیکن حافظ صاحب کی ثابت قدمی کا یہ حال تھا کہ ہاتھ پاؤں ہلاتے ہاتھ پاؤں مارتے پھر واپس آ جاتے وہی مخالفین آپ کے موافق ہو کر آپ کے معاون بنے۔ حضرت مولانا نور حسین صاحب گھرجاکھی رحمۃ اللہ علیہ کو کون نہیں جانتا جنہوں نے احیائے دین کی خاطر کون سی قربانی سے اعراض کیا ہے بلکہ اپنے دیگر علما کی طرح توحید وسنت کے پرچم کو لے کر اٹھے اور پوری زندگی اٹھائے رکھا اور تبلیغ دین کو جاری و ساری رکھا دس دس میل بیس پچاس میل تک پیدل چل کر دین کے کام کئے اپنوں میں بھی اور بیگانوں میں بھی طبیعت میں تند خوئی سخت مزاجی نہ تھی بلکہ متانت اور بردباری تھی جو مخالف آتا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اخلاق اور سیرت حسنہ پیش کرتے۔ اللہ رب العزت اپنے نبی ﷺ کی سیرت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾

ترجمہ۔ ''اے میرے پیغمبر ﷺ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ان لوگوں کے لئے نرم ہو گئے ہو اگر آپ سخت خو اور سخت دل والے ہوتے تو یہ لوگ آپ کے گرد و نواح سے بھاگ جاتے اس لئے آپ معاف کر دیں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش کا مطالبہ کریں اور آپ ان سے مشورہ بھی کر لیا کریں جب کسی کام کا عزم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔''

اس لئے حضرت مولانا نور حسین گھرجاکھی رحمۃ اللہ اور ان کے رفقا علمائے کرام نے بڑی بڑی تکالیفیں برداشت کر کے توحید و سنت کو عوام الناس کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور اب بھی ماشاء اللہ بفضل خدا حضرت مولانا خالد صاحب سلفی دامت برکاتہ العالیہ شب روز اس تبلیغ دین میں کوشاں ہیں تحریر سے تقریر سے اخلاق سے ہر

طرح سے دین کا کام کر رہے اللہ رب العزت ان کی عمر میں برکت فرمائیں آمین۔
محترم بزرگوار سلفی دامت برکاتہ العالیہ کے ادارہ کا جب کبھی نام پڑھتا ہوں تو بہت خوشی ہوتی۔ ادارہ احیاء السنۃ۔ کتنا خوب پیارا نام ہے۔ گوجرانوالہ کی چند شخصیات کا تذکرہ کرتا جاؤں تاکہ دینوی تذکرہ سے ایمان تازہ ہو جائے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ محمد الیاس صاحب، اثری دامت برکاتہ العالیہ ہیں جنھوں نے اپنی جوانی اور عمر رسیدگی کی کئی بہاریں تدریس دین کے سلسلہ میں جامع اسلامیہ گوجرانوالہ میں گزاری ہیں سینکڑوں علماء اور طلبا نے ان کے سامنے زانو تلمند ٹیکا یئے اور درس نظامی کے زیورات سے آراستہ ہوئے ہیں۔ اور چند سال تک ماڈل ٹاؤن مسجد مکرم میں جو مدرسہ حکیم محمود صاحب مرحوم کا تھا میں بھی شیخ الحدیث کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں۔ اب چند سال ہوئے اعوان چوک کے متصل ایک تبلیغی مرکز قائم کیا ہے وہاں مسجد اور درس کی بنیاد رکھی ہے درس میں بیرونی اور مقامی طلباء کو دینوی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرتے ہیں اور مرکز میں ہر جمعرات کو تبلیغی اجتماع ہوتا ہے اور مختلف مقامات پر مبلغین کو بھیجا جاتا ہے جس عرصہ میں محترم استاذ العلماء نے تبلیغی مرکز کے لئے جگہ خریدی یا اس کا تعمیر کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ کافی تکالیفیں اور انتہائی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا چونکہ نیا کام تھا جیب سے بھی بہت زیادہ خرچ کیا اور اللہ کی رضا کے لئے دوڑ دھوپ بھی براداشت کی میں سمجھتا ہوں کہ یہ محض اللہ تعالی کا فضل اور اور بے پایاں انعام ہے جس مالک نے یہ سعادت حضرت حافظ صاحب کو بخشی کہ آج یہ تبلیغی مرکز رواں دواں ہے اللہ تعالی ہم سب کو اس مرکز کے ساتھ وابستگی اور تعاون کی توفیق بخشے امین ثم امین۔ محترم حافظ صاحب چند کتابوں کے مولف بھی ہیں لیکن (کتاب التوسل) جو لکھی ہے بہت بڑی بڑی کتابوں کے حوالہ جات اور عام فہم اور مدلل علمی کتاب ہے میں نے اس کا لفظ بلفظ پڑھا ہے۔ اس موضوع کی مدلل کتاب پہلی مرتبہ میں نے یہی دیکھی ہے۔ تسکین الصدور (جو حضرت مولنا سرفراز صاجب گکھڑوی نے لکھی ہے موا حد ہونے کے بھی کو کیونکہ انہوں نے عجیب انداز پیش

کیا ہے جو وطیرہ اکثر عاشقان رسول ہی پیش کیا کرتے تھے۔ اور تسکین الصدور کا جواب حضرت مولنا محمد حسین نیلوی سرگودھا نے لکھا ہے۔) استاذ العلماء حضرت حافظ محمد الیاس صاحب اثری نے (کتاب التوسل) لکھ کر تسکین الصدور کا جواب ہی نہیں قائم کیا۔ بلکہ اس کے اغلاط پر کئی اعتراضات قائم ہو سکتے ہیں اللہ رب العزت محترم کو جزائے خیر عنائت فرمائیں آمین۔ استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ محمد امین صاحب محمدی بھی اسی مذکورہ جامع اسلامیہ گوجرانوالہ درس میں تدریسی فرائض ادا کرتے رہے ہیں میرا اندازہ ہے کہ حضرت حافظ صاحب محترم بھی تکمیل تعلیم کے بعد اس ادارہ میں قَالَ اللّٰه وقَالَ الرَّسُوْلُ کے فرائض کی ادائیگی میں اپنی جوانی کی کئی متعدد بہاریں یہاں گزاری ہیں بڑی محنت شاقہ سے پر خلوص دینوی علوم سے اپنے عزیز طلباء کو آراستہ پیراستہ کرتے رہے ہیں اور طلباء کو روحانیت کا سبق دیتے رہے ہیں۔ اس کے بعد کچھ عرصہ مسلسل ماڈل ٹاؤن مسجد مکرم میں بھی شیخ الحدیث کی حیثیت سے تدریسی فرائض ادا کرتے رہے ہیں۔ اب اللہ رب العلمین نے ایسا موقعہ فراہم کیا ہے کہ حافظ صاحب نے عالم چوک میں بفضل خدا ایک ادارہ قائم کیا ہے جو جامع اسلامیہ سلفیہ نصر العلوم کے نام سے مشہور ہے اور اللہ کے فضل وکرم سے بہت جلد اس ادارہ نے ترقی کی ہے حافظ صاحب محترم اس ادارہ کی آبیاری میں لیل ونہار مصروف ہیں اللہ تعالیٰ ان کی زندگی علم وعمل میں برکت فرمائے اور اس دین کے کام کو اُخروی نجات کا ذریعہ بنائے آمین۔ حضرت مولانا شیخ الحدیث والتفسیر استاذ العلماء والاتقی مفتی حضرت مولانا ابوالبرکات احمد صاحب جو اس ادارہ جامع اسلامیہ گوجرانوالہ کے مشہور شیخ الحدیث وشیخ القرآن تھے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ دوسرے کئی علماء سے ہٹ کر کئی خوبیوں کے مالک تھے جو مولوی صاحبان ان کے پاس آتے جاتے ان کی ملن سازی خلوص اور ٹائم دینا وغیرہ سے بڑے متاثر ہوتے چونکہ حضرت شیخ کی مصروفیات بہت زیادہ تھیں باوجود کم فراغت ہونے کے بھی کسی آنے جانے والے اپنے اہل سنت اہل حدیث عزیز کو محروم نہ رکھتے جو مسئلہ بھی آپ سے پوچھا جاتا ایک فتویٰ کی حیثیت

سے جواب فرماتے اور ایک حیرانگی کی بات یہ ہے کہ اکثر معلمین کرام پڑھا کر چلے جاتے۔ لیکن حضرات الاستاذ المکرّم شیخ الحدیث کا طلباء کے ساتھ بے پایاں شفقت اور والہانہ پیار تھا کہ ایک چھوٹی سی چھڑی ہاتھ میں ہوتی اور درس میں طلباء کے لئے بیٹھے رہتے تا کہ عزیز طلباء اپنے اسباق کو اچھی طرح یاد کریں اور مطالعہ میں مصروف رہیں کبھی ایک کلاس کے پاس کبھی دوسری تیسری چوتھی الغرض تمام کلاسوں کے پاس جاتے اس وجہ سے جو طلباء محنتی نہیں ہوتے ان کا بھی شیخ کی اس شفقت کی وجہ سے کمی پوری ہو جاتی۔ شیخ بزرگوار اپنے تدریس سے فارغ ہو کر سائلین کو فتووں کی شکل میں جوابات بھی لکھتے یہ سب ذمہ داریاں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ ادا کرتے۔ مزاج میں تکبر انانیت ایسی کوئی آلائش نہ تھی سیرت مصطفی ﷺ اخلاق النبی کے زیور سے مزین تھے اللہ رب العزت ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عنائت فرمائیں ان کے جنتی درجات میں اضافہ فرمائیں امین ثم امین۔ حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد عبداللہ صاحب دامت برکاتہ العالیہ جو متحدہ جمیعت اہل حدیث کے امیر ہیں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ کی وفات حسرت آیات کے بعد چوک نیائیں اور جامع محمدیہ کے اسٹیج اہل سنت اہل حدیث کو سنبھالا اور ایسا سنبھالا کہ جماعتی سرگرمیوں پر آنچ نہ آنے دی محترم بزرگوار استاذ العلام بہت بڑی فہم وفراست کے مالک ہیں ہمارا یہ شہر گوجرانوالہ پہلوانوں کا شہر ہے لیکن اہل سنت اہل حدیث پر خواہ وہ پہلوان ہیں غیر پہلوان سب پر محترم بزرگوار کا رعب اور دبدبہ ہے تقریر اور تدریسی معاملہ میں بڑے بڑے نکات بیان کرتے ہیں حاضر جوابی ایسی شاندار ہے کہ عاجز بیان نہیں کرسکتا چوک نیائیں یعنی چوک اہل حدیث میں خطبہ جمعۃ المبارک اور صبح کا درس آپ کے ہی سپرد تھا صبح درس قرآن میں بہت خاصی تعداد میں لوگ بیٹھتے اور پوری توجہ سے درس سنا کرتے امیر محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ دامت برکتہ العالیہ کچھ عرصہ سے علیل رہے اور پھر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے (اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے) لاہور شہر میں ایک جماعت اہل حدیث کی مشہور و معروف شخصیت ہیں

حضرت مولانا شیخ الحدیث والتفسیر استاذ العلما محترم بزرگوار حضرت مولانا عبید اللہ خاں صاحب عفیف جو حکومت سعودیہ کی طرف مبعوث ہیں جنھوں نے اسلامی علوم کی تکمیل کے بعد اپنی جوانی کی تمام بہاریں قال اللہ وقال الرسول کے عظیم مشن میں گزاری ہیں اور طلباء کو علم دین کے زیور سے آرستہ پیراستہ کرتے رہے اور کر رہے ہیں بہت طویل عرصہ تک مسجد چینیا نوالی میں تدریس کا کام کرتے رہے ہیں اور اب چوک دالگراں میں جو مشہور پرانا ادارہ ہے اس ادارہ میں طلباء کو قرآن و حدیث کے علوم کے لباس سے ملبوس کر رہے ہیں عاجز کے دو بیٹے قاری عنائت اللہ اور حافظ سیف الرحمٰن بٹ نے بھی زانوتلمذ ان کے سامنے ہی ٹیکا ہے یعنی محترمی کے شاگرد ہیں۔ محترم بزرگوار جہاں تک ایک شیخ الحدیث ہیں وہاں اللہ رب العزت نے نزاعی مسائل میں ایک محقق ہونے کی سعادت بخشی ہے کچھ عرصہ تک میں مسلسل الاعتصام رسالہ کا مطالعہ کیا کرتا تھا اس عرصہ میں محترم بزرگوار کا مضمون اذان عثمانی کی تحقیق پر آیا کرتا تھا بزرگوار کا یہ مضمون بڑا تنقیدی اور دلچسپ تھا۔ تحصیل پسرور کے ایک گاؤں میں (اور اس گاؤں کو گوجرانوالہ بھی لگتا ہے۔) سب سے پہلے میں ہی وہ عاجز تھا جس نے اذان جمعۃ المبارک کو سنت نبوی کے مطابق جماعتیوں کے سامنے مسئلہ واضح کر کے جماعتیوں کو مجبور کر کے ایک ہی اذان مسنون پر اکتفا کیا اور میری جماعت نے بھی میرا ساتھ دیا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جزائے خیر سے نوازیں امین ثم امین۔ دیگر میں اپنے تمام اہل حدیث بھائیوں کو عرض کرتا ہوں کہ ہر قسم کے نیک اعمال میں عبادات میں سنت نبوی ﷺ کا خیال رکھیں اعمال کی قبولیت کی آخری شرط سنت نبوی ہے و گرنہ اہل سنت اہل حدیث کے سوا دوسرا کونسا مذہب ہے جو ہاتھ کھڑا کر کے کہے کہ میں سنت پر عمل کروں گا۔ جہاں آپ سنت کو چھوڑیں گے وہاں بدعت چھلانگ مار کر بیٹھ جائے گی اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی چھوٹی چھوٹی سنت پر بھی عمل پیرا ہونے کی توفیق ارزاں فرمائے امین۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد اکرم شاہ صاحب گیلانی ہیں جنھوں نے

گوجرانوالہ شہر میں سکونت پذیر ہوتے ہوئے لاری اڈہ ماڈل ٹاؤن کے قریب جامع رحمانیہ مدرسہ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے جوانی کی اکثر بہاریں یہاں گزاری ہیں اور مدرسہ جامع رحمانیہ میں شائقین علم کو لباس علم سے ملبوس کرتے رہے ہیں۔ میری معلومات کے مطابق حضرت الشیخ الحدیث اپنے اثر رسوخ سے بفضل خدا بامداد خدا طلباء کرام کی ضروریات اور معلمین کی تنخواؤں کا انتظام کرتے رہے ہیں محترم بزرگوار یہاں صرف شیخ الحدیث صدر المدرس ہی نہ تھے بلکہ یہاں کی بہت بڑی مسجد اس کے خطیب پانچ اوقات نماز کے بہترین امام بھی تھے۔ صبح کی نماز کے بعد جو درس قرآن کیا کرتے تھے ترتیب وار قرآن عظیم کو یہاں ختم کیا اور پھر دوبارہ بھی شروع کیا گیا۔ کچھ عرصہ سے یہاں تدریس کا سلسلہ منقطع ہونے کے بعد محترم حضرت شاہ صاحب اصغر کالونی کے متصل ریلوے گاڑی کے نگار پھاٹک کے پاس ایک جامع مسجد و مدرسہ اہل حدیث ہے وہاں علوم دین اور خطابت کا سلسلہ شرع کیا ہے دامت برکاتہ العالیہ یہاں کافی مطمئن ہیں اور یک جہتی اور دل لگی سے دین کا کام کر رہے ہیں اللہ رب العزت ان کو تا زندگی یہیں دین اسلام کا کام کرنے کی سعادت بخشے اور دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی سے نوازے امین ثم امین۔ دیگر جامع اسلامیہ گوجرانوالہ میں حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد اعظم صاحب استاد العلماء دیرینہ مدرس ہیں طلباء کے لئے ہر طرح حوصلہ افزائی کا ذریعہ ہیں تقریری فن اور سیاسیات میں بھی گہرا تعلق ہے۔ دیگر اسی مدرسہ میں دوسرے شیخ الحدیث حضرت مولانا فاروق راشدی صاحب ہیں جو دیرینہ مدرس ہیں۔ اسی طرح جامع محمدیہ حضرت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب شیخ الحدیث استاذ العلماء سلفی قسم کے بزرگ ہیں۔ اسی درس میں حضرت مولانا شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا محمد رفیق صاحب سلفی ہیں۔ نہایت ملنسار مخلص شخصیت ہیں۔ اسی جامعہ محمدیہ میں حضرت مولانا استاذ العلماء شیخ الحدیث محمد فاروق صاحب صارم برکاتہ العالیہ ہیں نہایت قابل شخصیت ہیں درس مذکورہ میں حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد عمران صاحب عریف مدرس ہیں۔ مجھے اپنی جماعت اہل سنت

اہل حدیث کے بزرگ علمائے کرام کبھی نہیں بھولتے حضرت مولانا عبدالحق صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضلع ساہیوال شہر کے مایہ ناز خطیب تھے بہت فراخ دل اور ہنس مکھ تھے اللہ رب العزت انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عنائت فرمائیں۔ اور اسی طرح حضرت مولانا عبدالقادر صاحب حصاری غفرلہ الباری بہت بڑے عالم دین اور محقق تھے اکثر فتاوے لکھنے کا کام بھی کرتے تھے عاجز ان کی زندگی میں کبھی کبھی ان کے پاس رضائے الٰہی کے لئے جایا کرتا تھا اور وہ مجھ سے تقریر اور درس بھی کروایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ رب العزت انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات نصیب فرمائیں امین۔ یہ بزرگ منڈی عارفوالہ اور گگو منڈی کے قریب مدہیاں والا ایک قصبہ تھا جہاں وہ دیر تک خطیب رہے۔ شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقا کی شہادت کے بعد فن جہاد بالکل مدھم پڑ گیا تھا اور شہدائے بالاکوٹ ان کی تنظیم بھی برائے نام رہ گئی تھی۔ اب اس جہاد کو اور اس کے پرچم کو مرکز الدعوۃ والارشاد کے اکابرین حضرت مولانا پروفیسر محمد سعید صاحب امیر اور حضرت مولانا امیر حمزہ صاحب اور مشہور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام صاحب بھٹوی اور ان کے رفقا لے کر اٹھے ہیں اور تمام دوسری جہادی تنظیموں کے مقابلہ میں مسنون طریقہ سے اس فریضہ جہاد کو شروع کیا ہے ان کا کھانا پینا مسنون طریقہ سے لباس حجامت اٹھ بیٹھ گفتگو تبلیغ ہر چیز مسنون ہے۔ بلکہ جب سالانہ اجتماع ہوتا ہے ہر موقع محل پر سنت مصطفیٰ ﷺ کا خاص خیال کیا جاتا ہے۔ اللہ رب العلمین کا شکر ہے کہ ہماری جماعت اہل سنت اہل حدیث کی جتنی بھی تنظیمیں ہیں مسئلہ جہاد میں متفق ہیں ہر اہل سنت اہل حدیث موحد کا یہ عقیدہ اور یہ تبلیغ ہے کہ جہاد اسلام کی ایک بنیادی شق ہے جیسے اسلام میں نماز روزہ وغیرہ احکامات دین فرض عین ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا فرض کفایہ ہے۔ فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ جس گھر میں چار آدمی بالغ موجود ہیں اگر ان میں سے ایک دو جہاد کے لئے نکلیں تو یہ فرض کفایہ ادا ہو جائے گا۔ لیکن ان میں جو جہاد کے لئے نہیں گئے وہ اپنے دل میں جہاد و قتال کا ارادہ ضرور رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں

جہاد اور قتال کی فضیلت کو دیکھ کر ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی زندگی میں یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

﴿اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ﴾

ترجمہ:۔ اے اللہ مجھے اپنے راستہ میں شہادت کی موت عطا فرما اور میری شہادت کی موت بھی تیرے رسول ﷺ کے شہر میں ہو یعنی مدینہ طیبہ میں یہ ہے شہادت کا مرتبہ و مقام۔

جب حضرت فارق اعظم رضی اللہ عنہ کو آپ کے آزاد کردہ غلام ابولؤلؤ مجوسی نے شہید کیا اور مدینہ طیبہ میں ہی مسجد نبوی میں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین حیران ہو گئے کہ اللہ رب العزت نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی التجا کا ایک ایک لفظ قبول فرمایا ہے۔ میں اپنے محسن علمائے کرام کے متعلق کچھ عرض کر رہا تھا راولپنڈی میں میرے محترم بزرگ استاذی المکرم حضرت مولانا محمد اسماعیل شیخ الحدیث اور شیخ القران۔ شیخ الواعظین۔ شیخ المقررین تھے جن کی تبلیغی سرگرمیاں کشمیر سے لے کر پشاور تک پورا پنجاب کراچی تک تھیں جن کے تفصیلی واقعات میں اپنی پہلی کتاب (خطبات رحمٰن) کے مقدمہ میں عرض کر چکا ہوں دوبارہ دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اور اسی (خطبات رحمٰن) میں یعنی جہاں موٹی سرخی ہے (مؤلف کی قلم) سے اس میں اہل سنت اہل حدیث کی تاریخ ایبٹ آباد ہزارہ اور حویلیاں ہزارہ میں حضرت مولانا عبدالغنی شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی بابت بھی ان کی تفصیلی خدمات کا تذکرہ کیا ہے ہے چونکہ ان بزرگوں کی وساطت سے اس عاجز کے عقیدہ کی اصلاح ہوئی ہے یہ بزرگ عالم دین قصبہ جھنگڑہ حویلیاں ہزارہ سے تین میل کے فاصلہ پر رہنے والے تھے اللہ رب العزت ان کی قبر و تربت کو جنت الفردوس کا ٹکڑا و حصہ بنائیں امین۔ اور اسی (خطبات رحمٰن) کے ''مؤلف کی قلم'' سے کے مضمون میں میں نے حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب ہزاروی دامت برکاتہ العالیہ جو ہریپور ہزارہ میں مقیم ہیں ایبٹ آباد ہزارہ۔ حویلیاں

ہزارہ میں معروف شخصیت ہیں اور حضرت مولانا عبدالغنی ہزاروی رحمت اللہ علیہ کے محبوب شاگرد کی تفصیل لکھی ہے۔ بندہ عاجز کی معلومات میں جو علمائے کرام اہل سنت اہل حدیث تھے ان کا تذکرہ کیا ہے ورنہ اہل سنت اہل حدیث علمائے کرام کی فہرست ہزاروں سے بھی متجاوز ہے جو علمائے کرام دَامَتْ بَرَکَاتُھُمْ الْعَالِیَہ دین اسلام کا کام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ رب العزت ان کی زندگیوں میں برکت فرمائے اور ان کی تدریسی تقریری تصنیفی خدمات کو قبول کر کے اپنے فضل و رحمت کے ساتھ جنت کا ذریعہ بنائے۔ اور جو علمائے کرام مرحومین اس دنیا فانی سے الودع ہو کر عالم جاودانی عالم برزخ میں پہنچ گئے ہیں اللہ رب العزت ان کو جنت الفردوس میں جگہ دیں اور جنتی درجات میں ترقی فرمائیں آمین یا الہ العلمین۔

حضور ﷺ کی محبت اور آپ کی اتباع ہی اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ بن سکتی ہے:۔

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ الرَّحِیْمَ۔﴾ (پارہ ۳ رکوع ۱۲)

ترجمہ:۔ ”اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آپ ارشاد فرما دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو اللہ رب العزت تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان ہیں۔“

دنیا میں مخلوق خدا کا عجیب حال ہے اگر عیسائیوں کو پوچھیں گے کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا کیوں کہتے ہو تو جواب میں وہ یہی کہیں گے ہمارا اصلی مقصد اللہ تعالیٰ کا پیار ہے۔ اگر آپ یہودیوں کو پوچھیں گے کہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کیوں کہتے ہو تو وہ جواب میں یہی کہیں گے کہ ہمارا اصلی پروگرام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہم پیار کرتے ہیں اگر مشرکین مکہ کفار عرب کو پوچھا جاتا

کہ آپ ان بتوں ٹھاکروں سے کیوں پیار کرتے اور ان کی عبادت کرتے ہو تو وہ بھی یہود ونصاریٰ کی طرح جواب دیتے تھے- اب موجودہ دور کے مسلمانوں کو پوچھا جا۔ ٔ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں بزرگوں کو اپنی حاجتوں ضرورتوں میں کیوں پکارتے ہو تو وہ بھی جواب میں یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور پیار مقصود ہے اور بعض نام نہاد مسلمان اللہ تعالیٰ کی محبت کا نام رکھ کے اتنا ظلم کرتے ہیں کہ خدا کے نبی کو خدا تک پہنچا دیتے ہیں اب میں ذیل میں کچھ ایسے مسلمانوں کے سے ہاتھ لکھے ہوئے اشعار عرض کرتا ہوں آپ پڑھ کر اندازہ لگائیں کہ کیا یہ ہی مسلمان ہیں اور خدا کی توحید نے یہ سبق دیا ہے)

شریعت کا ڈر نہیں صاف کہہ دوں
خدا خود رسول خدا بن کے آیا
وہ مدنی محمد معین بن کے آیا
شریعت کا ڈر ہے نہیں صاف کہہ دوں
نبی جی ہمارا خدا بن کے آیا
پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا آگے اور گل افشانی کی ہے

(حوالہ نعت الروح صفحہ ۴۴)

یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا
تیرا اور سب کا خدا احمد رضا
جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے
جام کوثر کا پلا احمد رضا
حشر کے دن جب کہیں سایہ نہ ہو
اپنے سایہ میں چلا احمد رضا

نعوذ باللہ من ذالک تیسرے پارہ رکوع ۱۲ کی جو آیت کریمہ میں نے عرض کی ہے اللہ تعالیٰ رب العزت نے اس میں واضع الفاظ سے یہ اٹل حکم دیا ہے کہ بنی نوع

انسان اگر اللہ رب العزت سے پیار کرتے ہو تو اس کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ اللہ رب العزت کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی اتباع کرو اگر آخرالزمان نبی ﷺ کی اتباع کرو گے۔ پھر تمہاری محبت ہی اللہ تعالیٰ سے نہیں ہوگی بلکہ اللہ احکم الحاکمین تم سے محبت کرے گا جب اللہ رب العزت کی تم سے محبت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ سب تمہارے گناہ معاف فرما دے گا شاعر نے کیا خوب لکھا ہے ۔

مصور کھینچ وہ نقشہ کہ جس میں اتنی صفائی ہو
ادھر فرمان محمد ہو ادھر گردن جھکائی ہو

ایک جگہ رب العلمین فرقان حمید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا اٰبَآءَ كُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوْا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○﴾ (پارہ۱۰رکوع۹)

ترجمہ:۔’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ پکڑو تم اپنے باپ دادوں اور اپنے بھائیوں کو دوست اگر وہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند کریں اور جو شخص ان سے دوستی رکھے گا ایسے لوگ ظالم ہیں اے میرے نبی آپ ارشاد فرما دیجئے اگر ہوں باپ دادے تمہارے اور بیٹے تمہارے اور بھائی تمہارے اور بیویاں تمہاری اور کنبہ خاندان تمہارا اور مال جس کو تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے اور وہ جگہیں جن کو تم پسند کرتے ہو اگر یہ سب چیزیں اللہ اور اللہ کے رسول کے مقابلہ میں تمہیں پیاری ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے سے بھی زیادہ

محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے اللہ تعالیٰ فاسقوں کی قوم کو ہدایت نہیں کرتے۔''

اللہ تعالیٰ کافروں سے ترک موالات کا حکم دیتا ہے ان کی دوستیوں سے روکتا ہے گو وہ ماں باپ بھائی بہن ہوں بشرطیکہ وہ کفر کو اسلام پر پسند کریں۔فرقان حمید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے:

﴿لَاتَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِااللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآئَهُمْ اَوْ اَبْنَآئَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ واُلٰٓئِکَ کَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِنْهُ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ واُلٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝﴾ (پارہ۲۸رکوع۳)

ترجمہ:۔''اے میرے نبی ﷺ نہیں پائیں گے آپ ایسی قوم کو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور آخرت کے ساتھ ایمان لاتی ہو کہ وہ دوستی رکھے ایسے لوگوں کے ساتھ جو اللہ اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں اگر چہ وہ ان کے باپ کیوں نہ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا اُن کا کنبہ کیوں نہ ہو ایسے لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ رب العزت نے ایمان لکھ دیا ہے۔ ان کے دلوں کو اپنے فیض سے قوت دی ہے فیض سے مراد نور ہے۔ اور داخل کرے گا ان کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں اللہ رب العزت ان سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہو گئے ہیں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ رب العزت کا گروہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی کامیابی پانے والا ہے۔''

بیہقی شریف میں ہے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے باپ نے جنگ بدر والے دن ان کے سامنے اپنے بتوں کی تعریفیں شروع کیں آپ نے اسے ہر

چند روکنا چاہا لیکن وہ بڑھتا ہی چلا گیا باپ بیٹے کے درمیان جنگ شروع ہوگئی آپ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی- آیت مذکورہ سے پہلی آیت کریمہ میں رب العلمین اسی لئے ارشاد فرماتے ہیں- اگر یہ رشتے اور اپنے حاصل کیے ہوئے مال اور مندے ہو جانے کی تجارتیں اور پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ سے اور جہاد سے بھی زیادہ مرغوب ہیں تو تمہیں خدا کے عذابوں کے برداشت کے لئے تیار رہنا چاہیۓ ایسے بدکاروں کو اللہ تعالیٰ بھی ہدایت نہیں کرتے- ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ جا رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے ہر چیز سے عزیز ہیں سوائے میری اپنی جان کے، حضور ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا جب تک کہ وہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ رکھے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی خدا کی قسم آپ کی محبت مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ ہے آپ نے فرمایا اے عمرؓ اب تو مومن ہوگیا ہے ان تینوں آیات مذکورہ سے ثابت ہوا اللہ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی محبت- اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اللہ تعالیٰ کی رسول کی اتباع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے یہ باتیں فرض ہیں اگر ان فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کی گئی تو یقیناً دنیا و آخرت سب بیکار ہیں اور ایسے لوگوں کو اتنا خسارہ ہے کہ جس کی کمی و کوتاہی کی کوئی انتہا ہی نہیں- ایک اللہ تعالیٰ کے نیک بندے نے محبت رسول ﷺ کے بارہ کیا خوب لکھا ہے ؎

جیں دل حب نبی دی اسنوں بھائیں ساڑن ہیں
پر نور محمد پتہ محبت ٹرنا اسدے راہیں
جیں دل حب نبی دی ناہیں دعوٰی کوڑ ایمانی
اور بھاویں کیڈا عالم ہووے بیلی جان شیطانی

حدیث شریف میں آتا ہے تاجدار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ٥ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَ مُسْلِمٌ﴾

ترجمہ:۔ ’’حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی محبت میرے ساتھ اس کے والدین اور اس کی اولاد اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو یہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے۔‘‘

دوسری حدیث شریف میں ہے۔

﴿وَعَنْ عبداللّٰہ ابْنِ عُمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبْعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ قَالَ النَّوَوِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ﴾

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنی خواہش کو جو شریعت اور سنت میں لایا ہوں۔ یعنی قرآن و حدیث کے تابع نہیں کرتا۔

تیسری حدیث شریف میں آتا ہے تاجدار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

﴿لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا﴾ (مجموع التفاسیر پارہ۲)

ترجمہ:۔ ’’حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو تمام مخلوق سے زیادہ محبوب اور پیارا نہ سمجھے۔‘‘

ان تینوں احادیث مذکورہ سے روز روشن کی طرح یہ ثابت ہوا کہ دین اسلام اور ایمان کی پابندی اور پختگی اسی شکل میں ہے کہ توحید بار تعالیٰ کے ساتھ محبت

رسول ﷺ بھی ہو اور اتباع نبوی ﷺ بھی کامل اور اکمل ہو- ایک اور حدیث میں تاجدار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا-

﴿اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ﴾

(مجموع التفاسیر پارہ ۲)

ترجمہ:- ''حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر آدمی اپنے دوست کے دین د مذہب پر ہوتا ہے لیکن ہر آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس سے دوستی قائم کرتا ہے اس کو دیکھ لے کیا وہ شریعت اور سنت کے خلاف تو نہیں-''

لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول کی دوستی کیا ہی خوب اور پیاری ہے اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں ایمانداروں کو نصیب فرمائے امین- علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

تاجدار عالم بطحا کا جو فرمان تھا
کچھ نہ تھا اس کے سوا سنت تھی یا قرآن تھا
جب تلک یہ دیں مسلمانوں کا حرز جان تھا
ان دنوں اقبالؔ ان کے در پہ اک دربان تھا

ایک اور محبّ رسول ﷺ کیا ہی خوب کہتا ہے جو ذیل میں ہے-

دیکھ کر تجھ کو مٹے جاتے ہیں دنیا کے حسین
جمع ہوتا ہے مسالا تیری یکتائی کا

❋ ❋ ❋

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مؤلف کا تبصرہ اور مرحوم کے ساتھ حسن عقیدت

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا سے رخصت ہوئے گیارہ سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے- لیکن ان کی یادوں کے چراغ ہمارے یہاں خانہ دل کو اسی طرح منور کرتے ہیں- ان کی نطق شرینی' تحریر و تقریر کے سحر انگیزیوں اور بزلہ سنجی و حاضر جوابی کی بے پناہ کاٹ کے اثرات ہمارے فکر و شعور میں اسی طرح تازہ اور شگفتہ ہیں- کہ یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ وہ ہمارے سامنے بیٹھے اپنی شخصیت اور زور خطابت کا جادو چلا رہے ہیں- ان کی نظریات آج بھی ہمارے سامنے تحریروں اور تقریروں کی صورت میں موجود ہیں-

وہ بیک وقت مصروف عالم دین' بے باک مقرر' ممتاز مذہبی سکالر' بے مثل مجاہد' ممتاز دانشور' محب وطن سیاستدان' مایہ ناز مصنف' شعلہ نوا خطیب' لاجواب ادیب' جرأت مند قائد اور کامیاب صحافی تھے- آپ کی پوری زندگی اسلام کے غلبہ' عدل و انصاف کے قیام' جمہوریت کی بقا' توحید و سنت کے نفاذ' اور امت مسلمہ کی اصلاح کی کوشش کرتے ہوئے گذری-

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید 1940ء میں محلہ احمد پورہ سیالکوٹ میں حاجی ظہور الٰہی کے گھر پیدا ہوئے- ابتدائی تعلیم ایم بی پرائمری سکول دھارووال سے حاصل کرنے کے بعد نو برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرنے کا شرف اونچی مسجد پنساریاں سے حاصل کیا- قرآن و حدیث کی تعلیم ملک کے مشہور دینی درس گاہ جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں دنیائے اسلام کے ممتاز استاد حافظ محمد گوندلوی سے حاصل

کرنے کے بعد فلسفہ اور منطق کی کتب جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں حافظ محمد شریف صاحب سے پڑھیں۔

1960ء میں دینی تعلیم سے فراغت کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی' ایم اے فارسی اور ایم اے اردو کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اور پھر مزید تعلیم کے لئے مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب چلے گئے۔ دوران تعلیم ہی آپ نے پہلی کتاب ''القادینہ'' دراسات وتحلیل تحریر کی۔ آپ کی قابلیت کا یہ عالم تھا۔ کہ جب آپ نے ''القادنیہ'' تحریری کی۔ (اس وقت آپ آخری سال میں پڑھ رہے تھے) آپ نے وائس چانسلر صاحب سے کتاب پر فاضل مدینہ یونیورسٹی لکھنے کی اجازت مانگی تو انھوں نے دے دی۔ آپ نے ازراہ مذاق کہا کہ شیخ اگر میں فیل ہو گیا تو؟ تو شیخ نے جواب دیا کہ اگر تم فیل ہو گئے تو ہم سب سے پہلے یہ کام کریں گے کہ یونیورسٹی بند کر دیں گے۔

آپ نے 92 ممالک کے طلباء سے 94 فیصد نمبر لے کر امتیازی پوزیشن حاصل کی۔ اور وائس چانسلر صاحب کے اعتماد پر پورا اترے۔ اور پھر یونیورسٹی انتظامیہ نے وہاں استاد رکھنے کی پیشکش کی جو آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دی۔ کہ میں اپنے ملک میں جا کر اپنی قوم کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ 1968ء میں واپس آ کر آپ نے لاہور کی تاریخی مسجد چینیانوالی سے آواز حق کو بلند کرنا شروع کیا۔ ان دنوں ایوب خان کے دور استبداد نے پاکستان میں لرزہ برپا کر رکھا تھا۔ جس کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے غیرت وحمیت' بے باک ضمیر اور روشن قلب کی زبان کے علاوہ بڑی قربانی کی ضرورت تھی۔ آپ نے لاہور کے تاریخی میدان اقبال پارک میں عید کے خطبہ میں عوام کی ترجمانی کرتے ہوئے ایوب خان کی آمریت کے خلاف آواز حق کو بلند کرتے ہوئے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ اور ایوب خان کی آمریت کے خلاف لوگوں کو منظم کیا اور ایوب خان کے غرور و آمریت کو خاک میں ملا دیا۔

اس دور میں پھر آپ کو جانشین بخاری' شورش ثانی اور خطابت کا بادشاہ جیسے

القابات سے نوازا گیا- 1917ء میں آپ نے کراچی یونیورسٹی سے لاء کا امتحان پاس کیا- اور ساتھ ہی فلسفہ، تاریخ اور چند دیگر مضامین میں ایم اے کی ڈگریاں حاصل کیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے ہفت روزہ ''الاعتصام'' کی ادارت سنبھالی- اور ہفت روزہ ''اہل حدیث'' کا ڈیکلریشن حاصل کر کے اس کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیئے-

اور اس وقت کے حاکم یحییٰ خان کے خلاف جمہوریت کی بحالی کا نعرہ بلند کرتے ہوئے پوری طرح خار وار سیاست میں داخل ہو گئے- اور جب ذوالفقار علی بھٹو برسر اقتدار آئے- آپ نے نیا اخبار ''ماہنامہ'' ''ترجمان الحدیث'' نکالنا شروع کیا- اور ذوالفقار علی بھٹو کی مغربی جمہوریت کی خوب خبر لی- اور پھر وہ وقت بھی آیا- جب بھٹو نے اپنے دست راست اور سابقہ گورنر غلام مصطفیٰ کھر کے ذریعے آپ پر دیگر مقدموں کے علاوہ قتل کا مقدمہ بھی درج کروایا- جس سے سیاست میں پہلی بار کسی سیاستدان پر تشدد کی ابتدا کر دی گئی-

آپ نے 1972ء میں تحریک استقلال میں شمولیت اختیار کر کے باقاعدہ جماعتی سیاست کا آغاز کر دیا- جس سے پہلے آپ کو ورکنگ کمیٹی کا ممبر اور بعد میں مرکزی سیکرٹری اطلاعات منتخب کیا گیا- 1977ء کی تحریک میں آپ اس کے قائم مقام سربراہ بھی رہے- تحریک نبوت میں آپ نے بھرپور کروار ادا کیا- جس کی وجہ سے آپ کو بے شمار تکالیف اور قید و بند کی مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں- جو آپ نے خندہ پیشانی سے قبول کر لیں-

آپ نبی اکرم ﷺ کے حقیقی عاشق تھے- جس کی وجہ سے آپ کو رسول کریم ﷺ سے بے پناہ عقیدت اور والہانہ محبت تھی- اور یہی وجہ تھی کہ جب تحریک نظام مصطفیٰ چلی تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کسی جلسے کا اسٹیج ایسا نہ تھا- جس پر علامہ شہید جلوہ افروز نہ ہوں- اور کوئی جلوس ایسا نہ تھا جس کی قیادت کرتے ہوئے علامہ شہید نے کارکنوں کو تازہ ولولہ نہ دیا ہو-

آپ حکومت کے خلاف بڑے بڑے احتجاجی جلسوں کی قیادت کرتے ہوئے بھٹو کی تمکنت اور غرور کے بت کو پاش پاش اور اقتدار و قوت کے ایوانوں کو متزلزل کر کے رکھ دیا۔ جس کی پاداش میں آپ کو دیگر راہنماؤں کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ بعد میں ہائیکورٹ کے حکم پر سابق وفاقی وزیر قانون ایس ایم ظفر' موجودہ ایم این اے مخدوم جاوید کے ساتھ آپ کو رہا کر دیا گیا۔

ایک طرف سے رہا کیا گیا۔ تو دوسری طرف سے ''مارشل لاء ڈیفنس آف پاکستان'' رولز اور ملٹری کورٹ کے وارنٹ نکلے۔ مگر آپ نے گرفتاری دینے کی بجائے نام محمد ﷺ پر چلنے والی تحریک کی قیادت کرتے ہوئے تحریک کو عروج پر پہنچایا اور مارشل لاء کے باوجود مسجد شہدا میں نہ صرف خطبہ ارشاد فرمایا۔ بلکہ مال روڈ پر ایک بڑے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے جرأت و بہادری کی ایک نئی تاریخ رقم کی'

جس کا اعتراف تحریک کے دیگر قائدین نوابزادہ نصر اللہ خان' سردار شیر باز خان مزاری' پروفیسر غفور خان' اور اصغر خان (جن کو گرفتار کر کے ان دنوں مری میں رکھا گیا تھا) کی موجودگی میں مولانا شاہ احمد نورانی نے اس طرح کہا۔ کہ جب علامہ شہید ان کو ملنے کے لئے گئے تو مولانا نورانی بخار میں مبتلا تھے۔ علامہ شہید کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا۔ ''احسان الٰہی ظہیر ہمیں تم پر فخر ہے کو جب تحریک مٹ رہی تھی تو تم نے تحریک کو عروج بخشا''۔ تو علامہ شہید نے کہا تھا' کہ ہمارے جیتے جی نام رسول ہاشمیؐ پر چلنے والی تحریک مٹنے نہیں پائے گی۔

علامہ شہید شورش کے بعد میدان خطابت میں بلاشرکت غیرے حکمران رہے' جس شان سے اردو میں گفتگو کرتے اسی آن سے عربی میں خطاب کرتے ہوئے بڑے بڑے عربی دانو کو درطہ حیرت میں ڈال دیتے۔ آپ کی تقریروں کو عالم عرب میں بڑے ذوق و شوق سے سنا جاتا تھا۔ عربی پر عبور کا عالم یہ تھا کہ بہت سے عرب علامہ کے شہید کرنے سے گھبرائے تھے۔

1985ء کے اوائل میں حکومت عراق کی دعوت پر بغداد میں دنیا بھر کے علماء

کی موجودگی میں آپ نے جب عربی زبان میں خطاب کیا تو عراقی صدر صدام حسین نے آبدیدہ ہوتے ہوئے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے کہا- تیرے جیسا بے باک اور شعلہ بیان مقرر کوئی ماں پیدا نہیں کر سکتی آپ کی اس تقریر کو پورے عالم عرب میں براہ راست ٹیلی کاسٹ کیا گیا-

. آپ نے سولہ کے قریب مستند اور معرکۃ الاراء کتابیں لکھ کر دنیا کی لائبریریوں میں گران قدر اضافہ کیا- جس میں سے بیشتر کتابوں کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں اور بیشتر کتب عالم اسلام کی عظیم درس گاہوں اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ' الجامعہ محمد بن سعود الاسلامیہ اور دنیا بھر کی دیگر یونیورسٹیوں میں شامل نصاب ہونے کے علاوہ اسلامی دنیا سے انعام اور زبردست داد وصول کر چکی ہیں- آپ کو میدان سیاست میں بڑے بڑے عہدوں اور میدان تصنیف و تالیف میں مال و زر کے بڑی بڑی پیشکشیں ہوئیں- جو آپ نے جوتے کی نوک پر ٹھکرا دیں اور ہمیشہ ثابت قدم رہے- حکمران وقت نہ آپ کو مال و زر سے خرید سکے نہ عہدوں کے لالچ سے ورغلا سکے-

علامہ ظہیر شہیدؒ نے اپنی زندگی میں اس نظریہ کو غلط ثابت کر دکھایا کہ دین اور سیاست دو مختلف چیزیں ہیں-- آپ علماء کرام کو مسجد کے حجروں سے نکال کر میدان عمل میں لائے اور اپنے ساتھ کھڑا کر کے اقتدار و اختیار کے مالک جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کو بلند کر کے رسول ہاشمی ﷺ کی اس حدیث پر عمل کر دکھایا کہ ''سب سے بہترین جہاد جابر اور ظالم حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کو بلند کرنا ہے-''

23 مارچ 1987ء کو سوموار اور منگل کے درمیانی شب سیرت النبیؐ کے ایک جلسہ میں ایک زبردست دھماکہ ہوا- جب آپ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاالحق کو اپنی روایتی گھن گرج کے ساتھ للکار رہے تھے- جس میں آپ کے دست بازو اور لہک لہک کر قرآن پڑھنے والے ساتھی مولانا حبیب الرحمان یزدانیؒ' مفکر اسلام مولانا عبدالخالق قدوسی' اور محمد خان نجیب سمیت سات افراد شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز

ہو گئے- اور آپ کو شدید زخمی حالت میں میو ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں لایا گیا- جہاں پر آپ کو سعودی عرب' عراق اور کویت کے فرمانرواؤں کی طرف سے اپنے اپنے ملکوں میں علاج کی پیشکشیں موصول ہوئیں- مگر آپ نے شاہ فہد کی دعوت کو قبول کیا- اور سعودی عرب جانے کو ترجیح دی-

وہاں پر شاہ فیصل ملٹری ہسپتال میں زیر علاج رہے- مگر عالم اسلام کے اس عظیم سپوت کی اس دعا کی قبولیت کا وقت آن پہنچا- جو انھوں نے جسٹس ریٹائرڈ چیمہ صاحب' خبریں کے ایڈیٹر خوشنود علی خان' پیر اشرف' اور اپنے لاڈلے اور پیارے بیٹے حافظ ابتسام الٰہی ظہیر کی موجودگی میں اپنی شہادت سے دو سال قبل میدان عرفات میں مانگی تھی- کہ اے اللہ مجھے شہادت کی موت نصیب فرما- اور میری تدفین بھی مدینۃ النبی میں ہو-

پھر آپ 30 مارچ بروز اتوار کو اپنی دعا کی قبولیت کی دلیل اپنے سچے ہونے کی نشانی اور اپنے مسلک کی حقانیت کا ثبوت دیتے ہوئے شہادت کے بلند و بالا مرتبے پر فائز ہو گئے-

آپ کی نماز جنازہ ریاض میں مفتی اعظم سعودی عرب' دنیائے اسلام کے عظیم مصلح اور ادارۂ البحوث العلمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد کے رئیس فضلیۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے پڑھائی- پھر ایک خصوصی طیارے کے ذریعے آپ کی میت مدینۃ النبی میں لائی گئی- یہاں پر دوبارہ آپ کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں امام مدینہ نے پڑھائی- اور آپ کو جنت البقیع میں امام مالک کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا-

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

لاوڈ سپیکر کے ظالمانہ استعمال کے بارے میں مؤلف کے ایک دوست کا آنکھوں دیکھا حال

ظلم صرف یہ نہیں ہے کہ کسی کا مال چھین لیا جائے یا اسے جسمانی تکلیف پہنچانے کے لئے ہاتھ اٹھایا جائے۔ بلکہ عربی زبان میں ظلم کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ "کسی بھی چیز کو بے جا استعمال کرنا ظلم ہے" کیونکہ کسی چیز کا بے محل استعمال یقیناً کسی نہ کسی کو تکلیف پہنچانے کا موجب ہوتا ہے اس لئے ہر ایسا استعمال ظلم کی تعریف میں داخل ہوتا ہے اور اگر اس سے کسی انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ شرعی اعتبار سے گناہ کبیرہ بھی ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں اس طرح کے بہت سے گناہ کبیرہ رواج پاگئے ہیں۔ کہ اب عام طور سے ان کے گناہ ہونے کا احساس بھی باقی نہیں رہا۔

"ایذا رسانی" کی ان بے شمار صورتوں میں سے ایک انتہائی تکلیف دہ صورت لاؤڈ سپیکر کا ظالمانہ استعمال ہے۔ ابھی چند روز پہلے ایک انگریزی روزنامے میں ایک صاحب نے شکایت کی ہے کہ شادی ہالوں میں رات تین بجے تک لاوڈ سپیکر پر گانے بجانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور آس پاس کے بسنے والے بے چینی کے عالم میں کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔

اور ایک شادی ہالوں پر کیا موقوف ہے؟ ہر جگہ دیکھنے میں یہی آتا ہے کو جب کوئی شخص کہیں لاوڈ سپیکر نصب کرتا ہے تو اسے اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کی آواز کو صرف ضرورت کی حد تک محدود رکھا جائے۔ اور آس پاس کے ان ضعیفوں اور بیماروں پر رحم کیا جائے۔ جو یہ آواز سننا نہیں چاہتے۔ گانے بجانے کا معاملہ تو الگ رہا کہ اس کو بلند آواز سے پھیلانے میں دہری برائی ہے اور اگر کوئی خالص دینی اور مذہبی

پروگرام ہوتو اس میں بھی لوگوں کو لاوڈ سپیکر کے ذریعے زبردستی شریک کرنا شرعی اعتبار سے ہرگز جائز نہیں- لیکن افسوس ہے کہ ہمارے معاشرے میں سیاسی اور مذہبی پروگرام منعقد کرنے والے حضرات بھی شریعت کے اس حکم کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے- سیاسی اور مذہبی جلسوں کے سپیکر بھی دور دور تک مار کرتے ہیں اور ان کی موجودگی میں کوئی شخص نہ اپنے گھر میں آرام سے سوسکتا ہے نہ یکسوئی کے ساتھ اپنا کوئی کام کرسکتا ہے-

مسجدوں میں جو وعظ اور تقریریں یا ذکر و تلاوت لاوڈ سپیکر پر ہوتیں ہیں ان کی آواز کو دور دور تک پہنچانے کا کوئی جواز نہیں ہے- اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ مسجد میں بہت تھوڑے سے لوگ وعظ سننے کے لئے بیٹھے ہیں- جن کو آواز پہنچانے کے لئے سرے سے ضرورت نہیں ہوتی- لیکن بیرونی لاوڈ سپیکر پوری قوت سے کھلا ہوتا ہے- اور اس کے نتیجے میں یہ آواز محلے کے گھر میں اس طرح پہنچتی ہے کہ کوئی شخص اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا-

مجھے یاد ہے کہ میں ایک مرتبہ لاہور گیا- جس مکان میں میرا قیام تھا- اس کے تین طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے پر تین مسجدیں تھیں- جمعہ کا دن تھا- فجر کی نماز کے بعد تینوں مسجدوں کے لاوڈ سپیکر پوری قوت سے کھل گئے- اور پہلے درس شروع ہوا- پھر بچوں نے تلاوت شروع کردی- پھر نظمیں پڑھنے کا سلسلہ شروع ہوا- یہاں تک کہ فجر کے وقت سے جمعہ تک یہ مذہبی پروگرام اسی طرح بے تکان جاری رہے- خدا کا شکر ہے کہ گھر میں اس وقت کوئی بیمار نہیں تھا-

بعض مسجدوں کے بارے میں یہ سننے میں آیا ہے کہ وہاں خالی مسجد میں لاوڈ سپیکر پر ٹیپ چلا دیا جاتا ہے- مسجد میں سننے والا کوئی نہیں ہوتا لیکن پورے محلے کو یہ ٹیپ زبردستی سننا پڑتا ہے-

دین کی صحیح فہم رکھنے والے اہل علم خواہ کسی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں- کبھی یہ کام نہیں کرسکتے- لیکن ایسا ان مسجدوں میں ہوتا ہے جہاں کا انتظام دین سے

ناواقف حضرات کے ہاتھ میں ہوتا ہے- بسا اوقات یہ حضرات پوری نیک نیتی سے یہ کام کرتے ہیں- وہ اسے دین کی تبلیغ کا ذریعہ سمجھتے اور اسے دین کی خدمت قرار دیتے ہیں- لیکن ہمارے معاشرے میں یہ اصول بھی بہت غلط مشہور ہو گیا ہے کہ نیت کی اچھائی سے کوئی غلط کام بھی جائز اور صحیح ہو جاتا ہے- واقعہ یہ ہے کہ کسی درست کام کے ہونے کے لئے صرف نیک نیتی ہی کافی نہیں- اس کا طریقہ بھی درست ہونا ضروری ہے-

اور لاؤڈ سپیکر کا ایسا ظالمانہ استعمال نہ صرف یہ کہ دعوت و تبلیغ کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے- بلکہ اس کے الٹے نتائج برآمد ہوتے ہیں-- جن حضرات کو اس سلسلے میں کوئی غلط فہمی ہو ان کی خدمت میں دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ چند نکات پیش کرتا ہوں-

(۱) مشہور محدث حضرت عمر بن شعبہ نے مدینہ منورہ کی تاریخ پر چار جلدوں میں بڑی مفصل کتاب لکھی ہے-- جس کا حوالہ بڑے بڑے علماء و محدثین ہمیشہ دیتے رہے ہیں- اس کتاب میں انھوں نے ایک واقعہ اپنی سند میں روایت کیا ہے- کہ ایک واعظ صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے بالکل سامنے بہت بلند آواز سے واعظ کیا کرتے تھے- ظاہر ہے کہ وہ دور لاؤڈ سپیکر کا نہیں تھا لیکن ان کی آواز بہت بلند تھی- اور اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یکسوئی میں فرق آتا تھا یہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خلافت کا زمانہ تھا اس لئے حضرت عائشہؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی- کہ یہ صاحب بلند آواز سے میری آنکھوں کے سامنے وعظ کہتے رہتے ہیں-- جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اور مجھے کسی کی آواز سنائی نہیں دیتی- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان صاحب کو پیغام بھیج کر انھیں وہاں وعظ کرنے سے منع کیا- لیکن کچھ عرصے کے بعد واعظ صاحب نے وہی سلسلہ دوبارہ شروع کر دیا- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے خود جا کر ان صاحب کو پکڑا اور ان پر تعزیری سزا جاری کی- (اخبار المدینہ العمر بن شعبہ ص 15 ج 1)

(۲) بات صرف یہ نہیں تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تکلیف کا ازالہ کرنا چاہتی تھیں۔ بلکہ دراصل وہ اسلامی معاشرت کے اس اصول کو رائج اور نافذ کرنا چاہتی تھیں کہ کسی کو کسی سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ نیز یہ بتانا چاہتی تھیں کہ دین کی دعوت و تبلیغ کا پر وقار طریقہ کیا ہے؟ چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند میں روایت نقل کی ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ کے ایک واعظ کو وعظ و تبلیغ کے آداب پوری تفصیل کے ساتھ بتائے۔ اور ان آداب میں یہ بھی فرمایا۔ کہ "اپنی آواز کو ان لوگوں کی حد تک محدود رکھو۔ جو تمہاری مجلس میں بیٹھے ہیں اور انہیں بھی اسی وقت تک دین کی باتیں بتاؤ جب تک کہ ان کے چہرے تمہاری طرف متوجہ ہوں۔ جب وہ چہرے پھیر لیں تو تم بھی رک جاؤ۔ اور ایسا کبھی نہ ہونا چاہئے کہ لوگ آپس میں باتیں کر رہے ہوں اور تم ان کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع کر دو۔ بلکہ ایسے موقع پر خاموش رہو پھر جب وہ تم سے فرمائش کریں تو اپنی بات شروع کرو اور انھیں دین کی بات سناؤ۔

(مجمع الزوائد)

(۳) حضرت عطاء بن ابی رباح بڑے اونچے درجے کے تابعین میں سے ہیں۔ علم تفسیر و حدیث میں ان کا مقام مسلم ہے۔ ان کا مقولہ ہے کہ عالم کو چاہیے کہ اس کی اپنی آواز اس کی مجلس سے آگے نہ بڑھے۔

(۴) یہ سارے آداب خود درحقیقت حضور سرور کونین ﷺ اپنے قول و فعل سے تعلیم فرما دی ہیں۔ مشہور واقعہ ہے کہ آپؐ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے۔ وہ تہجد کی نماز میں بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے۔ آپؐ نے ان سے پوچھا کہ آپ بلند آواز سے تلاوت کیوں کرتے ہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں "سوتے کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں" آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنی آواز کو تھوڑا سا پست کر دو۔ (مشکوۃ ص 107 ج 1)

اس کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو اپنے بستر سے آہستگی کے ساتھ اٹھتے تھے (تا کہ

سونے والوں کی نیند خراب نہ ہو)

انہی احادیث وآثار کی روشنی میں تمام فقہا امت اس بات پر متفق ہیں کہ تہجد کی نماز میں اتنی بلند آواز سے تلاوت کرنا جس سے کسی کی نیند خراب ہو ہرگز جائز نہیں-فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی چھت پر بلند آواز سے تلاوت کرے جب کہ لوگ سورہے ہوں-تو تلاوت کرنے والا گناہ گار ہے-

(خلاصۃ الفتاری ص 103 ج 1 وشامی ص 403 ج 1 ص 444 ج 1)

ایک مرتبہ ایک صاحب نے یہ سوال ایک استفتا کی صورت میں کیا تھا کہ بعض مساجد میں شبینے اور تراویح کی قرأت اتنی بلند آواز سے کی جاتی ہے کہ اس سے محلے کی خواتین کے لئے نماز پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے اور جن کمزور لوگوں کو جلدی سونا ضروری ہو وہ سو نہیں سکتے - اس کے علاوہ باہر کے لوگ قرآن پاک کی تلاوت ادب سے سننے پر قادر نہیں ہوتے اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ تلاوت کے دوران کوئی سجدے کی آیت آجاتی ہے تو سننے والوں پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے اور یا تو ان کو پتہ نہیں چلتا یا سننے والے وضو سے نہیں ہوتے- کیا ان حالات میں تراویح کے دوران بیرونی لاؤڈ سپیکر پورے زور سے کھولنا شرعاً جائز ہے-

یہ سوال مختلف علماء کے پاس بھیجا گیا اور سب نے متفقہ جواب یہ ہی دیا کہ ان حالات میں تراویح اور شبینے کی تلاوت میں بیرونی لاوڈ سپیکر پورے زور سے کھولنا شرعاً جائز نہیں- یہ فتوی ماہنامہ البلاغ کی محرم ۱۴۰۷ھ کی اشاعت میں شائع ہوا- اور واقعہ یہ ہے کہ یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں بلکہ اس پر تمام مکاتب فکر کے علماء متفق ہیں- مسجدوں اور دینی اجتماعات میں لاوڈ سپیکر کے بے جا استعمال سے دین کی انتہائی غلط نمائندگی ہوتی ہے- اور بعض مرتبہ تو یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ دین اور اہل دین حضرات سے ہی متنفر ہو جاتے ہیں- اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو اس کی تکلیف محسوس کرتے ہیں مگر اصلاح نہیں کرتے - اس لئے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے دین وایمان پر کوئی فرق نہ آجائے- ان دونوں قسم کے لوگوں کے سامنے دین کی صحیح نمائندگی کرنا

ہمارا فرض ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ساری عبادتیں اس طرح انجام دیں۔ کہ ان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے اور ناجائز طریقوں کی بدولت ان عبادتوں کا ثواب ضائع نہ ہو' لاؤڈ سپیکر کا استعمال بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت کیا جائے۔

مذکورہ بالا گزارشات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شریعت نے دوسروں کو تکلیف سے بچانے کا کتنا اہتمام کیا ہے۔ جب قرآن پاک کی تلاوت اور وعظ و نصیحت جیسے مقدس کاموں کے بارے میں شریعت کی ہدایت یہ ہے کہ ان کی آواز ضرورت کے مقامات سے آگے نہیں بڑھنی چاہیے۔ تو گانے بجانے اور دوسری لغویات کے بارے میں خود اندازہ کر لیجیے۔ کہ ان کو لاؤڈ سپیکر پر انجام دینے کا کس قدر دہرا وبال ہوگا؟۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے کا طریقہ اور اس کے لامعدود فضائل:۔

﴿وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِيْبًا۝﴾ (پارہ۵رکوع۸)

ترجمہ:۔ ''اور جب تم کو کوئی سلام کرے تو تم اس سے اچھے الفاظ میں سلام کرو یا ویسے ہی الفاظ کہہ دو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لیں گے۔''

دوسرے مقام پر اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ۝﴾ (پارہ۲۴رکوع۵)

ترجمہ:۔ ''اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے تھے وہ گروہ گروہ ہو کر جنت کی طرف روانہ کیے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس

پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور اس کے محافظ (فرشتے) ان سے کہیں گے اسلام علیکم تو مزہ میں رہو سو اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔''

﴿اِنَّ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُوْنَ ٥ هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَائِكِ مُتَّكِئُوْنَ ٥ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدَّعُوْنَ ٥ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ ٥﴾ (پارہ ۲۳ رکوع ۳)

ترجمہ:۔''اہل جنت اس روز بیشک اپنے مشغلوں میں خوش دل ہوں گے وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے لئے وہاں ہر طرح کے میوے ہوں گے اور جو کچھ مانگیں گے ان کو ملے گا۔ ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا۔''

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ٥ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ٥ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ٥﴾ (پارہ ۱۸ رکوع ۱۰)

ترجمہ:۔''اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک اجازت حاصل نہ کرلو اور ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم خیال رکھو۔ پھر اگر ان گھروں میں تم کو کوئی معلوم نہ ہو تو ان گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ تم کو اجازت نہ دی جائے۔ اور اگر تم سے یہ کہہ دیا جائے کہ تم لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جایا کرو یہی بات تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی خبر ہے۔ تم کو ایسے مکانات میں چلے جانے کا کوئی

گناہ نہ ہوگا جن میں کوئی رہتا نہ ہو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے اور تم جو پوشیدہ اور ظاہر طور پر جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔"

﴿فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۝﴾

(پارہ ۱۸ رکوع ۱۴)

ترجمہ:۔"پھر جب تم اپنے گھروں میں جانے لگا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کر لیا کرو دعا کے طور پر جو خدا کی طرف سے مقرر ہے۔ برکت والی اور عمدہ چیز ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے احکام بیان فرماتا ہے تا کہ تم سمجھو۔"

ہر مسلمان کو سلام کہنا اس کی شریعت محمدی میں بہت بڑی فضیلت ہے ایک تو یہ دعائیہ کلمہ ہے دوسرا اس سے محبت بڑھتی ہے اس کی اتنی زبردست بزرگی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا جو حدیث شریعت میں ہے

﴿قُلْ سَلَامٌ لِمَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ﴾

ترجمہ:۔"تم سلام کہو جس کو پہچانتے ہو اور جس کو نہیں پہچانتے۔"

حضرت عبداللہ بن سلام یہود کے بڑے فاضلوں میں سے تھے حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کا سلسلہ نسب ملتا ہے۔ انھوں نے نبی علیہ السلام کو وعظ کرتے ہوئے سن لیا ذیل کے الفاظ یاد کر لئے تھے آپ فرمارہے تھے:

﴿ اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُو السَّلَامَ وَاَطْعِمُو الطَّعَامُ وَصِلُو الْاَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ۝﴾

اے لوگو السلام علیکم کہنا عام کر دو۔ کھانا کھلاؤ رشتہ داروں سے ملاپ رکھو جب لوگ سوئے ہوں نماز پڑھو۔

یہ دل نشین الفاظ سن کر آپ کا دل نور ایمان سے منور ہو گیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دن کو اپنا کاروبار کرتے تھے اور پچھلے ٹائم چھٹی کر کے مدینہ منورہ کے بازار میں

جاتے جو شخص بھی راستے میں ملتا یا جس شخص سے بھی آمنا سامنا ہوتا آپ اسلام علیکم کہتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس یا حضرت عبداللہ بن عمر کے بارے میں ایک صحابی بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ مجھے اپنے ہمراہ بازار لے جاتے نہ کوئی سودا خریدتے تھے نہ ہی کوئی بھاؤ پوچھتے تھے اور نہ ہی کوئی ساز و سامان خریدتے تھے لیکن جو آدمی بھی راستہ میں ملتا اس کو اسلام علیکم کہتے۔ معراج والی رات جب حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ہاں تحفۂ التحیات پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿اسلام علیک اَلُّهُی النبیُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُه۔﴾

ترجمہ:۔ سلام ہو تجھ پر اے نبی ﷺ اور رحمت اللہ تعالیٰ کی اور اس کی برکتیں۔

اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ اس حالت میں بھی اپنی امت کو نہیں بھولے بلکہ عرض کی

﴿اَسَّلامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عَبادَ اللّٰه الصَّالحین اَشْهَدُ اَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ﴾

ترجمہ:۔ ''سلام ہو ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔''

بلکہ جب اپنے خالی مکانوں میں جاؤ تو بھی یہ پڑھو۔

﴿اسلام علینا مِنَ الربنا۔﴾

ترجمہ:۔ ''سلام ہو ہم پر ہمارے رب کی طرف سے۔''

قبرستان میں جاؤ تو بھی سلام کہو جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

﴿اسلام علیکم یا اَهْلَ المومنین والمسلمین وَاِنَا ان شَآءَ اللّٰهُ بکم لاحقون۔﴾

ترجمہ:۔ ''سلام ہو تم پر اے ایمان والو مسلمانوں اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو

ہم تم سے ملنے والے ہیں- سلام تو یہاں تک ضروری ہے کہ آدمی جب اپنے گھر آئے تو اپنے اہل خانہ کو سلام کہے-''

حضور ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے آپ کو سلام کیا آپ نے فرمایا تجھے دس نیکیوں کا ثواب ملے گا دوسرا آدمی آیا اس نے آپ کو سلام کیا آپ نے فرمایا تجھے بیس نیکیوں کا ثواب ہوگا- تیسرا آدمی آیا اس نے سلام کیا تو آپ نے فرمایا تجھے تیس نیکیوں کا ثواب ہے حضور ﷺ نے پہلے آدمی کو دس نیکیوں کا ثواب اس لئے کہا کہ اس نے صرف اسلام علیکم کہا- دوسرے کہ بیس نیکیوں کا ثواب اس لئے کہا کہ اس نے اسلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا تیسرے کو تیس نیکیوں کا ثواب اس لئے کہا کہ اس نے اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا اور اس طرح آپؐ نے سلام کی اہمیت کو واضح کیا سلام وَ مَغْفِرَتُهُ تک ہے مشکوٰہ شریف باب المصافحۃ میں اس کی تفصیل موجود ہے-

اللہ تعالیٰ کی عبادات اور ذکر و اذکار میں مال اور اولاد کی پرواہ نہ کرنا:-

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَالِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ (پارہ ۲۸ رکوع ۴)

ترجمہ:-''اے ایمان والو' تمہیں تمہارے مال اور اولادیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کریں اور جو شخص بھی ایسا کرے گا ایسا شخص اور ایسے لوگ خسارہ پانے والوں سے ہوں گے-''

مال کی غفلت یہ ہے کہ مال کمانے میں اللہ رب العزت کی عبادات کا خیال نہ کرنا' نمازیں ضائع ہو جائیں جمعہ کی نماز اور عیدین کی نمازیں جاتی رہیں کوئی پرواہ نہیں- ایسے اموال غافل کر دینے والے ہیں- اکثر لوگوں کو جب پوچھا جاتا ہے کہ جناب آپ نماز جو عبادت الٰہی ہے خیال کر لیا کریں تو کہتے ہیں جناب ٹائم ہی نہیں ملتا- مزدور بھی کاریگر بھی ملازم پیشہ بھی سب یہی جواب دیتے ہیں- دوسری غفلت یہ ہے کہ مال میں مبتلا ہو کر مال کے حقوق ادا نہ کرنا' مال سے زکوٰۃ اور عشر کا ادا نہ کرنا

غرباء اور یتیموں کے حقوق ادا نہ کرنا' والدین بہن بھائیوں کے حقوق ادا نہ کرنا- اولاد کی غفلت یہ ہے کہ اولاد کی پرورش میں آ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کو چھوڑ دینا عبادات خداوندی سے دستبردار ہو جانا یا دین اسلام سے اولاد باغی ہو جیسے کسی غمی یا شادی کے موقع پر بعض بدعات میں اولاد مصروف ہوں ان کے پیچھے لگ جانا اور خدا اور اس کے رسول کی پرواہ نہ کرنا یہ بھی اللہ کے ذکر سے غفلت ہے-

اللہ کا ذکر بھی بہت وسیع معنی ہے نماز پڑھنا اللہ کا ذکر اور استغفار پڑھنا درود شریف پڑھنا وغیرہ وغیرہ- غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر عبادات کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے- اللہ رب العزت نے ایک مقام پر قرآن مجید میں ارشاد فرمایا-

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ۝﴾ (پارہ ۲۸ رکوع ۱۹)

ترجمہ:- ''اے لوگو جو ایمان لائے بچاؤ اپنے نفسوں کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے جس کا ایدھن لوگ اور پتھر ہیں جن پر فرشتے سخت زور اور موجود ہیں- اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے جو ان کو حکم ملتا ہے وہ کر گزرتے ہیں-''

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۝﴾ (پارہ ۱۰ رکوع ۹)

ترجمہ:- ''اے ایمان والو اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو رفیق مت بناؤ اور وہ لوگ جو کفر کو بمقابلہ ایمان کے عزیز رکھیں اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ رفاقت رکھے گا سو ایسے لوگ بڑے ہی نافرمان ہیں-''

ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے-

﴿فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَ أُوذُوا فِي سَبِيلِي

وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ○﴾

(پارہ۴ رکوع ۱۱)

ترجمہ:- ''سو جن لوگوں نے ترک وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں تکلیفیں دیئے گئے اور جہاد کیا اور شہید ہوگئے ضرور ان لوگوں کی تمام خطائیں معاف کردوں گا اور ایسی جنت دوں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہونگیں اور ان کو اللہ کے پاس سے اچھا ثواب ملے گا اور بے شک اللہ کے پاس ہی اچھا عوض ہے۔''

صحابہ کرام نے دین اسلام قبول کر کے جب دیکھا کہ کفار مشرکین دین اسلام پر عمل کرنے کے معاملہ میں مداخلت کرتے ہیں۔ تو صحابہ کرام نے ہجرت کی اور راہ خدا میں طرح طرح کی تکالیف برداشت کیں گھر بار چھوڑا کاروبار چھوڑا معیشت و گزر اوقات میں ہر طرح کے مصائب برداشت کیے۔ بعض صحابہ کرام نے کفار کے ہاتھوں مار بھی کھائی خداوند تعالیٰ کے راستے میں جہاد و قتال بھی کیا۔ اللہ کے راستے میں شہید بھی ہو گئے۔ تب ہی تو رب العالمین نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں ان کی سب برائیاں دور کر دوں گا اور نہروں والی بہشتوں میں ان کو جگہ دوں گا۔

مگر صرف نمازیں پڑھنے روزے رکھنے سے جنت مل سکتی یا اسلام کا بول بالا ہوسکتا تو صحابہ کرام اپنی جانوں کو میدان کارزار میں شہید نہ کرتے۔ میدان جنگ میں اپنا اور اپنے اہل و عیال کا یوں نزرانہ پیش نہ کرتے۔ اگر لا اِلٰهَ الا اللّٰه سے مذہب اسلام کے تقاضے پورے ہوسکتے تو صحابہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی غرض یہ کہ ہر طرح سے اپنی زندگیوں کو دین اسلام کے لئے مقدم نہ کرتے بلکہ صحابہ کرام نے کھانے پینے میں لباس پہننے میں شادی اور موت فوت میں ملازمت اور کاروبار میں اپنے جسم و جان کی روح دین اسلام کو تصور کیا۔ جہاں بھی اور جس وقت بھی دین اسلام نے صحابہ کرام کے سامنے جو چیز بھی پیش کی صحابہ کرام نے اس پر عمل کر کے

دکھایا کہ ہمارے پیدا ہونے کا مقصد ہی یہی ہے کہ ہم اسلام کے اصولوں پر اور احکامات پر عمل کریں- کیونکہ ہم دین اسلام کے ہی بیٹے اور بیٹیاں ہیں-

بلکہ صحابہ کرام نے اس دین کو صرف اپنے تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اسلام کی تعلیمات کو ملک کے کونے کونے میں پہنچایا- اور اس کو اس انداز میں پیش کیا کہ سننے والے کے لئے کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے-

قارین! بات یہ ہے کہ انگریز یہاں سو سال تک حکومت کر کے چلا گیا ہے کبھی انگریز نے کسی مسلمان کو نماز سے نہیں روکا- اگر کوئی مسلمان دن میں پانچ نمازوں کی بجائے دس نمازیں پڑھتا انگریز کی طرف سے کوئی پابندی نہیں تھی رمضان المبارک کے ۳۰ روزوں کی بجائے کوئی پورے سال کے روزے رکھے تو انگریز کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں تھی- اسی طرح حج عمرہ وغیرہ جیسے دین کے کاموں میں فرنگی کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں تھی- لیکن قانون انگریز کا چلتا تھا- اب بھی انفرادی اور اجتماعی طور پر ہمارے معاشرے میں انگریز کا قانون لاگو ہوتا نظر آ رہا ہے- سودی کاروبار زور پر ہے غیر شرعی رسومات انتہا کو پہنچ چکی ہیں- شراب خوری' جوا بازی' بدکاری' دفتروں میں جھوٹ' عدالتوں میں کذب' چوری راہزنی' قتل و غارت' جیسے بدترین اور غیر اخلاقی افعال اس مسلم معاشرے میں رواج پا گئے ہیں- جو کہ ایک مسلم معاشرے کو زیب نہیں دیتے ہیں- جس مسلم قوم کی بنیاد ہی نظریہ توحید اور عقیدہ توحید پر رکھی گئی تھی- پوری دنیا میں کوئی بھی ملک اس بنیاد پر نہیں بنا- جس بنیاد پر پاکستان بنا اور اس کی بنیاد خالصتاً ایک نظریئے پر رکھی گئی اور وہ نظریہ یہ تھا کہ **لا اِلٰہَ الا اللّٰہ مُحَمَّدَ رَسُوْلُ اللّٰہ** یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں- اس لحاظ سے یہ پوری دنیا میں ایک ممتاز ملک ہے- اور اس نظریئے کو عملاً لاگو کرنے کے لئے ہمارے اسلاف نے بہت زیادہ قربانیاں دیں لیکن بدقسمتی سے ہمارے ملک میں بہت سے غیر اخلاقی اور بدترین رسوم ورواجات تشکیل پا گئے ہیں جن کی موجودگی میں مسلم قوم نے اللہ تعالیٰ کے بہت سے احکامات مثلاً نماز' روزہ' حج'

زکوٰۃ' اور آخرت کو پس پشت ڈال دیا ہے اور انگریزوں کے طور طریقوں کو اپنے اوپر حاوی کیا ہوا ہے۔ اسی لئے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

زمانے کو خبر کیا ساز عشرت کی صداؤں میں
صدائے ساز ایمان کتنی مدہم ہوتی جاتی ہے
وہی جام سیاست ہے وہی دستور ساقی ہے
سفید آقا گئے لیکن سیاہ قانون باقی ہے

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس دین کو یہودی' عیسائی' سکھ اور دوسرے غیر مسلموں تک پہنچائے جیسے نبی کریم ﷺ کے صحابہ نے یہ اسلام روم' چین' سندھ' اور ہندوستان تک پہنچایا اور اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿هُوَ الَّذِىٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَ دِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ﴾ (پارہ ۲۸ رکوع ۹)

ترجمہ:۔ ''وہ ذات پاک جس نے اپنے نبی ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس کو پورے کے پورے کو ظاہر کرے اگرچہ وہ کافروں کو ناخوش لگے۔''

اس آیت سے آگے ارشاد فرمایا۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنۡجِيۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَ تُجَاهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِكُمۡ وَ اَنۡفُسِكُمۡ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ۝﴾ (پارہ ۲۸ رکوع ۱۰)

ترجمہ:۔ ''اے ایمان والو' کیا میں تم کو ایسی سوداگری نہ بتلاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔''

اگر کلمہ پڑھنے سے انسان مسلمان ہو جاتا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

یوں بھوک پیاسے نہ رہتے فاروق اعظم کے لباس پر درجنوں کے حساب سے پیوند نہ لگے ہوتے- آپ خشک روٹی پانی میں بھگو کر استعمال نہ کرتے قحط سالی میں گھی استعمال کرنا نہ چھوڑ دیتے- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک آدمی مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا تو آپ نے فرمایا ذرا ٹھہر جائیں میں اپنے نقاب کو پیوند لگا لوں- اس آدمی نے کہا کہ اگر لوگوں کو پتہ چل گیا تو وہ کہیں گے کہ آپؓ کتنی بخیل ہیں- نیا نقاب نہیں بناتیں اور پرانے کو پیوند لگا رہی ہیں' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ جو پرانا کپڑا انہیں پہنتا تو اللہ تعالیٰ اسے دوسرا نیا کپڑا ابھی نہیں دیتے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہوتی ہے-

زبان کی حفاظت کے بارے میں :-

﴿مَا یَلْفِظُ مِنَ قولِ الالَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ o﴾ (پارہ ۱۶ رکوع ۱۶)

ترجمہ:- ''نہیں بولتا کوئی آدمی مگر اس کے پاس دو فرشتے لکھنے کو حاضر ہوتے ہیں-''

سارے جسم میں زبان کو زیادہ اہمیت ہے اس کا کردار بہت زیادہ ہے- فرشتہ غمی کی حالت میں بھی اور خوشی کی حالت میں بھی اس کو نوٹ کرتا ہے- سفر میں حضر میں فرشتے لکھتے ہیں اور اس کا حساب ہوگا- عَنْ ابی هُرَیْرَةَ اِنَّ الْعَبْدَ یَتَکَلَّمُ o وہ جو لفظ بولتا ہے توجہ بھی نہیں ہوتی مگر اچھی بات ہوتی ہے فرشتے درج کر دیتے ہیں- ناراضگی کا بے شک عدم توجہ سے ہو جہنم میں لے جائے گا انسان کی سعادت مندی اسی میں ہے کہ انسان زبان پر قابو رکھے- ترمذی-

﴿عَنْ عُقْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ نَجَاتَ اَمْسِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ وَابْکَ عَلٰی خَطِیْئَتِکَ وَیَسْعُکَ بَیْتُکَ o﴾

ترجمہ:- ''حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس شخص نے نجات پائی جس نے اپنی زبان کو بند رکھا اور اپنی خطاؤں پر رویا اور اپنے

گھر میں بیٹھا رہا۔“

یہ بات مردوں سے ہے عورتوں کے لئے کتنی تنبیہ ہوگی ایک اور حدیث بخاری شریف میں ہے سہیل بن سعد سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دو باتوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ ایک چیز جو دو جبڑوں کے درمیان ہے زبان دو دوسری دو ٹانگوں کے درمیان ہے یعنی شرمگاہ۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے ان دو چیزوں کی حفاظت کی میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ نے آپؐ سے سوال کیا کہ میرے متعلق خدشے والی کون سی چیز ہے آپؐ نے فرمایا زبان' ترمذی شریف میں ہے حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ جب آدم کا بیٹا صبح کرتا ہے تو بدن کے سارے اعضاء زبان کے سامنے درخواست کرتے ہیں کہ اے زبان ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر ہماری عافیت تیرے ساتھ ہے اور ہماری بربادی بھی تیرے ساتھ ہے۔

ایک منافق کی بھی چار علامتیں ہوتی ہیں۔ اور تین علامتوں کا تعلق زبان سے ہوتا ہے جس میں جھوٹ' وعدہ خلافی اور گالی گلوچ وغیرہ۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہم زبان کے حوالہ سے کون کون سی غلطیاں کرتے ہیں۔ بات کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا قسم کھانا۔ مَن كَانَ حَالِفًا فَلْيُحْلِفْ بِاللهِ۔ یعنی کہ جو آدمی بھی قسم کھائے صرف اللہ کی قسم کھائے اللہ کے سوا کسی کی قسم کھانا کفر ہے۔ بعض عورتیں' بہنیں اور بیٹیاں ماؤں سے بے ادبی سے بات کرتیں ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم کا حکم ہے کہ اپنے ماں باپ کے سامنے ہاں ہوں تک بھی نہ کرو بعض دفعہ ماں بات کرتی ہے تو بیٹی ماں کو ڈانٹ کر کہتی ہے کہ امی چپ بھی کرو یعنی کہ لعن وطعن کرنا عورتوں کا وطیرہ ہے اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اکثر عورتوں کو معراج والی رات جہنم میں جلتے دیکھا ہے۔

جب مرد یا عورت لعن وطعن کرتے ہیں تو لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے راستہ نہیں ملتا واپس آجاتی ہے زمین پر دائیں بائیں گھومتی ہے۔ کہیں اسے اپنا مقام نہیں ملتا جس پر لعنت کی ہوتی ہے وہ اس کا مستحق نہیں ہوتا جس کی وجہ سے لعنت اسی

شخص پر لوٹ آتی ہے جس نے لعنت کی ہوتی ہے۔ بعض عورتیں اپنے لئے بدعائیں کرتیں ہیں جس کی وجہ سے بہت گناہ ہوتا ہے اور بھی زبان کا غلط استعمال ہے۔ بعض عورتیں اپنے بچوں کو غصے میں کہتیں ہیں کہ تجھے گولی لگے تیری ٹانگ ٹوٹ جائے تو اس بارے میں مسلم شریف میں ہے کہ

﴿لَاتَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ وَلَا اَوْلَادِکُمْ وَلَا اَمْوَالِکُمْ۔﴾

ترجمہ:۔ ''کہ تم اپنی جانوں اپنی اولادوں اور اپنے مالوں کے لئے بدعا نہ کرو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ قبولیت کا وقت ہو اور تمہاری بدعائیں قبول ہو جائیں۔''

بعض خواتین کو تو اپنے خاوندوں کے حقوق کا خیال نہیں ہوتا اور دو سہیلیاں مسلسل فون پر باتوں میں مصروف رہتی ہیں۔ خاوند کا کوئی کام ہو بالکل پرواہ نہیں ہوتی اور اگر کوئی ہمسائے سے کوئی کسی کام کے لئے آئے تو اسے بھی بچے کے ذریعے جواب دیتیں ہیں۔ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لَاتُکْثِرُ الْکَلَامَ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللہ کے ذکر کے سوا دل پتھر ہو جاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ فلاں عورت کا لباس نکما ہے کھانا بے مزہ ہے۔ یعنی کہ غیبت کرنا۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ اِذْکُرُکَ اَخَالَهٗ بِمَا یَکْرَهُ اَفَرَئَیْتَ اِنْ کَانَ فِیْهِ﴾

ترجمہ:۔ کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ یعنی کہ تم نے اپنے بھائی کا ایسا ذکر کیا جو اس کو ناخوش لگے کیا دیکھا تو نے آپ نے جواب میں فرمایا۔ پھر یہ بہتان ہے۔ معراج والی رات حضور ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ جن کے ناخن تانبے کے ہیں اپنے چہروں کو نوچ رہے ہیں گوشت نوچ رہے ہیں۔ نفع والی بات کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضور ﷺ سے عرض کیا۔ کہ آپ کی بیوی حضرت صفیہ کا قد چھوٹا ہے یعنی ان کی کوتاہ قامتی کی طرف اشارہ کیا تو آپؐ نے فرمایا اگر اس بات کو دریا میں ڈال دیا جائے تو اس میں تغیر پیدا ہو جائے یعنی اس کا ذائقہ بدل جائے گا۔ اسی طرح

نیکیاں بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔ دشمنی اور فساد مچانا اور خاوند سے کہنا کہ تیری ماں تیری بہن تیرے باپ اور تیرے بھائی نے یہ کہا اور اس طرح چغل خوری سے بہت زیاد فساد برپا ہوتا ہے' یہ بھی زبان کا غلط استعمال ہے۔ زبان کی غلطیوں میں سے ایک غلطی یہ بھی ہے کہ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ ۵ یعنی کہ کسی مومن یا مسلمان کو گالی دینا یہ بھی زبان کی غلطی ہے کسی کی وفات پر نوحہ کرنا بھی زبان کی غلطیوں میں سے ہے بیٹے کی وفات پر یہ کہنا کہ ہائے میرا شیر ہائے میرا فلاں دکھ درد اور کسی کی وفات کے وقت آنسو بہانے کی تو اجازت ہے لیکن ہائے واویلا کرنے کی اجازت نہیں فرمایا۔

﴿مَنْ لَيْسَ مِنَّا ضَرَبَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بدعو الجَاهِلِيَّةِ۔﴾ (بخاری مسلم)

ترجمہ:۔ ''جو شخص رخسار پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی پکار پکارے۔ وہ خیر کی بات نہیں کرسکتا۔''

ایسے شخص کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ خیر کی بات نہیں کرسکتا تو چپ رہے۔

ایک مومن اور ایمان دار بندے کو چاہیے کہ وہ ہمہ وقت ذکر میں مصروف رہے ذکر ہر وقت اور ہر حالت میں کرے نیکی کا حکم اور برائی سے رکے امر بالمعروف بجالائے اور نہی عن المنکر سے بچے۔ کیونکہ بات ہر ایک کی لکھی جائے گی اور حساب بھی ہوگا بات کا آخری حصہ یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے اپنی زبان کو کھینچ رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوبکر کیا کر رہے ہو جواباً فرمایا باز پرس کر رہا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مَهْ يَا اَبَابَكْرٍ اے ابوبکر اس کام کو چھوڑ دو۔ ابن عمر کے غلام نے غلطی کی کہ اَللّٰهُمَّ اِلْعَنْ کہہ کر اپنی زبان کو روک لیا اور لعنت کا حصہ نہ نکالا کیونکہ لفظ پورا کرنا گوارا نہیں تھا امام احمد سخت بیمار تھے آہ نہیں کرتے تھے کہ فرشتہ لکھ نہ لے۔ مندرجہ بالا باتوں کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی زبان ہر اس بات سے روکنا چاہیے جس سے کسی دوسرے پر آنچ آتی ہو کیونکہ ہر بات لکھی جائے گی اور قیامت والے دن اس کا حساب ہوگا۔

نوٹ :- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی بابت مروی ہے کہ آپ اپنے مرض موت میں کراہ رہے تھے تو آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ فرشتے اسے بھی لکھتے ہیں چنانچہ آپ نے کراہنا چھوڑ دیا یعنی بند کر دیا اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے اپنی موت کے وقت اُف بھی نہ کی

(ابن کثیر پارہ ۲۶ رکوع ۱۷)

خطبہ نکاح میں تقویٰ پرہیز گاری کی بہترین دعوت :-

خطبہ کے بعد چار آیات تلاوت کی جاتیں ہیں-

(۱) حق تقاتہ موت آئے تو مسلم-

(۲) رب سے ڈرنا جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اس نے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو نفس واحدہ سے پیدا کیا پھر جوڑا بنایا اور پھر وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً واتقو اللّٰهِ الَّذِیْ تَسَاءَ لُونَ بِهِ وَالْاَرْحَام اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا - ترجمہ:- اور پھر اس میں بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور اس اللہ سے ڈرو جس کے نام کا تم سوال کرتے ہو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے-

(۳) سدیدا: تقوی بہت اہم چیز ہے حقیقت ہی ہے کہ فلاح اسی میں ہے دنیا آخرت کی نجات ہے-

(۴) ﴿خلِّ الذُّنُوبَ صَغِيرَاهَا وَ كَبِيرَاهَا ذَاكَ التَّقْوٰیo﴾

یعنی کہ گناہ کو چھوڑ دے خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا یہی تقویٰ ہے-

گھریلو زندگی معاشرہ کی خبر ہے- گھر سے افراد سے محلہ سے گاؤں سے شہر سے ملک سے دنیا سے- آج دنیا میں مصائب وعذاب کیوں ہیں نئی پود کو تقوی کا سبق کیوں نہیں ملتا نتیجہ یہ کہ ہر امیر وغریب پریشان ہے کھری بات کر و قول سدیدا کو عادت بنالو خرابی نہ ہوگی- يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ وَيَغْفِرلَكُمْ ذنوبكم- تمہارے اعمال درست ہو جائیں گے- اِنَ الْدِينَ يُسْرٌ. وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ

حَرَجٍ:- بے شک دین آسان ہو جائے گا اور تمہارے لئے تمہارے دین میں کوئی تنگی نہیں ہوگی۔

لیکن آج کے دور میں جہیز برات کا مسئلہ پریشانی ہے اسلاف نے بھی شادیاں کیں اس لئے ہمیں بھی چاہیے کہ ہم رسم ورواج کو چھوڑ دیں۔ جب ہم صوم و صلوۃ اور حج وزکوۃ سنت کے مطابق کرتے ہیں تو نکاح سنت کے مطابق کیوں نہیں کرتے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اُدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً٥ (پارہ۲ رکوع۹) اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ بات جنت سے قریب کرتی ہے اور جہنم سے دور کرتی ہے۔ حضورؐ نے آگاہ کر دیا۔

﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ (پارہ۲۸ رکوع۴)

''اور جو اللہ کا رسول دے دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں رک جاؤ۔''

ایک اور جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ-﴾ (پارہ۵ رکوع۸)

''اور جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

آگے فرمایا

﴿اِنْ تُطِيْعُوْا تَهْتَدُوْا--﴾

اگر تم اطاعت کرو گے تو ہدایت یافتہ بن جاؤ گے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تورات کا نسخہ پڑھنا ایک صحابی نے کہا۔ ثَقُلَتْ اُمُّكَ اے عمرؓ تیری والدہ تجھے گم پائے۔ اور پھر فرمایا فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو۔

کیثر: رحمتوں کے حصول کا ذریعہ

اپنی مرضی نہیں کہ دعا کی اللہ اسلام آباد پہنچا اور منہ لاہور کی طرف۔ دعا رحمت کی کام عذاب کا۔ مسجد سے آذان کی آواز آتی ہے حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ مگر ہم سوئے

ہیں مشغول ہیں کیا یہ رحمت کا سوال ہے- یعنی کہ دن کی ابتدا ہی نافرمانی سے کی دن کس طرح گزارا کام عذاب والے کئے اور دعا رحمت کے حصول کے لئے کی- لڑکیاں دن کے وقت گھر سے نکلتی ہیں کیا یہ مسلمان بیٹیاں ہیں- مگر زبان پر ہے کہ اللہ رحم کرے مگر رات کو ساری کسر ڈش انٹینا دیکھ کر نکالتی ہیں کیا یہ مسلمان بیٹیاں ہیں- کہ رات کو سب اکٹھے بیٹھ کر شیطان کو خوش کر رہی ہیں- کیا یہ رحمت کا حصول ہے یا خدا کے غضب کو دعوت دی جا رہی ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے-

﴿یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ﴾ (پارہ۱رکوع۲)

ترجمہ:- ''اور وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے ان کو بھی وہ دھوکہ نہیں دیتے مگر اپنی ہی جانوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ سمجھتے نہیں-''

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے-

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ﴾ (پارہ۹رکوع۱۷)

ترجمہ:- ''اے ایمان والو- اللہ اور اس کے رسول کی بات کو قبول کرو جب وہ تم کو پکارے اس چیز کے لئے جو تم کو زندگی دے-''

مگر احمق کہتے ہیں کہ دین پر چلنا ناممکن ہے- خدا اور رسول جس نے یہ قانون بنایا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ تیرے لئے ٹھیک طریقہ کیا ہے- مثال کے طور پر فون کے سوئچ میں استری کا شو لگا دیں کام نہیں ہوگا بلکہ نقصان ہوگا اسی طرح صانع کے بتانے والے کی بات نہ ماننے سے انسان برباد ہو جائے گا جسم ایک مشین کی مانند ہے اسی طرح اعضاء کو اللہ کے حکم کے مطابق چلاؤ کامیاب ہو جاؤ گے- انسان کا چہرہ کتنا خوبصورت ہوتا ہے اگر آنکھ نہ رہے ناک کٹ جائے جبڑے میں سوراخ ہو جائے گلہ خراب ہو جائے اللہ زبان بند کرے انسان کیا کر سکتا ہے؟ کیونکہ یہ سب کچھ اللہ نے ہی بنایا ہے

اور وہ سب کچھ بگاڑ بھی سکتا ہے۔ اور ان سب چیزوں پر اس کا اختیار ہے۔

دعا کی اہمیت اور اس کی اشد ضرورت:۔

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ﴾ (پارہ۲۰ رکوع۱)

بات یہ ہے کہ ہم سب کہنے والے بھی اور سننے والے بھی سارے کے سارے گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے وہ بہت ہی رحیم اور غفار ہے اس نے ہم پر شفقت فرماتے ہوئے ہمارے گناہوں کی مغفرت کے لئے ایک ایسا ہتھیار دیا کہ ہم اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ سکیں۔ وہ دعا یہ ہے کہ

﴿اِمَامُ حَاکِمُ عَنْ عَلِیٍّ اَلدُّعَا سَلَاحُ الْمُؤْمِنُ﴾

یہ دعا دین کا ستون ہے آسمان و زمین کا ستون ہے اسی ہتھیار کی وجہ سے ہم تباہی سے بچ سکتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لَاتُعْجِزُوا فِی الدُّعَآءِ۔ کہ دعا سے اکتایا نہ کرو۔ دعا کرنے والا کبھی تباہ نہیں ہوسکتا۔ دو باتیں یکجا نہیں ہوسکتیں جہاں دعا ہے وہاں تباہی نہیں ہوسکتی دعا ایک قیمتی ہتھیار ہے۔ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ اپنے فیصلوں کو بدل سکتے ہیں۔ دعا کی بہت زیادہ طاقت ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بے بس کی فریاد سن کر اپنے فیصلے بدل لیتے ہیں۔

ترمذی شریف میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دعا کے علاوہ کوئی شے اللہ کے فیصلوں کو نہیں بدل سکتی۔ غلاموں نے سوال کیا اللہ نے قبول کیا۔

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی۔

(۲) نوح علیہ السلام کی قوم نے اذیت دی اور وہ تباہ ہوئی۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا دعا کی وجہ سے آگ گلزار بن گئی۔

(۴) موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی رَبِّ اِنِّی لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ٥

خدا نے قبول کی۔

(۵) ذکریا علیہ السلام نے دعا کی اللہ نے بیٹا دیا۔

(۶) ایوب علیہ السلام بیمار ہوئے مال ختم ہوا۔ دعا قبول ہوئی اور اللہ نے مال دیا۔

(۷) یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں دعا مانگی قبول ہوئی۔

(۸) حضرت محمد ﷺ نے دعائیں مانگیں اللہ تعالیٰ نے قبول کیں اور ہر مصائب سے بچایا۔

(۹) فرعون کی بیوی آسیہ نے دعا مانگی قبول ہوئی۔

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (پارہ ۲۸ رکوع ۲۰)

"فرعون گرمی کی شدت میں کھڑا کر کے میخیں لگاتا۔ آسمان سے فرشتے سایہ کرتے اللہ تعالیٰ فرماتے میری بندی پر سایہ کرو۔ جنت کے محل آنکھوں کے سامنے فرعون کے عذاب کے وقت آسیہ مسکراتی ہے فرعون کو تعجب ہوا کہ شاید یہ پاگل ہوگئی ہے اس سے ثابت ہوا کہ دعا واقعی ایک ہتھیار ہے۔"

(۱۰) افک عائشہ کا واقعہ:۔ حضرت عائشہ نے سفر کے دوران پڑاؤ ڈالا اور اس دوران ہار گر گیا۔ ڈولی میں نہیں تھیں جس کی وجہ سے ایک شرپسند انسان نے الزام لگایا جس کی وجہ سے بہت زیادہ غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

۔غم سے میرا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔

۔والدین میں ماتم کا سماں ہے۔

۔آنکھوں کا پانی ختم ہوگیا جس کی وجہ سے حضرت عائشہ کی ماں نے کہا۔

۔گناہ کا اعتراف کر معافی مانگ۔

۔غصہ بھی ہے دکھ بھی ہے۔

حضرت عائشہ کی ماں فرماتی ہیں' کہ نبی کے مقابلے میں میری صفائی کی کیا حیثیت ہے۔ حضرت عائشہ کی ماں فرماتی ہیں کہ میری اور تمہاری مثال یوسف کے باپ کی ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَاتَصِفُوْنَ۔ سورہ نور کی دس آیات صدیقہؓ کائنات کی صداقت میں اتریں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ جَاؤُ بِالْاِفْکِ سے لے کر تا رَؤُفٌ الرَّحِیْم تک پارہ ۱۸ رکوع ۸۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفائی میں قرآن اتارا۔ عائشہ فرماتی ہیں

﴿وَاللّٰهِ لَا اَحْمَدُ الا اللّٰهَ۔ وَاِذَا سَالَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾

''نہ وقت نہ جگہ کی پابندی۔ ہانڈی پکارہی ہیں دعا کریں۔ حضر ہو یا سفر ہو دعا کرو۔''

(۱۱) اماں خولہؓ

﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَکِیْ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَ کُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌO﴾ (پارہ ۲۸ رکوع ۱)

ترجمہ:۔ ''تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی۔ جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملے میں جھگڑتی تھی اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا بے شک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

(۱۲) تو خوشحالی میں رب کو یاد رکھ وہ تجھے تنگدستی میں یاد رکھے گا۔ حدیث میں آتا ہے۔

﴿مَنْ سَرَّهُ اَنْ یَسْتَجِیْبَ اللّٰهُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ فَلْیُکْثِرِ الدُّعَاءَ فِی الرَّخَاءِ﴾ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

ترجمہ:۔ ''جس آدمی کو یہ بات پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ مصیبتوں میں اس کی دعا قبول فرمائے تو ضروری ہے کہ خوشحالی میں بکثرت دعا مانگے۔''

علامہ اقبال نے شرک کی آلائش سے پاک کرنے کے لئے کیا خوب کہا ہے۔

''بیان میں نکتۂ توحید تو آ سکتا ہے تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

جہاں میں بندہ حر کے مشاہدات ہیں کیا تیری نگاہ غلامانہ ہوتو کیا کہیے...... مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی ہے روش کسی کی گدایانہ ہوتو کیا کہیے
نہ تخم لا الہ الا اللہ تیری زمین شور سے پھوٹا زمانے بھر میں رسوا ہے تیری فطرت کی نازائی''

دنیا کے مقابلے میں آخرت کی اہمیت:-

﴿وَمَا هَٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّلَلدَّارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ﴾ الخ - اور نہیں ہے حیاتی دنیا کی مگر کھیل اور تماشا اور البتہ گھر آخرت کا بہتر ہے- ایک حدیث مسلم شریف میں آتا ہے دنیا کی حیثیت آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسا کہ ایک آدمی اپنی انگلی سمندر میں ڈبوئے اس کے ساتھ چند قطرات لگیں اور جتنے قطرات انگلی کے ساتھ لگتے ہیں یہ دنیا کی مانند ہیں- اور باقی ماندہ سمندر کا پانی آخرت کی مانند ہے- حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بکری کا ایک بچہ چھوٹے کانوں والا مردہ پڑا تھا آپؐ نے فرمایا کہ کوئی اس کو ایک درم چونی سے خریدنے والا ہے ایک صحابی نے عرض کی کہ آپ اس کو چونی سے خریدنے کو کہہ رہے ہیں کوئی اس کو مفت بھی نہ لے- اور اس طرح بکری کے اس مردہ بچے کو دنیا سے تشبیہ دی کہ دنیا کی حیثیت آخرت کے مقابلے میں صرف اتنی ہے- ایک حدیث میں آتا ہے کہ اگر اس دنیا کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مچھر کے پر جتنی بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک پانی کا گھونٹ بھی نہ دیتے- ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ اگر ایک عورت جنت کی دنیا میں جھانک لے تو فرمایا کہ پوری کائنات اس جنتی عورت کے حسن سے منور ہو جائے- ایسی عورت کا دوپٹہ تمام دنیا کے اسباب سے بہتر ہو جائے-

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ دور کی عورت سرخی پاوڈر لگا کر سر سے دوپٹہ اتار کر شیطان کی ایجنٹ بن چکی ہے- لیکن چاہے تو یورپین لوگوں کا اسباب خرید لے یا میک اب خرید لے تیرا ٹھکانہ جہنم ہی ہے- قیامت والے دن ایک ادنیٰ

درجہ کے جنتی سے پوچھا جائے گا۔ کہ کیا تیری اور بھی کوئی خواہش ہے تو وہ کہے گا کہ میں خواہش آرزو کر چکا ہوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جو تیری خواہش تھی وہ تو تجھے مل چکی ہے بلکہ اتنی اور ناز و نعمتیں تجھے دی جائیں گیں۔ یہ وہ جنتی ہے جو سب سے کم درجہ کا جنتی ہے۔

ایک اور آدمی قیامت والے دن جب جہنم میں ڈالا جائے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ دنیا میں تو نے کس طرح وقت گزارا تو وہ کہے گا کہ میں نے دنیا میں کوئی عیش و آرام دیکھا ہی نہیں حالانکہ اس نے دنیا میں طرح طرح کی نعمتیں استعمال کیں تھیں۔ لیکن جہنم کا عذاب اتنا سخت ہوگا۔ کہ وہ ایک لمحے میں دنیا کی سب نعمتیں بھول جائے گا۔ ایک آدمی وہ ہوگا جس کو ایک لمحے کے لئے جنت میں ڈالا جائے گا جو دنیا میں بے حد و حساب تکلیفیں برداشت کرتا رہا۔ لیکن جب اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے دنیا کی زندگی کیسے گزاری تو وہ کہے کہ مجھے دنیا میں کوئی تکلیف آئی ہی نہیں نہ بھوک نہ بیماری نہ تکلیف نہ دشمنوں کا ڈر بلکہ میں ہمیشہ ہی خوشحال رہا۔ اندازہ کریں کہ دنیا کی آخرت کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے کہ ایک آدمی جو دنیا والوں میں سب سے زیادہ تکلیف زدہ تھا جنت میں جانے کے بعد اپنی سب تکلیفیں بھول گیا۔ اور جب نیک لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ جنتیو آج کے بعد کوئی موت نہیں ہمیشہ زندگی ہے' جوانی ہے بڑھاپا نہیں' تونگری ہے غربت نہیں تم ہمیشہ صحت مند رہو آج کے بعد تمہیں کوئی بیماری نہیں چھوئے گی۔ اور اس طرح جنتیوں کو ان کے اعمال کے بدلے بہت سے انعامات دیئے جائیں گے۔

صحابہ کی شان میں۔

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

ترجمہ:۔ ''آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔''

اس میں ایک پہلا کُمْ دوسرا اور تیسرا اور چوتھا کُمْ صحابہ کی شان کو دوبالا کرتے ہیں۔

﴿سَوَاءٌ مِنكُم مَنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَبِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَ سَارِبٌ بِالنَّهَارِ﴾ (پارہ۱۳ارکوع ۸)

مذکورہ آیت کا ترجمہ:۔''برابر ہے تم سے جو چھپائے بات کو اور جو شخص ظاہر کرے اس کو۔ اور جو شخص چھپنے والا ہے رات کو اور راہ چلنے والا ہے دن کو۔''

ایک مشرک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ اور حضورؐ سے کہنے لگا کہ پہلے جہاد کرلوں آپؐ نے فرمایا کہ پہلے مسلمان ہو جا پھر اللہ کے راستہ میں جہاد کر۔ اس سے معلوم ہوا' کہ جہاد کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی شرک کی آلائش سے پاک ہو' پھر جو بھی عمل کرے گا اس کا اجر وثواب ملے گا۔ وگرنہ کوئی عمل اللہ کے ہاں مقبول و منظور نہیں۔

ایک مجاہد آدمی نے عرض کی کہ میں زخموں سے چور ہوں اور چل بھی نہیں سکتا رسول رحمت ﷺ کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپؐ نے فرمایا وہ چل نہیں سکتا۔ اب میں محمد ﷺ خود اس کی خدمت میں جاتا ہوں۔ جب آپؐ اس کے پاس پہنچے تو اس آدمی کا خیال تھا کہ میں بطور اتباع کے اپنے سر کو آپؐ کے قدموں میں رکھوں آپؐ نے فرمایا کہ میرے قدموں میں سر کو نہ رکھو بلکہ میں تیرے سر کو اپنے دامن میں رکھتا ہوں۔ یہ تھی محبت نبوی اور اخلاق محمدی کہ آپؐ نے ایک مجاہد کی کس قدر حوصلہ افزائی کی۔ اسی لئے رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِینَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ...... نبی علیہ السلام مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ مشفق ہیں۔ حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں ایک واقعہ مندرجہ ذیل ہے۔سفیان بن حارث کے بارے میں جو حضور ﷺ کے چچا کا بیٹا تھا۔ اسلام کا زبردست مخالف تھا آپؐ نے اعلان فرمایا کہ سفیان جس کو جہاں ملے قتل کر دینا اب خبر اڑتی ہوئی سفیان تک جا پہنچی

اس کا ایک ہی بیٹا تھا اسے لیا اور مدینہ طیبہ آ پہنچا مدینے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عباسؓ اس کے بھی چچا تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیسے آنا ہوا سفیان بن حارث نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے میرے قتل کا حکم دیا ہے۔ یہ میرا ایک ہی بیٹا ہے میں اسے لایا ہوں کہ حضور ﷺ کے پاس چھوڑ دوں۔ تاکہ یہ آپؐ کی خدمت کرے اور آپ سے تعلیم و تربیت حاصل کرے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو آگے آگے حضرت عباس اور پیچھے سفیان بن حارث تھے۔ حضور ﷺ سے چند باتیں کرنے کے بعد ان دونوں کو معاف کر دیا اور اسی طرح آپؐ نے ابوجہل کا بیٹا عکرمہ جو نا قابل معافی تھا اس کو بھی معاف کر دیا۔ اور اس طرح آپؐ نے ان دونوں کو بغیر کسی انتقام کے معاف کر دیا۔

انبیاء کے نزدیک نماز کی اہمیت اور مومن انسان کو تنبیہ :۔

﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَا رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝﴾

(پارہ ۱۳ رکوع ۱۸)

ترجمہ:۔ ''اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا اہتمام کرنے والا رکھیے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو اور اے میرے رب اور میری دعا قبول کیجئے اے میرے رب میری اور میرے ماں باپ کی مغفرت کر دیں اور سب ایمان والوں کی۔''

نماز ایک زبردست فریضہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے دعائیں مانگ رہے ہیں کہ رب العالمین ہمیں اپنی بارگاہ ایزدی میں نماز جیسی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما۔ چونکہ نماز وہ عبادت ہے کہ قیامت کے دن جب دربار خداوندی میں حاضری ہوگی تو سب سے پہلے نماز کا ہی سوال ہوگا۔ آپ اپنی پوری زندگی اپنے اہل و عیال کو نماز اور روزے کی تلقین کرتے رہے اس سے

اندازاہ ہوتا ہے کہ نماز کا عمل کتنا شاندار عمل ہے کہ انبیآء علیہ السلام کو اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ بلکہ یہاں تک اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِنَ السّٰجِدِیْنَ ایک اور جگہ اللہ نے حضور ﷺ کو ارشاد فرمایا۔ وَعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاتِیَکَ الْیَقِیْنُ۔

اے نبی ﷺ آپ موت تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا۔

﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ○﴾ (پارہ ۱۶ رکوع ۷)

"اللہ کے نیک بندے اس دنیا سے جا چکے ان کے خلف اور جانشین برے لوگ رہ گئے عنقریب غَیًّا○ جو جہنم کا ایک درجہ ہے اس میں داخل ہوں گے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اللہ کے نبی تھے۔ وہ مصر سے نکلے مدین پہنچے چند سال یہاں رہنے کے بعد جب رخصت ہوئے تو دوران سفر کچھ آگ دیکھی بیوی کو فرمایا آپ یہاں ٹھہریں میں آگ کی چنگاری لے کر آتا ہوں تاکہ ہم اس کے ذریعے راستہ دیکھ سکیں۔ چنانچہ فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى تا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى﴾ (پارہ ۱۶ رکوع ۱۰)

الغرض موسیٰ علیہ السلام آگ لینے کے لئے جا رہے ہیں رب العالمین نے نبوت کی پوشاک پہنا کر پیغمبری کی شان وشوکت سے سرفراز فرما دیا۔ اس لئے اللہ رب العزت فرماتے ہیں اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ○ اے موسیٰ علیہ السلام میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں آپ میری ہی عبادت کریں اور نماز کو میرے ذکر کے طور پر یاد کریں۔ نماز اتنا سردار عمل ہے کہ موسیٰ

علیہ السلام کو نبوت ملتے ہی نماز کے عمل کا حکم ہو رہا ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام دربار خداوندی میں عرض کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

﴿رَبَّنَا اِنِّی اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُو الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ﴾ (پارہ۱۳رکوع۱۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یا اللہ میں اپنی بیوی اور بچے کو بے آب وگیاہ جنگل میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس اس لئے چھوڑ آیا ہوں۔ کہ یہ نماز پڑھتے رہیں۔ اور تو لوگوں کے دلوں کو کشادہ کر اور ان کو پھلوں سے رزق دے تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔

قرآن حکیم کے پارہ اول رکوع ۱۶ میں خداوند قدوس ارشاد فرماتے ہیں

﴿اَمْ کُنْتُمْ شُھَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتَ اِذْ قَالَ لِبَنِیْہِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْ نَعْبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ اٰبَآئِکَ اِبْرَاھِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰھًا وَّاحِدًا وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ o﴾

اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ کو مخاطب کر کے کہتے کہ تم موجود تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی موت کا وقت آیا اور اپنے بیٹوں کو پوچھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے یعنی میرے بعد نماز روزہ کس کے لئے بجالاؤ گے۔ سب بیٹوں نے جواب میں کہا کہ ہم تیرے ہی معبود کی عبادت کریں گے۔ جو تیرے باپ دادوں حضرت ابرہیم علیہ السلامؑ حضرت اسماعیل علیہ السلامؑ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے معبود کی عبادت کریں گے۔ جو وحدہٗ لاشریک ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ نماز کس قدر ضرور اور اہم فریضہ ہے کہ انبیاءؑ بھی اپنی اولادوں کو قریب المرگ نماز اور پابندی عبادات کی تلقین کر رہے ہیں۔

﴿کٓھٰیٰعٓصٓ o ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ

نِدَآءً خَفِيًّا قَالَ رَبِّ اِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّاسُ شَيْبًا وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا وَاِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَائِي وَكَانَتِ امْرَاَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴾ (پارہ۱۶ رکوع۴)

ترجمہ:- کٓھٰیٰعٓصٓ' یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی مہربانی فرمانے کا اپنے بندہ زکریا کا جبکہ انھوں نے اپنے پروردگار کو پوشیدہ طور پر پکارا عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی اور آپ سے مانگنے میں اے میرے رب ناکام نہیں رہا ہوں اور میں اپنے بعد رشتہ داروں سے اندیشہ رکھتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے سو آپ مجھ کو اپنے پاس سے وارث دے دیجئے کہ وہ میرا وارث بنے اور اس کو اے میرے رب پسندیدہ بنائیے میرے لئے-

حضرت زکریا علیہ السلام کس قدر عاجزی و انکساری سے عبادت کے ساتھ اولاد کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں- اپنی بے کسی اور لاچاری کا اپنی کمزوری اور بڑھاپے کا بھی سوال کر رہے ہیں- اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نماز کی اہمیت کس قدر ہے' ہر آدمی کی نماز اور عبادت وہی مقبول اور منظور ہے جو نبی علیہ السلام کے فرمان اور سنت مصطفیٰ کے مطابق ہو- نبی کریم ﷺ ایک دفعہ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے ایک آدمی جلدی جلدی نماز پڑھ کر آیا آپ کو سلام عرض کیا- آپؐ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ - پھر اس شخص نے دوبارہ نماز پڑھی- لیکن پہلے کی طرح رکوع' سجدہ' قومہ' جلسہ' صحیح نہیں کیا پھر آ کر آپ کو سلام عرض کیا- آپؐ نے پھر ارشاد فرمایا کہ تم نے نماز صحیح نہیں پڑھی دوبارہ نماز پڑھو- تیسری دفعہ اس نے عرض کیا کہ آپؐ مجھے نماز کا صحیح طریقہ بتائیں آپؐ نے اس نماز کا صحیح طریقہ بتایا- اسی لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

﴿صَلُّوا كَمَا رَاَيْتُمُونِي اُصَلِّي﴾

نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام بھی اللہ کے پیغمبر تھے انھوں نے قید خانہ میں بھی نماز کو نہ چھوڑا بلکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر بھی صحیح طریقے سے ادا کیے۔ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں بھی نماز اور عبادات خداوندی بجالاتے تھے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿وَذَّالنُّونِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ، فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ٥﴾ (پارہ ۱۷ رکوع ۶)

ترجمہ:۔ ''اور مچھلی والے کا تذکرہ کیجئے جب وہ خفا ہو کر چل دیئے اور انھوں نے یہ سمجھا کہ ہم ان پر کوئی داروگیر نہ کریں گے پس انھوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ پاک ہیں میں بے شک قصوروار ہوں، سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔''

ایک اور جگہ پر حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

﴿فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ، لَلَبِثَ فِي بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ (پارہ ۲۳ رکوع ۹)

ترجمہ:۔ ''سو اگر اس وقت حضرت یونس علیہ السلام تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے سو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔''

انبیآء السلام کا اللہ تعالیٰ کو پکارنا ہی عبادت ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام جو اللہ کے پیغمبر تھے انھوں نے شدید بیماری میں بھی نماز کو نہ چھوڑا۔ آپ کے جسم کا تمام گوشت پھنسی پھوڑوں سے بھر گیا تھا۔ اور تمام جسم کیڑے بن گیا۔ اس حالت میں بھی عبادت اور نماز پڑتے تھے۔ جیسے قرآن حکیم میں اللہ رب اللعالمین ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (پارہ ۲۳ رکوع ۱۳)

ترجمہ:۔''اور آپ ہمارے بندہ ایوب کو یاد کیجئے کہ جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے حکم ہوا اپنا پاؤں مارو یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا' اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا اور ان کے ساتھ (گنتی میں) ان کے برابر اور بھی (دیئے) اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور اہل عقل کے لئے یادگار رہنے کے سبب۔''

ان تمام مذکورہ واقعات سے ثابت ہوا کہ نماز ایک ایسی عبادت ہے جو کسی کو بھی معاف نہیں بلکہ نماز ہی ایک ایسی عبادت ہے جس کے سوا ایک مسلمان کا مومن ہونا مشکل ہے۔ جیسے حدیث شریف میں آتا ہے مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ بلکہ نماز ہی کفر اور اسلام کے درمیان فرق کرنے والی ہے' اللہ تعالیٰ ہم سب کو نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری طرف سے شرف قبولیت بھی فرمائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اے دنیا میں بسنے والو جنوں اور انسانوں میں نے تمہیں اپنی مخصوص عبادت کے لئے پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو قوموں کے علاوہ کسی دوسری اور قوم کو مخاطب نہیں کیا۔ لیکن پھر بھی تمام مخلوقات اللہ رب العزت کی عبادت کرتیں ہیں جیسے اللہ نے ارشاد فرمایا۔

﴿يُسَبِّحُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ﴾ (پارہ ۱۸ رکوع ۱۶)

ترجمہ:۔''کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرند جو پر پھیلائے ہوئے ہیں سب کو اپنی اپنی دعا اور تسبیح معلوم ہے اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کے سب افعال کا پورا پورا

علم ہے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَاخَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلّٰهِ وَهُمْ دَاخِرُوْنَ ٥ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَايَسْتَكْبِرُوْنَ ٥ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ٥﴾ (پارہ۱۴رکوع۱۲)

ترجمہ:۔''کیا ان لوگوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی ان چیزوں کہ نہیں دیکھا جن کے سائے کبھی ایک طرف کو کبھی دوسری طرف اس طور پر جھکے جاتے ہیں کہ خدا کی تابع ہیں اور وہ چیزیں بھی عاجز ہیں۔اور آسمانوں اور زمین میں چلنے والی جتنی بھی چیزیں ہیں سب اللہ کے مطیع ہیں اور فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے۔اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو ان پر بالا دست ہے اور ان کو جو کچھ حکم کیا جاتا ہے وہ بجالاتے ہیں۔''

تمام مخلوقات کی عبادت کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَايَشَآءُ ٥﴾ (پارہ۱۷رکوع۹)

ترجمہ:۔''اے مخاطب کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ کے سامنے سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں اور زمین میں ہیں۔اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے لوگ بھی اور بہت سے ایسے ہیں کہ جن پر عذاب ثابت ہو گیا ہے۔اور جس کو خدا ذلیل کرے اس کا کوئی عزت کرنے والا نہیں اور اللہ جو چاہے کرے۔''

ایک اور مقام پر اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں:

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّاتَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ (پارہ ۱۵ رکوع ۵)

ترجمہ:- ''تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے ان میں اس کی پاکی بیان کرتے ہیں- اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو- لیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو' بے شک وہ بڑا حلیم اور غفور ہے-''

قرآن حکیم کی مندرجہ بالا آیات سے پتہ چلتا ہے کہ انسان اور جنات کے سوا ساری کائنات اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں یہاں تک کہ تمام مکانات در و دیوار' شجر و حجر' پودے درخت گھاس بچھو ہر چیز خدا کی بندگی سے سرشار ہیں- گھاس کے پودے اور تڑیں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہیں- حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور رسالہ خدام الدین میں ایک اللہ کے ولی اور باشرع انسان تھے ان کا واقعہ ذکر کیا کہ وہ قضائے حاجت کے لئے آبادی سے باہر گئے غیر آباد جنگل میں قضائے حاجت کے لئے بیٹھنے لگے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا نظارہ دکھاتے ہوئے گھاس کے پودے کے الفاظ عبادات خداوندی کے جو اپنی بولی اور زبان حال سے کہہ رہا تھا مذکورہ بندہ سن کر حیران رہ گیا اور پودے کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ اے گھاس کے پودے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مصروف ہے اور میں یہاں قضائے حاجت پھروں مجھے اس بات پر از حد شرم آتی ہے' اور اس بارے میں اللہ کے ایک بندے نے کیا خوب کہا ہے-

ارے کم بخت کیا سویا ہے اٹھ ہوشیار ہو جلدی
کما لے جو کمانا ہے یہ دو دن کی ہستی ہے

بے نماز کے بارے میں ایک پنجابی شاعر کہتا ہے-

گدھا کمینہ پیدا ہو کر آکھے تیرا شکر خدایا
بڑا احسان تو میں تھیں کیتا کتا نہیں بنایا
کتا کمینا پیدا ہوکر آکھے تیرا شکر خدایا
بڑا احسان تو میں تھیں کیتا نہیں خنزیر بنایا
خنزیر کمینہ پیدا ہوکر آکھے تیرا شکر خدایا
بڑا احسان توں میں تھیں کیتا بے نماز نہیں بنایا

اس لئے ہر مسلمان کا شیوہ ہونا چاہئے کہ وہ نماز کو عبادت خداوندی سمجھ کر بجا لائے- جیسا کہ شاعر نے لکھا ہے-

میری زندگی کا مقصد تیری دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلمان میں اسی لئے نمازی''

توحید باری تعالیٰ کا پرچار کرنے کے صلہ میں انبیآء کو اذیتیں:-

توحید باری تعالیٰ کے پھیلانے کے لئے انبیآء کو بہت سی تکالیف برداشت کرنا پڑیں- لیکن آدم علیہ السلام اور اولاد آدم نے اس عظیم المرتبہ امانت کو اٹھالیا- اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ میں اس عظیم مطالبات کو عملی صورت میں اپناؤں گا- اور اس کو زندگی کے ہر شعبہ میں ڈھالوں گا اور میری زندگی کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہوگا کہ میں اس محسن امانت سے بے وفائی کروں- اور اگر میں ایسا کروں تو میرے جیسا ظالم اور جاہل کون ہوسکتا ہے- اور اسی توحید کی پابندی ہی جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ ہے' اور جنتی ہونے کا بہترین نمونہ ہے- اسی توحید کی وجہ سے اللہ رب العزت نے چار قسمیں اٹھاتے ہوئے ارشاد گرامی کو بیان کیا-

﴿وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ وَطُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ وَ ھٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ﴾

ترجمہ:- ''قسم ہے تین کی اور زیتون کی اور طور سینا پہاڑ کی اور اس شہر

امن والے کی اور تحقیق ہم نے انسان کو اچھی ترتیب سے پیدا کیا۔"

اس پوری سورت مبارکہ کے اندر اگر تو یہ نہیں تو سنت مصطفٰی سے اعراض ہے توحید اور سنت ہی بہترین جنتی ہونے کے ذرائع ہیں۔ اگر کسی انسان میں یہ دونوں عقیدے نہیں تو اللہ تعالٰی ناراضگی سے ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۝﴾

(پارہ ۹ رکوع ۱۲)

ترجمہ:۔"اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کو آنکھیں ایسی ہیں کہ جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے۔ یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں۔ یہ لوگ غافل ہیں۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید و سنت ہی اصلی اور اس پر کاربند رہنا ہی جنتی ہونے کا ثبوت ہے۔ اور ان سے اعراض کرنا جہنمی ہونے کا خطرناک ذریعہ ہے۔ ارشاد باری تعالٰی ہے۔ کہ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔ اور معبود تمہارا معبود ایک ہے نہیں کوئی معبود مگر بخشش کرنے والا یہ مہربان ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ الٓمّٓ۔ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ اللہ تعالٰی ہے نہیں کوئی معبود مگر وہ زندہ ہے قائم رہنے والا۔ اسی توحید کے وعظ کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ مبعوث ہوئے توحید کے عوض بعض انبیاء کو مارا پیٹا گیا بعضوں کو جھٹلایا گیا۔ بعض پیغمبروں کو آرے کے ساتھ دو ٹکڑے کر دیا گیا بعضوں کو کنوئیں میں ڈالا گیا۔ بعض پیغمبروں کو قتل کر دیا گیا۔ لیکن تمام انبیاءؑ توحید بیان کرتے رہے نہ ہی رکے اور نہ دبے بلکہ اس مشن توحید کو بڑی تیزی سے ادا کرتے رہے اور جب آقائے دو جہاں محمد

مصطفٰی ﷺ کی باری آئی تو آپؐ نے بھی توحید کا پرچار کرنا شروع کیا۔ جس کی وجہ سے کفار مکہ آپ کے مخالف ہوگئے حالانکہ اس سے پہلے وہ آپ کے ساتھ نہایت عزت وقار سے پیش آتے تھے اور صادق اور امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ لیکن آپؐ کے توحید بیان کرنے کے ساتھ ہی کفار مکہ کے انداز بدل گئے۔ اور جب آپ نے ان کو یہ کہہ کر پکارا۔

﴿یَا اَیُّهَا النَّاسُ قُولُوْ لَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهِ تُفْلِحُو تَملِكُو الْعَرَبَ وَالعَجُمُ﴾

ترجمہ:۔ ''اے لوگو کہو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں کامیابی پاؤ گے اور عرب وعجم کے مالک بن جاؤ گے۔''

بس یہ سنتے ہی کفار مکہ آگ بگولہ ہوگئے آپ کے دشمن بن گئے آپ کو مجنون اور دیوانہ کہا جانے لگا۔ کوئی کہتا کہ حضور ﷺ ساحر ہیں کوئی کہتا جادوگر ہیں۔ اب کفار مکہ آپ سے بات نہ کرتے آپ کو صادق اور امین کے لقب سے یاد نہ کرتے۔ حضور ﷺ اپنے ارشادات کریمہ میں بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ کہ اے اہل مکہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنُ۔ (پارہ ۱۱ رکوع ۷)

اے اہل مکہ۔ میں نے چالیس سال کا طویل عرصہ تم میں گزارا کہ کیا تم مجھے پہنچانتے نہیں۔ میرا بچپن میری جوانی تم میں گزری۔ اگر میں نے جوانی اور بچپن میں کوئی غلطی نہیں کی تو اب کیسے کر سکتا ہوں۔ لیکن اہل کفر نے بجائے آپؐ پر ایمان لانے کے آپ کو تکلیفیں دینی شروع کیں۔ آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے آپ پر اونٹوں کی اوجری اور گوبر پھینکا جاتا۔ کوئی بھی شخص بحالت سجدہ آپ کی پیٹھ اور گردن پھیر دیتا۔ ایک دفعہ جب آپؐ کوہ صفا پر گئے تو ابوجہل نے آپ کو پتھر دے مارا آپ کی پیشانی سے خون بہنے لگا ایک لونڈی نے دیکھا تو جا کر حضرت امیر حمزہ کو بتایا۔ انھوں نے آپ کا بدلہ لیا لیکن آپ اس بدلے سے خوش نہ ہوئے۔ پھر کفار مکہ نے آپ کے قتل کے منصوبے بنانے شروع کیے۔ قرآن حکیم نے اس بارے میں بیان کیا۔

﴿اِذ یَمکُرُ بِکَ الَّذِینَ کَفَرُوا لِیُثبِتُوکَ اَو یَقتُلُوکَ اَو یُخرِجُوکَ.﴾ (پارہ۹ رکوع۱۸)

ترجمہ:۔''جب مکر کرتے تھے ساتھ تیرے وہ لوگ جو کافر ہوئے تو کہ قید کریں تجھ کو یا قتل کریں تجھ کو یا جلاوطن کریں تجھ کو۔''

لیکن اللہ تعالیٰ نے کفار کے منصوبوں کو ناکام بنادیا۔ جب انھوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ اپنے دولت خانہ سے نکلے اور شروع سے لے کر فَھُم لَایُبصِرُونَ تک سورۃ یٰسین کی آیات پڑھیں۔ یہ آیات آپ نے مٹی پر پڑھیں اور ان کفار کی طرف پھینک دیا اور بخیریت ہجرت شروع کردی۔ اسی لئے رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں۔ وَیَمکُرُونَ وَیَمکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیرُ الْمَاکِرِینَ۔ یہ لوگ یعنی کفار مکہ آپ کی تباہی کا پروگرام کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو بچانے اور آپ ی کامیابی کا پروگرام بناتے تھے۔ اور اسی طرح ہوا آپ بخیریت مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ سراقہ بن مالک کفار کی طرف سے انعام وکرام حاصل کرنے کی غرض سے حملہ آوار ہوا لیکن وہ بھی ناکام واپس مکہ میں آگیا۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کو ارشاد فرمایا۔ قُل ھٰذِہٖ سَبِیلِی اَدعُوا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِی (پارہ رکوع) آپ فرمادیجئے یہ ہے راستہ میرا سیدھا پکارتا ہوں میں اللہ کی طرف اوپر دلیل کے میں اور جس نے تابعداری کی میری نبی کریم ﷺ ہر جگہ ثابت قدی سے دین کی تبلیغ کرتے رہے گوکہ پورے ماحول اور گردوپیش میں آپ کی مخالفت ہوتی رہی آپ کو بہت زیادہ تکلیفیں دی گئیں۔ دوسری جگہ خلاق عالم ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿یَا اَیُّھَا الرَّسُولُ بَلِّغ مَا اُنزِلَ اِلَیکَ مِن رَّبِّکَ فَاِن لَّم تَفعَل فَمَا بَلَّغتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعصِمُکَ مِنَ النَّاسِ﴾ (پارہ۶ رکوع۱۴)

ترجمہ:۔''اے رسول جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا آپ سب پہنچا دیجئے اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ

تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا- اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا- یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو راہ نہ دیں گے-"

آپ کی تبلیغ کا اثر ان لوگوں کو ہوتا رہا جو خوش نصیب تھے اور جو بدنصیب تھے وہ اس سے محروم تھے- پھر اللہ رب العزت نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو ارشاد فرمایا-

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا الَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾ (پارہ ۱۶ رکوع ۳)

ترجمہ:- اللہ رب العزت نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ سے ارشاد فرمایا- کہ اے لوگو کیا میں تمہیں آگاہ نہ کروں نقصان دینے والے اعمال سے اور وہ لوگ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں فنا ہو گئی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم نیک اعمال کر رہے ہیں- یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات کے ساتھ کفر کیا- ان کے نیک اعمال بھی فنا ہو گئے- قیامت کے دن ان کے اعمال کے لئے ہم ترازو بھی قائم نہیں کریں گے-

دین اسلام کا دار و مدار عمل پر ہے ایمان کی تکمیل کے بغیر عمل ممکن نہیں- جیسے قرآن کریم میں ارشاد گرامی ہے-

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا الرَّحِيْمًا ۝﴾ (پارہ ۱۹ رکوع ۴)

ترجمہ:- "مگر جو شخص توبہ کرے اور نیک اعمال کرے ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں کے ساتھ بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان ہیں-"

جیسا کہ ایک شاعر نے کہا-

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

بغیر عمل کے عقیدہ نہیں چل سکتا اور اگر عقیدہ بھی خراب ہو اور نیک اعمال کر کے آدمی تھک گیا ہو لیکن عقیدہ درست نہ ہونے کی وجہ سے کوئی عمل بھی اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتا۔ اسی لئے اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ نُزُلًا﴾ (پارہ ۱۶ رکوع ۳)

ترجمہ:۔ ''کیا کافر لوگ گمان کرتے ہیں کہ انھوں نے میرے بندوں کو معبود بنالیا ہے اور ہم نے ان کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے اور اس میں کافروں کے لئے مہمانی ہے۔''

نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا ترجمہ: نبی علیہ السلام نے مقتولین بدر کو ارشاد کرتے ہوئے فرمایا کہ اے کفار کے مقتولین بدر اللہ تعالٰی نے تم سے جو وعدہ کیا تھا کیا تم نے پالیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی اَتُکَلِّمُ اَجْسَادًا لَا اَرْوَاحَ لَهَا۔ ترجمہ:۔ کیا آپ ایسے جسموں سے کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں۔ نبی علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا تم ان سے زیادہ نہیں سن سکتے۔ آگے حضرت عمر فاروقؓ سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ فرمان باری ہے۔ مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ (پارہ ۲۲ رکوع ۱۵) جو قبروں میں ہیں وہ سنتے نہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ اَلْاٰنَ یَسْمَعُوْنَ۔ اب یہ سنتے ہیں۔

حضور ﷺ نے ایک دفعہ بھوک کی وجہ سے ازواج مطہرات سے پوچھا معلوم ہوا کہ کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے آپؐ ابوبکرؓ کے گھر کی طرف چلے حضرت ابوبکر صدیقؓ بھوکے ہونے کی وجہ آپ کی طرف آرہے تھے حضور ﷺ نے پوچھا کہاں جا رہے ہو صدیق اکبرؓ نے فرمایا آپؐ کی طرف آرہا تھا بھوک کی وجہ سے۔ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کو بھوک لگی وہ حضور ﷺ کی طرف آرہے تھے چنانچہ یہ تینوں حضرات آپس میں ملے۔ حضورؐ نے ان دونوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

﴿هٰكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔﴾

آپؐ نے فرمایا ہم قیامت کے دن اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔

اب حضرت سعد کے پاس جانے کی تیاری کرنے لگے حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت سعد کا باغ ہے انھوں نے مجھے کئی دفعہ دعوت دی ہے وہاں پہنچ کر آپؐ نے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا تین دفعہ دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا یَا اَهْلَ سَعْدٍ اَسَّلَامُ عَلَيْكُمْ حضرت سعد نے اندر سے دیکھ لیا لیکن جواب نہ دیا جب اندر سے حضور ﷺ کو کوئی آواز نہ آئی تو آپؐ دونوں صحابہ کے ساتھ واپس ہو لئے۔ جب واپس ہونے لگے تو حضرت سعد نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ اور فرمایا کہ آپؐ واپس کیوں ہونے لگے تھے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اندر سے اجازت نہیں ملی تھی۔ حضرت سعد نے فرمایا کہ میں نے اس لئے جلدی جواب نہیں دیا تا کہ آپ کا دعائیہ کلمہ بار بار نصیب ہو رہا تھا۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی اور آپ کے دونوں صحابہ کرام کی خدمت کی اور رجا یا ضیافت کی۔

غربا، یتیموں، مساکین، اور دوسرے مسلمانوں کے حقوق کے بارے میں:۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝﴾

(پارہ ۲۹، رکوع ۱۹)

ترجمہ:۔ ’’اور وہ لوگ خدا کی محبت سے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تم کو محض خدا کی رضامندی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں۔ اور نہ ہم تم سے بدلہ چاہیں اور نہ شکریہ۔‘‘

اس کے ذیل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ کھانا تیار ہوا مسکین کو دے دیا حضرت فاطمہؓ کو فرمایا اور کھانا تیار کرو اور کھانا تیار ہوا یتیم آیا اسے دے دیا پھر کھانا تیار ہوا قیدی آیا اسے دے دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اور کھانا تیار کرو آپؓ نے فرمایا آٹا ختم ہو چکا ہے۔ صبح ہوئی حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا علی رات کو کیا کیا آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کچھ نہیں حضور ﷺ ان کو اس عمل کے کرنے کی خوشخبری دی۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ارشاد فرمایا:

﴿وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا٥ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا٥﴾ (پارہ ۱۵ رکوع ۳)

ترجمہ:۔ ”اور قرابت دار کو اس کا حق دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو دیتے رہنا اور (مال کو) بے موقع مت اڑانا۔ بے شک بے موقع اڑانے والے شیطان کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔“

حضرت نافع رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر بیمار تھے آپ کی بیماری کے وقت انگور کا موسم تھا۔ آپ کا دل چاہا کہ میں انگور کھاؤں۔ آپ کی بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے لئے انگور منگوائے جو آدمی لے کر آیا اس کے ساتھ ہی ایک سائل آ گیا اس کے کے سوال پر آپ نے سارا انگور اس سائل کو دے دیا۔ پھر دوبارہ آدمی گیا۔ اور انگور خرید لے کر آیا اب کی مرتبہ بھی سائل آ گیا آپ نے وہ انگور بھی سائل کو دے دیئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے سائل سے کہا اب اگر تم آئے تو تجھے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ چنانچہ تیسری دفعہ ایک درہم کے انگور منگوائے۔ (بیہقی شریف)

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے متعلق ارشاد فرمایا۔

﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾

(پارہ۲رکوع۶)

ترجمہ:- ''اور مال دیتا ہو اللہ تعالیٰ کی محبت میں رشتہ داروں کو، اور یتیموں کو، اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں اور نماز کی پابندی رکھتا ہو اور زکوۃ بھی ادا کرتا ہو اور جو اشخاص اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب عہد کرلیں اور وہ لوگ مستقل رہنے والے ہیں تنگدستی میں اور بیماری میں اور قتال میں اور یہ لوگ جو سچے ہیں اور یہی لوگ متقی بھی ہیں۔''

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَىْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ (پارہ۴رکوع۱)

ترجمہ:- ''جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو گے ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے تم جو خرچ کرو اللہ تعالیٰ اسے بخوبی جانتا ہے۔''

حضرت عمر بن میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بِرّ (نیکی و بھلائی) سے یہاں جنت مراد ہے یعنی جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو گے ہرگز جنت میں داخل نہ ہو گے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمام انصار میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ زیادہ مال دار تھے وہ اپنے تمام مال اور جائداد میں (بیر حامہ) نامی باغ کو جو مسجد نبوی کے سامنے تھا۔ سب سے زیادہ پسند کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ اکثر اس باغ میں جایا کرتے تھے۔ اور اس کے کنوئیں کا عمدہ اور میٹھا پانی پیا کرتے تھے۔ جب یہ مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ نے حاضر ہو کر آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ خداوند تعالیٰ اس طرح فرماتا

ہے اور میرا سب سے زیادہ عزیز مال یہی (بیر حامہ) نامی باغ ہے لہذا میں اس کو اس امید میں کہ جو بھلائی خداوند تعالیٰ کے پاس ہے وہ میرے لئے جمع رہے خدا کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ لہذا آپ کو اختیار ہے جس طرح مناسب سمجھیں اس کو تقسیم کر دیں۔ آپ خوش ہو کر فرمانے لگے کہ واہ واہ یہ بہت ہی فائدہ مند مال ہے اس سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم اس باغ کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ ''بہت اچھا'' پھر اس باغ کو اپنے رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ (مسند احمد بخاری ومسلم)

بخاری ومسلم میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا سب سے زیادہ عزیز اور بہتر مال وہ ہے جو خیبر میں میری زمین کا حصہ ہے میں اس کو راہ خدا میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایئے کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اصل زمین اپنے قبضہ میں رکھو اور اس کی پیداوار یعنی پھل وغیرہ خدا کی راہ میں صدقہ کر دو۔

ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۝﴾ (پارہ ۵ رکوع ۳)

ترجمہ:۔ ''اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالاؤ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو۔ اور اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غریب غربا کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور راہ گیر کے ساتھ بھی جو تمہارے مالکانہ قبضہ میں ہیں بے شک اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں سے محبت نہیں رکھتے۔ جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں۔''

ایک اور جگہ دوسروں کے حقوق کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًاo﴾ (پارہ ۱۵ ارکوع ۳)

ترجمہ:۔ ''اور قرابت دار کو اس کا (مالی غیر مالی) حق دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی دیتے رہنا اور مال کو بے موقع مت اڑانا۔''

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًاo﴾ (پارہ ۴ رکوع ۱۲)

ترجمہ:۔ ''اے لوگو۔ اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدا تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں۔''

لفظ ارحام پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ رشتہ داری کی کتنی اہمیت ہے اور عام مسلمانوں سے صلہ رحمی کرنا جزو اسلام ہے اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حسن سلوک کرنا فرض ہے اس بارے میں بھی محاسبہ ہوگا۔ ایک آدمی نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ اور نیک اعمال اور عبادات الٰہی کے متعلق سوال کیا۔ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور عبادات الٰہیہ میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ رشتہ داروں سے میل ملاپ کے بارے میں بھی نصیحتیں ارشاد فرمائیں۔ بلکہ ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُبْعَطُ رِزْقَهٗ' یعنی کہ جو آدمی چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں برکت ہو اسے چاہیے کہ وہ حسن سلوک اور صلہ رحمی سے پیش آئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنہا کی بہتان بازی میں شامل ہونے والوں کے بارے میں قسم اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ آئندہ ان کو کچھ نہ دوں گا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولِي الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَسَعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيْمٌo﴾ (پارہ ۱۸ رکوع ۹)

ترجمہ:۔ ''اور جو لوگ تم میں بزرگی اور وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہیے کہ یہ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کر دے بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔''

اس پوری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ تم میں بزرگی اور کشائش والے یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ مسکینوں محاجروں اور یتیموں پر خرچ نہ کریں گے بلکہ ان کو چاہے کہ وہ ضرور خرچ کریں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ایک ذاتی مکان اپنی ایک رشتہ دار بے سہارا عورت کو ہمیشہ کے لئے مفت دے دیا۔ اور پھر واپسی کا تقاضا نہیں کیا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنت کی خوشبو پانچ برس کے فاصلہ پر آتی ہے قطعہ رحمی کرنے والوں کو جنت کی خوشبو تک بھی نہیں آئے گی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہم سب کو ایک مسلمان ہونے کے ناطے اپنے اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے۔ اور ہر کسی سے حسن سلوک اور صلہ رحمی سے کام لینا چاہیے۔

وقت کے بادشاہ کا تقویٰ اور زہد:۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ باخدا اور پاک باز انسان تھے۔ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو فرمانے لگے کہ میری نماز جنازہ ایسا شخص پڑھائے جس میں تین خوبیاں ہوں۔

۱-جس شخص کی تکبیر اولی جماعت میں کبھی فوت نہ ہوئی ہو۔
۲-جس کی نماز تہجد کبھی زندگی میں ضائع نہ ہوئی ہو۔
۳-جس کی نظر کبھی غیر محرمہ عورت پر نہ پڑی ہو۔

اور وقت کے بادشاہ تھے جن کا نام غالباً سیف الدین یا شمس الدین تھا۔ان میں یہ تینوں خوبیاں موجود تھیں۔اس نے خواجہ بختیار کاکی کی نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا کہ خواجہ بختیار کاکی نے میرا راز فاش کر دیا ہے' یعنی اگر وہ ان تینوں چیزوں کی پابندی نہ لگاتے تو کوئی اور عالم دین نماز جنازہ پڑھا لیتا۔اور عام لوگ میرے ان اعمال سے آگاہ نہ ہوتے۔اس لئے ہمیں بھی چاہئے کہ ہم بھی نیک اعمال میں دوسروں پر فوقیت حاصل کریں۔کیونکہ اگر وقت کا بادشاہ ایسے نیک اعمال کر سکتا ہے تو ہم ان اعمال سے محروم کیوں رہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں اور بالخصوص علمائے کرام اور صوفیائے عظام کو توحید وسنت کے اندر رہ کر ایسے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔اور ہمیں ہر قسم کے ناجائز اور برے کاموں سے اللہ تعالیٰ بچائے۔آمین ثم آمین۔

دین کے علم کے فضائل:۔

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۝﴾

(پارہ ۲۳ رکوع ۱۵)

ترجمہ:۔ ''کہہ دیجئے کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے۔''

اس میں حضور ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ فرما دیں کہ عالم اور جاہل دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔علم دین کا مطلب بہترین روشنی ہے اور علم دین کے بارے میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

﴿رَضِينَا قِسْمَتَ الْجَبَّارِ فِيْنَا۔﴾

ترجمہ:۔''ہم راضی ہو گئے جبار کی تقسیم پر۔''

﴿لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُهَالُ مَالُ۔ فَانَّ الْمَالَ يَفْنٰی عَنْ قریب۔﴾

''ہمیں اللہ تعالیٰ نے علم دین دیا اور جاہلوں کو مال دیا ہے۔ اور مال تو عنقریب ضائع ہو جانے والا ہے۔''

﴿وَ اِنَّ الْعِلْمَ لَيْسَ لَهُ زَوَالٌ۔﴾

''اور علم دین ایسا ہے جسے کوئی زوال نہیں۔''

علم دین ہی ایسی دولت ہے کہ جس طرح فرشتے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور الہیت کی گواہی دیتے ہیں وہاں اہل علم دین بھی اللہ تعالیٰ کے الہ ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔﴾ (پارہ۳ رکوع ۱۰)

ترجمہ:۔''اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور اہل علم بھی انصاف کے ساتھ قائم ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔''

ایک حدیث میں حضور ﷺ عالم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

﴿اِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِىْ عَلٰى اَدْنٰكُمْ۔﴾

(الحدیث الترمذی)

ترجمہ:۔''بے شک عالم کی بزرگی عابد پر اسی طرح ہے جیسے میری بزرگی تم میں سے ادنیٰ آدمی پر ہے۔''

پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔

﴿مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلٰئِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضًا لِّطَالِبِ الْعِلْمِ۔﴾

(مشکوۃ شریف)

ترجمہ:- ''حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص ایسے راستے پر چلے جس میں علم دین حاصل کرے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستوں میں چلائے گا اور بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی اپنے پروں کو طالب علم کے پاؤں کے نیچے رکھتے ہیں۔''

دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهٖ او وَلَدٌ صَالِحٌ يُدْعُوْا لَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔﴾

ترجمہ:- ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین اعمال پھر بھی جاری رہتے ہیں ایک صدقہ جاریہ دوسرا علم دین جس سے اعمال اور آخرت کا فائدہ اٹھایا جائے تیسرے نیک اولاد جو اپنے والدین کے لیے دعا جاری رکھے۔''

حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم دین گزرے ہیں حضرت امام مالک کے زمانہ میں ان کا باپ ایک بہت بڑا مجاہد تھا۔ یہ بیٹا باپ کے جانے کے دو ماہ بعد پیدا ہوا۔ کئی سالہا سال کے بعد جب والد صاحب واپس آئے اور اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو بیٹے نے روکا کہ یہ آپ کا گھر نہیں ہے جبکہ والد نے کہا کہ یہ میرا ہی گھر ہے جس کی وجہ سے دونوں میں تکرار ہونے لگی اسی اثناء میں والدہ نے دیکھا کہ ایک آدمی مجاہد کے لباس میں ملبوس ہے انھوں نے پہچان لیا اور کہا کہ بیٹے یہ آپ کے والد ہیں اور میرے خاوند ہیں۔ اتنے میں امام مالک تشریف لائے اس خاتون نے عرض کی کہ ان دونوں کا آپس میں تعارف کرا دینا۔ چنانچہ امام مالک نے دونوں باپ بیٹے کا آپس میں تعارف کروا دیا۔

اس کے بعد مجاہد شوہر نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ میں نے جو تیس ہزار درہم یا

دینار دے کر گیا تھا وہ کدھر ہیں- بیوی نے کہا میں نے سنبھال کر رکھے ہیں آپ نماز پڑھ کر واپس آئیں پھر دیتی ہوں چنانچہ یہ نماز کے لئے مسجد نبوی میں گئے دیکھا کہ نماز کے بعد ان کا بیٹا جو بہت بڑا عالم بن گیا تھا منبر نبوی پر بیٹھ کر تبلیغ کر رہا ہے-تو باپ کو بہت زیادہ خوشی ہوئی- واپس آیا تو بیوی نے بتایا کہ میں نے مذکورہ رقم آپ کے بیٹے کی تعلیم و تربیت پر خرچ کی ہے- جس کی وجہ سے باپ بہت زیادہ خوش ہوا-

سلیمان بن عبدالملک اپنے دو بیٹوں کے ہمراہ ایک دفعہ ایک حبشی عالم دین کے پاس گیا نماز کے بعد وہ عالم قبلہ رخ بیٹھا ہوا تھا- سلیمان بن عبدالملک نے اس سے کچھ دین کے مسائل پوچھے اور وہ جواب دیتا رہا لیکن اپنا رخ قبلہ کی طرف ہی رکھا- اور وقت کے بادشاہ کی طرف اپنا چہرہ نہیں کیا سلیمان بن عبدالملک بھی دو زانو ہو کر بیٹھا تھا- اٹھنے کے بعد بیٹوں کو تاکید کی کہ علم دین کو سیکھو جس کا دنیا میں بھی فائدہ ہے اور اس کی بدولت آخرت میں بھی انسان کو اعزاز و اکرام سے نوازا جائے گا-

علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ زبان کی حفاظت پر بھی بہت زیادہ زور دیا گیا ہے- ارشاد باری تعالیٰ ہے-

﴿مَایَلْفَظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ٥﴾ (پارہ ۲۶ رکوع ۱۶)

ترجمہ:- ”وہ کوئی لفظ منہ سے نکال نہیں پاتے کہ ان کے پاس ایک نگہبان تیار ہے-“

ایک حدیث میں بھی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا- کہ جو شخص مجھے دو چیزوں یعنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں-

ایک اور جگہ پر زبان کی حفاظت کے بارے میں ارشاد ربانی ہے-

﴿کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحَافِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَاتَفْعَلُوْنَ-﴾ (پارہ ۳۰ رکوع ۷)

ترجمہ:- ”بلکہ تم اس وجہ سے گمراہی میں پڑ گئے کہ تم جزاء سزا کو جھٹلاتے

ہو اور تم پر نگہبان معزز لکھنے والے مقرر ہیں جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں۔ جو تم کرتے ہو۔''

زبان کا تلفظ ہی ایسا ہے کہ اگر اچھا ہو تو دنیا و آخرت میں بھلائی مل جاتی ہے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔﴾ (پارہ ۸ رکوع ۹)

''اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ تو نے اتنے اچھے الفاظ ادا کئے اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور میری رحمت کے حصول کے لئے میرے در پر دستک دی۔ تیرے انہی اچھے لفظوں کی وجہ سے میں نے تجھے معاف کر دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام بھی جو اللہ کے نبی تھے انھوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے خدا کو پکارا اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی کا وظیفہ کیا اور خدا کے حضور عرض کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ (پارہ ۱۷ رکوع ۶)

ترجمہ:۔ ''پس انھوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ پاک ہیں میں بے شک قصوروار ہوں۔''

حضرت ایوب علیہ السلام کے بھی زبان کے الفاظ تھے۔

﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ۝﴾

(پارہ ۲۳ رکوع ۱۳)

ترجمہ:۔ ''اور آپ ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجئے کہ جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے (تو اللہ

تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو کہا) کہ اپنا پاؤں مارو یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا سن کر آپ کو مکمل طور پر صحت یاب کر دیا۔ اور آگے ابلیس کے بارے میں جس نے خدا کی نافرمانی اور حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے تعظیمی سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۝﴾ (پارہ ۱ رکوع ۵)

ترجمہ:۔''اور جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ سجدہ کرو تو انھوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا''

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ۝﴾ (پارہ ۸ رکوع ۹)

ترجمہ:۔''اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو کون سا امر مانع ہے جب کہ میں تجھ کو حکم دے چکا ہوں۔ کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو آپ نے مٹی سے پیدا کیا تو حق تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ آسمان سے یعنی بہشت سے اتر جا تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو تکبر کرے آسمان میں رہ کر سو نکل جا بے شک تو ذلیلوں میں شمار ہونے لگا۔''

یہ نافرمانی اور تکبر کے لفظ جو ابلیس نے اپنی زبان سے نکالے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت سے نکال دیا حالانکہ بہت بڑا عالم فاضل تھا۔ بعض مفسرین

نے لکھا کہ ابلیس نے زمین کے چپہ چپہ پر سجدے کئے لیکن حکم عدولی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جنت سے نکال دیا۔

غرض ان تمام مندجہ بالا آیتوں اور پیغمبروں کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ زبان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کئی پیغمبروں کو خطائیں معاف کردیں اور ابلیس نے نافرمانی میں اپنی زبان استعمال کی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے ہمیشہ کے لئے جہنمی بنادیا۔

ذکرواذکار کی فضیلت:۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ اسی لئے قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

﴿یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اذْکُرُ اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا﴾ (پارہ۲۲رکوع۲)

ترجمہ:۔''اے ایمان والوں تم اللہ تعالیٰ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور اس کی تسبیح وتقدیس صبح وشام بیان کرتے رہو۔''

ذکر کی کتنی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو حکم دے رہے ہیں کہ صبح شام اللہ کے ذکر واذکار میں مصروف رہو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اللہ کے ذکر کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔

﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ اِذَ اَذْکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٌ مِنْہُ ھُمْ٥﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔''ابو ہریرہ سے روایت ہے کہا رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بندے کے ساتھ ہوں (یعنی میری مدد بندے کے

ساتھ ہے) جب تک کہ بندہ مجھ کو یاد کرتا ہے اگر وہ مجھ کو اپنی ذات میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اپنی ذات میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ کو جماعت میں یاد کرے تو میں اس کو جماعت میں یاد کرتا ہوں کہ یہ بہتر ہے ان سے یعنی فرشتوں کی جماعت ہے۔''

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ خدا کو نزدیک سے یاد کرتا ہے تو وہ بھی اس سے زیادہ نزدیک ہو کر یاد کرتا ہے۔ یعنی کے جتنا بندہ خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے خدا اس سے دوگنا چوگنا اپنے بندے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس کا مددگار بن کر بندے کے مشکل کام آسان کر دیتا ہے اس حدیث میں نیک کاموں کی ترغیب ہے جس سے خدا کی قربت حاصل ہوتی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

﴿اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ قَالَ اَنْ تَمُوتَ وَ لِسَانُکَ رَطَبٌ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ﴾ (الترغیب الترھیب)

ترجمہ:۔''حضرت معاذ نے فرمایا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو پسند ہے فرمایا اگر تو مرے اور تیری زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو۔''

یعنی ذکر و اذکار کی اتنی اہمیت ہے کہ یہ عمل خدا کے نزدیک پسندیدہ ترین عمل ہے۔ اس لئے ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں صبح و شام اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اپنے قلب و ذہن کو منور کرنا چاہیے۔ تاکہ ہم اپنے حقیقی مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بھی اپنے ذکر کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں

﴿فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْلِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ۔﴾ (پارہ ۲ رکوع ۲)

''پس تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور کافروں میں سے نہ ہو جاؤ یعنی ناشکری نہ کرو۔''

﴿وَاِذْ تَاذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ

لَشَدِیْدٌo﴾ (پارہ ۱۳ارکوع ۴)

ترجمہ:- ''اور جب پکار دیا تمہارے رب نے کہا اگر تم شکر کرو تو میں تم کو زیادہ دوں گا اور اگر تم نے کفر کیا تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے۔''

﴿عَنْ اَبِی هُرَیْرَةؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ وَ تَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاهُo﴾ (رواہ بخاری)

''حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ میرا ذکر کرے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اور حرکت کریں میرے ساتھ دونوں ہونٹ یعنی اس کے ہونٹ میرے ذکر کے ساتھ حرکت کرتے ہیں۔''

صحابہ کرام نے ایک مرتبہ عرض کی کہ اے اللہ کے رسول مال دار لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کر کے ہم سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ ہمارے پاس مال نہیں کہ ہم خرچ کریں آپ نے فرمایا کہ تم ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ کہو ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہو اللہ تعالیٰ تمہیں مال داروں کے عمل کے برابر اجر و ثواب دے گا۔ مال داروں نے یہ عمل سنا۔ تو پڑھنا شروع کر دیا۔ غرباء نے پھر شکایت کی آپؐ نے فرمایا میں کیا کر سکتا ہوں۔

﴿ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِo ﴾

(پارہ ۲۸ رکوع ۱۱)

''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوئیں تو اس وقت حضور ﷺ کے پاس بہت سے غلام اور لونڈیاں اکٹھی تھیں جو لوگ مال غنیمت میں اپنا حصہ لینے آئے تھے زیادہ ہجوم کی وجہ سے آپ واپس گھر چلی گئیں۔ دوسرے دن

حضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور کہا کہ کل تو واپس کیوں آ گئی تھی۔ حضرت فاطمہ شرمندگی کی وجہ سے چپ کر گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چکی پیستی ہیں ہاتھوں پر چھالے پڑ جاتے ہیں کندھے پر پانی کی مشک اٹھانے کی وجہ سے بہت زیادہ نشان پڑھ گئے ہیں جھاڑو دیتی ہیں جس کی وجہ سے کپڑے میلے ہو جاتے ہیں میں نے اس سے کہا کہ حضور ﷺ کے پاس لونڈیاں اور غلام مال غنیمت کے آئے ہیں تم بھی لے آؤ۔ حضور ﷺ نے فرمایا بیٹی میں تمہیں ایک وظیفہ بتاتا ہوں غلام کا کام بھی دیا کرے گا جب سونے لگو تو ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ میرے اور حضرت علی کے پاس ایک ہی بستر ہے اور وہ بھی ایک کھال ہے جس پر دانہ ڈال کر اونٹ کو کھلاتے ہیں اور رات کو اسی پر سوتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹی صبر کر و حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی بیوی کے پاس بھی ایک ہی بستر تھا۔ اور وہ موسیٰ علیہ السلام کا چغہ تھا جو رات کو نیچے بچھا کر سوتے تھے۔ تو تقویٰ اختیار کر اللہ سے ڈر اور اپنے پروردگار کا فریضہ ادا کرتی رہ تیرے گھر کا کام بخیر و عافیت انجام پا جائے گا۔ اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے راضی ہوں۔ یہ تھی زندگی دونوں جہان کے سردار خاتم الانبیاء حضور ﷺ کی بیٹی کی۔ ابی درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

﴿عَنْ اَبِیْ لدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِیْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِیْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَیْرٌ لَّكُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرَقِ وَخَیْرٌ لَّكُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ قَالُو بَلٰی قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ٥﴾ (احمد و ترمذی و ابن ماجہ)

”حضرت ابی درد آء بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے بیان کیا۔

(۱) کیا میں تم کو بہترین عملوں کے ساتھ خبردار نہ کروں۔ (۲) اور بہت پاکیزہ عملوں کے نزدیک بادشاہ تمہارے کے۔ (۳) اور بہتر واسطے تمہارے خرچ کرنے سونے روپے کے سے۔ (۴) اور بہت بلند عملوں کے بیچ درجوں تمہارے کے۔ (۵) اور بہتر واسطے تمہارے اس سے کہ ملو اپنے دشمنوں سے پھر مارو تم گردنیں ان کی اور وہ ماریں تمہاری گردنیں صحابہ کرام نے یہ سب سن کر فرمایا کہ اب ہمیں خبر کر دیجیے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔''

ایک اور جگہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں:

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهُ فَاِذَا اَحْبَبْتُهُ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَ رِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهُ﴾ (رواہ بخاری)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور نہیں نزدیکی حاصل کی میرے بندے نے میری طرف کسی چیز کے ساتھ جو کہ میرے لئے محبوب ہو اس چیز سے جو کہ میں نے اس پر فرض کیا بندہ میرا کہ نزدیکی ڈھونڈتا ہے طرف میری ساتھ نفلوں کے یہاں تک کہ دوست رکھتا ہوں میں اس کو پس ہوتا ہوں میں شنوائی اس کی اور وہ اس کے ساتھ سنتا ہے اور میں اس کے ساتھ بنیائی کی طرح ہوتا ہوں۔ اور ہاتھ اس کا کہ پکڑتا ہے ساتھ اس کے اور پاؤں اس کا کہ چلتا ہے ساتھ اس کے اور اگر میرا بندہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں اور اگر وہ پناہ پکڑتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔''

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ کثرت عبادت سے مقبول ہوتا ہے تو خدا اس کے دل اور جوارح یعنی آنکھ' کان' پاؤں کا محافظ بن جاتا ہے- اور ان کو گناہوں سے روکتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی حاجت روائی پر اس کے آنکھ' کان' ناک سے بھی زیادہ متوجہ ہو جاتا ہے مطلب یہ ہے- کہ جب محبت الٰہی بندے پر اثر ڈالتی ہے تو بندے کو خدا تعالیٰ کے سوا کسی چیز سے تعلق یا وابستگی نہیں رہتی- اور بغیر رضائے الٰہی کے کوئی آرزو اور تمنا اس کے دل میں داخل نہیں ہوتی- تو کوئی کام جو خدا کی مرضی سے نہ ہو اس سے انجام نہیں پاتا- اور اس کے آنکھ' کان اور پاؤں خدا کے احکامات کے تابع ہو جاتے ہیں- اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ٹھیک طریقے سے بجالانے پر خدا کتنا خوش ہوتا ہے- اور وہ اپنے بندے کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہو جاتا ہے- ایک اور جگہ حدیث میں ارشاد ہوتا ہے-

﴿قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُولُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِذْ ذَكَرْتَنِىْ شَكَرْتَنِىْ وَ اِذْ نَسِيْتَنِىْ كَفَرْتَنِىْ٥﴾ (الترغیب)

ترجمہ:- ''رسول کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم جس وقت تو میرا ذکر کرتا ہے تو گویا تو نے میرا شکر ادا کیا اور جس وقت تو مجھے بھول گیا تو گویا تو نے میری ناشکری کی-''

رسول کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور آپ کی سیرت:-

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ٥﴾ (پارہ ۲۱ رکوع ۱۹)

ترجمہ:- ''تحقیق تمہارے لئے رسول کریم ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے-''

(۱) آسمانی دنیا میں رات کو نورانی ستارے چمکتے ہیں کوئی چھوٹے ہوتے ہیں اور کوئی بڑے اور کچھ ستارے اتنے چھوٹے ہوتے ہس کہ بڑے ستاروں کی موجودگی میں ان کا نظر آنا مشکل ہوتا ہے- لیکن اگر بڑے ستارے غائب ہو جائیں تو لازمی

طور پر ان چھوٹے ستاروں کا نور بھی چمکتا ہوا دکھائی دے گا- کیونکہ اندھیرے میں معمولی سے معمولی نور بھی چمکتا ہے لیکن زیادہ نور والے وجود کے سامنے اس کا نورانی وجود مدہم پڑھ جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ چاند کی چودھویں تاریخ کی رات کو چونکہ چاند اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمکتا ہے اور چھوٹے ستارے اکثر غائب ہو جاتے ہیں- اور چاند کی روشنی میں ان کی چمک بے حقیقت دکھائی دیتی ہے- بڑے ستارے بھی چمکتے ہیں مگر چاند کے سامنے ان کے اندر بھی چمک ودمک باقی نہیں رہتی گویا چاند کے سامنے سب عاجز ہیں-

(۲) رات بھر چاند اپنے نور کا سکا جماتا ہے رات کے اختتام پر سورج کے تشریف لانے کی خبر پاتے ہیں چاند کی روشنی میں فرق پڑھ جاتا ہے- حتیٰ کہ سورج کے طلوع ہونے کے چند لمحے پہلے چاند اپنے چمکنے کا دعویٰ کرنا چھوڑ دیتا ہے اور جب سورج طلوع رہتا ہے تو چاند کا نظر آنا بھی مشکل ہو جاتا ہے حالانکہ سورج کی موجودگی میں ستارے بھی موجود ہوتے ہیں اور چاند بھی لیکن سورج کی روشنی کی وجہ سے وہ نظر نہیں آتے - یعنی سورج کی روشنی اس قدر غالب ہوتی ہے کہ اس کے سامنے چند ستاروں کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی اس لئے سورج کی روشنی میں اگر کوئی بتی جلائے تو لوگ اسے بے وقوف کہتے ہیں-

(۳) اب دیکھئے نظر نہ آنے والے ستاروں سے انکار نہیں ہوسکتا مگر ان کا راج اور رونق چاند نکلنے سے پہلا تھا- جب چاند آ گیا تو ان کی بات ختم ہوئی-

(۴) پھر چاند اپنے مقام پر برحق ہے مگر جب سورج آئے گا تو اس کے سامنے اس کے دلفریب جلوے اور نورانی وجاہت کی چمک خود بخود ختم ہو جائے گی- اور سورج کے سامنے اسے کوئی نورانی درجہ حاصل نہیں ہوگا مگر وجود قمر سے انکار نہیں-

(۵) آسمان میں سورج' چاند' ستاروں کا یہ دن رات کا مشاہدہ ہمیں یہ واضح طور پر سبق دیتا ہے کہ ہر چھوٹا اور بڑا اپنے مقام پر از روئے مقام برحق ہے- مگر از روئے اختیارات وحکومت چھوٹا چھوٹے مقام پر اور بڑا بڑے مقام پر- اعلیٰ کے آنے پر ادنیٰ

اس کا ماتحت ہوگا اور ان اختیارات سے دستبردار ہو جائے گا۔

(۶) یہ تھا کائنات سماوی کا وہ ظاہر نقشہ جسے ہماری آنکھیں دن رات دیکھتی ہیں۔ اب دیکھئے دنیا پر انسان کا حال۔ انسانوں میں کچھ چھوٹے بھی ہیں اور کچھ بڑے بھی چاند بھی ہیں اور سورج بھی۔

(۷) نبی کریم ﷺ نے فرمایا اصحابی کالنجوم میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ستارے بلند ہیں صحابہ بھی بلند ہیں۔ ستارے نور سے چمکتے ہیں صحابہ شریعت کے نور سے چمکتے ہیں۔ ستارے بکثرت ہیں صحابہ بھی بکثرت ہیں۔ ستارے چھوٹے بڑے ہیں صحابہ بھی چھوٹے بڑے ہیں۔ ستاروں سے صحیح راستے کا اندازہ ہوتا ہے صحابہ کی زندگی میں شریعت کا صحیح راستہ دکھائی دیتا ہے۔ ستارے قیامت تک رہیں گے صحابہ کا نام بھی قیامت تک رہے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب ملنا:۔

(۸) چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نبی ہونے کی کوئی دلیل طلب نہیں کی محض دیکھتے ہی دعویٰ نبوت کی تصدیق کر دی۔ اسی لئے آپ کو صدیق کا لقب ملا۔ آپ کو تمام صحابہ میں فضیلت اسی لئے حاصل ہوئی جیسے چاند کو ستاروں میں فضیلت ہے۔

(۹) ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کتنی نیکیاں ہیں آپؐ نے فرمایا آسمان کے ستاروں کے برابر۔ فرمایا میرے ابا جان کی کتنی نیکیاں ہیں۔ یہ پوچھ کر ساتھ ہی کہا کہ حضرت عمر کی نیکیاں تو میرے ابا جان سے بھی زیادہ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ساری عمر کی نیکیاں حضرت ابوبکر کی صرف اس ایک رات کی نیکیوں کے برابر ہیں جو انہوں نے غار ثور میں میرے ساتھ گزاری یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

(۱۰) اس مندرجہ بالا بات سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا درجہ تمام صحابہ میں ایسا ہے جیسا چاند کا تمام ستاروں پر ہے۔ اللہ اکبر۔

(۱۱) اب صحابہ کرام بافرمان نبی کریم ﷺ ستارے ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مثل چاند باقی رہا اور سورج جو صرف نبی کریمؐ کا درجہ ہے بلکہ اس سے بھی برتر۔

(۱۲) یہی وجہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مسجد میں حاضر ہوتے تو کسی کو بھی مسند امامت پر کھڑا ہونے کی مجال نہیں ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ ابوبکر صدیقؓ کی بھی مگر جب نبی کریم ﷺ بوجہ علالت و کمزوری جماعت نہ کرا سکتے تو سوائے صدیق اکبر کے کسی کو بھی مصلی امامت پر کھڑا ہونے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر ستاروں میں چاند بنا کر کھڑا کر دیا۔ مگر شمس شریعت رسول خدا' احمد مجتبےٰ محمد مصطفیٰ سرور کونین کے سامنے ابوبکر صدیقؓ جیسے پروانہ کو بھی دم مارنے کی جرأت نہ تھی۔ بالکل اسی طرح جس طرح بدر منیر کو کوئی ستارہ آنکھ نہیں دکھا سکتا۔

آمدم برسر مطلب:۔

(۱۳) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ برحق ہیں اور اپنے مقام پر صحابی' امام' ولی بھی برحق ہیں۔ مگر اپنے مقام پر ولی کو صحابی پر صحابی کو رسول ﷺ پر ترجیح دینا بالکل ایسا ہی ہے جیسے سورج کے سامنے بتی جلانا۔

حسن نبی:۔

(۱۴) نبی کی ذات ظاہری اور باطنی صفات میں ہمیشہ مخلوق خدا سے زیادہ حسین اور ممتاز ہوتی ہے اس کے ضمن میں چند مثالیں بیان کرنا ضروری ہیں۔ تاکہ حقیقت سے آگہی حاصل ہو پہلے سابقہ انبیآء علیہ السلام کے حسن کی جھلک دیکھیں جو ہمارے نبی ﷺ کی امت ہونے پر اپنی نبوت قربان کر دینے کو تیار تھے۔

حسن موسیٰ علیہ السلام :-

(۱۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو ماں نے دیکھ کر کہا اے موسیٰ کہ اگر تو نے اتنا حسین پیدا ہونا تھا تو پیدا ہی نہ ہوتا اب میں کیا کروں تجھے جلادوں کے ہاتھوں قتل ہوتا دیکھ کر میں کیسے زندہ رہ سکوں گی غائب سے آواز آئی کہ اے ام موسیٰ ڈر نہیں تو لکڑی کا ایک بکس تیار کرا اور اس میں موسیٰ علیہ السلام کو ڈال دے اور اس کو دریا میں ڈال دینا ہم اسے بچالیں گے اور اس کو دشمن کے دل میں بسا دیں گے۔ دشمن ہی اس کی پرورش کرے گا اور پھر اسی سے ہم دشمن کو مروائیں گے۔ ام موسیٰ نے بکس میں بند کر کے دریا کی موجوں کے حوالے کر دیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

(۱۶) نوح علیہ السلام کا ہوشیار اور چالاک بیٹا مگر خدا کا نافرمان تھا۔ جس نے اپنے قوت بازو اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھروسہ کیا۔ مگر طوفان آنے سے دریا کی لہروں نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ جب کہ دوسری طرف یہی دریا کی لہریں موسیٰ علیہ السلام جیسے نابالغ اور شیر خوار بچے کو لوریاں دے رہیں ہیں۔ جیسے پنگھوڑے میں کسی شیر خوار بچے کو لوریاں ملتی ہیں۔

(۱۷) پھر جب فرعون کے سامنے یہ بکس گزرتا ہے تو وہ اس کو کھولتا ہے تو اس کی بیوی مائی آسیہ حسن موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر کہتی ہے کہ اتنا خوبصورت بچہ آپ کی ملکیت ہونا چاہیے تو لاولد ہے تیرا کوئی بچہ نہیں ہے اس کو اپنا جانشین سمجھ کر اپنا بیٹا بنا لے۔ فرعون مان گیا۔

(۱۸) دودھ کے لئے بہت سی دائیاں بلوائی جاتیں ہیں مگر موسیٰ علیہ السلام کسی کا دودھ نہیں پیتے چنانچہ ام موسیٰ آتی ہیں روزانہ دودھ پلاتی ہیں اور چلی جاتی ہیں۔ پھر ان کو کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے گھر پر رکھ کر اس کی پرورش کرو وظیفہ وہیں مل جایا کرے گا۔ یوں حسن نبوت نے اس کے دل میں گھر کر لیا جو قتل کرنے کے در پے

تھا- اور اس طرح بخیر و عافیت آپ کی پرورش ہوئی-

حسن یوسف علیہ السلام:-

(۱۹) حضرت یوسف علیہ السلام بچپن میں بھی اتنے خوبصورت تھے کہ باپ یعقوب علیہ السلام اپنے سارے بیٹوں کی نسبت آپ سے زیادہ پیار کرتے تھے- جس کی وجہ سے تمام بھائی باپ کے اس طرز عمل کی وجہ سے آپ سے حسد کرنے لگے- اور آپ کے قتل کرنے کی تجویز بنا کر باپ سے اجازت مانگی کہ اسے ہمارے ساتھ جنگل میں جانے دیں- باپ نے کہا کہ کہیں اس کو کوئی بھیڑیا نہ کھا جائے- بھائی کہنے لگے ہمارے ہوتے ہوئے ایسے نہیں ہوسکتا- حضرت یعقوب علیہ السلام مان گئے اور یوسف علیہ السلام کو اجازت دے دی مگر کن بھائیوں کے ساتھ-

(۲۰) یہاں غور کا مقام ہے مسئلہ غائب حل ہو رہا ہے- کہ نبی نبا سے ہے اور نبا کا معنی غیب کو خبر دینا ہے نبا ہے تو نبی ہے نبا نہیں تو نبی بھی نہیں نبی نہیں تو رسول بھی نہیں- یہ نہیں تو وہ نہیں وہ نہیں تو یہ نہیں اس طرح منطق کی مشین چلا کر کم علم لوگوں کو اندھیرے میں رکھ کر ان کے عقیدوں کو اپنے ڈھب پر ڈھالنے کی کوشش کی جاتی ہے- لفظ نبا کا معنی قرآن مجید سے پوچھئے سورۃ نمل تَفَقَّدَ الطَّيْرَ ایک پرندہ اڑ گیا حضرت سلیمان علیہ السلام فرمانے لگے کہ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْ هُدَ کہ مجھے کیا ہو گیا کہ مجھے ہد ہد نظر نہیں آتا- یہاں لفظ مَالِيَ کی سمجھ آ جائے تو مسئلہ سارا حل ہو جاتا ہے- مگر جہاں مسئلہ مال لیا کا مدنظر ہو وہاں مَالِيَ کی وضاحت کون کرے اور کیسے ہو- پنجابی میں اس کا معنی کچھ یوں ہے-

مینوں کی ہو گیا اے مینوں ہد ہد نظر نہیں آوندا اے
مینوں ای کچھ ہو گیا یا سچ مچ او ہی غائب ہو گیا اے

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ہد ہد کا واقعہ:-

(۲۱) ذرا انصاف کرو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے پیارے نبی ہو کر پوچھتے

ہیں کہ ہد ہد کہاں گیا اور آگے فرماتے ہیں کہ میں ضرور اس کو سخت عذاب کروں گا یا اس کو ذبح کروں گا۔ یا پھر وہ اپنے غائب ہونے کی کوئی معقول وجہ بیان کرے گا۔ اور اگر کوئی معقول سبب نہ ہوا تو میں اس کو ضرور سزا دوں گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر نبی کو ہد ہد کی خبر تھی تو یہ باتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یا پھر سب کچھ جانتے ہوئے یہ ڈرامہ کھیلا گیا نعوذ باللہ من ذالک۔

(۲۲) پھر تھوڑی دیر بعد ایک پرند آیا اور بیان کیا کہ میرے پاس ایک حقیقی خبر ہے آپ کو علم نہیں باوجود یہ کہ آپ نبی ہیں۔ میرے پاس نبا یعنی خبر ہے حالانکہ میں نبی نہیں ہوں لیکن آپ نبی ہیں اور آپ کے پاس نبا یعنی خبر نہیں۔ نبا حکومت بلقیس کی ہے' اس پر بس نہیں برائے تصدیق مزید حکم دیتے ہیں۔ کہ ابھی دیکھتا ہوں کہ تو سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ اِذْهَبْ بِكِتَابِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ○ قَالَتْ يَا اَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيْمٌ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ○ میری چھٹی لے جا میں دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حکومت بلقیس اور اس کے عرش عظیم اور ان کے شرک کو نبا یعنی خبر کہا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کی خبر نہ تھی حالانکہ وہ نبی تھے۔

(۲۳) ذرا انصاف سے بتایئے کہ اللہ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کو لے جانے کی اجازت دے دیتے ہیں تو کیا وہ بھائیوں کی تجویز اُقْتُلُوْا يُوْسُفَ سے واقف تھے؟ کیا ان کے قتل سے جو انھوں نے کر دیا واقف تھے؟ کیا ان کو معلوم تھا کہ میرا یوسف فلاں کنواں میں موجود ہے؟ کیا وہ نبی نہیں تھے؟ اگر نبی تھے تو یوسف کی نبا سے باخبر کیوں نہیں تھے۔ اور پھر کیوں رو رو کر آنکھوں کا نور ضائع کر لیا؟ اگر خبر ہوتے ہوئے بھی یہ سارا کچھ ہوا تو کیا یہ سارا ماجرا یہ خدا کا کلام محض ایک ڈرامہ تھا نہیں بلکہ یہ ڈرامہ یا افسانہ نہیں تھا۔ بلکہ یہ خدا کا کلام تھا۔ یہ ساری صورت حال نبی کو ہی اصل حقائق سے ناواقف رہتے ہوئے ہوتی ہے۔

(۲۴) حسن یوسف کی بات تھی- حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں سے نکل کر شاہی خاندان مصر کے غلام بنے- شاہ مصر کی بیوی آپ کے حسن کی تاب نہ لاسکی- اور عام عورتوں کے سامنے بدنام ہوگئی- اور پھر سہلیوں کو کہنے لگی کہ تم جس کے متعلق مجھے طعنہ ملامت کرتی ہو آج تمہیں وہ ہستی دکھاؤں گی- ان سب کی دعوت کی اور پھل آگے رکھ کر چھریاں کاٹنے ہاتھوں میں پکڑا دیئے اور پھر یوسف علیہ السلام کو سامنے سے گزارا- حسن یوسف کا نظارا دیکھ کر عورتوں کے حواس قائم نہ رہے- اور پھلوں کی بجائے اپنے ہی ہاتھ کاٹ ڈالے- حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھ کر بے ساختہ کہنے لگیں- مَا هٰذَا بَشَرًا إِنْ هٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ- یہ کوئی بشر نہیں بلکہ عزت والا بادشاہ ہے- سچ پوچھیں تو نبی دیکھنے کے بعد غیر کی تو کیا اپنی خبر نہیں رہتی- اور نبی کا فرمان مل جانے کے بعد غیر کے کلام کی طرف رغبت نہیں ہوسکتی- ہر مقام نبوت اور ہر کلام نبوت دیکھنے والی نظر بھی ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی- اور ہو بھی کیونکر؟ کسی نے کیا خوب کہا- باادب بانصیب بے ادب بے نصیب- بعد ازاں شاہ مصر کی بیوی حضرت یوسف کو کوٹھریوں میں لے جا کر تالے لگا دیئے اور کہنے لگی کہ اے یوسف اب کوئی نہیں دیکھتا میری بات مان لے ورنہ تجھے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور کہنے لگی- یوسف علیہ السلام پکارنے لگے کہ یا اللہ مجھے بچا میں بھاگوں تو کدھر جاؤں- غائب سے آواز آئی کہ اے یوسف دروازوں کی طرف بھاگنا تیرا کام اور تالے کھولنا میرا کام-

(۲۵) چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام بھاگنے لگے- اور دروازے کھلتے چلے گئے- اس عورت یعنی زلیخا نے پیچھے سے قمیض پکڑنے کی کوشش کی مگر قمیض پھٹ گئی یہ ہے نبی کا باطنی حسن دروازے پر عزیز مصر سے سامنا ہوا- اب عورت نے اپنا مکر کھیلا اور آپ کو مجرم بنا دیا- اب صفائی پیش کرنے کے لئے گواہ کوئی نہیں- مگر حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے خدا نے گواہ بھی ایسا پیدا کیا جس کی گواہی کو کوئی رد نہیں کرسکتا تھا- شیر خوار بچہ جو موقع پر حاضر تھا- خدا کے حکم سے بول اٹھا- کیونکہ حضرت یوسف علیہ

السلام اس نبا سے باخبر نہ تھے-اس لئے یہ گواہ پیدا کیا- بچے نے گواہی دی کہ اگر قمیض آگے سے پھٹی ہے تو یوسف علیہ السلام جھوٹے ہیں اور اگر پیچھے سے پھٹی ہے تو زلیخا جھوٹی ہے-سو یوسف علیہ السلام حقیقت میں اور بمطابق گواہی سچے ثابت ہوئے لیکن پھر بھی بادشاہ وقت نے اپنی عزت وناموس کی خاطر آپ کو جیل خانے میں قید کر دیا-

(۲۶) حضرت یوسف علیہ السلام نے قید کی حالت میں بھی دوسرے قیدیوں کو توحید سکھائی آپ خوابوں کی تعبیر بیان کیا کرتے تھے- دو قیدیوں کو تعبیر بتائی ایک بمطابق تعبیر پھانسی پر لٹکا اور دوسرا باعزت رہائی ہوئی- ایک دن شاہ مصر نے خواب دیکھا پوچھنے پر کوئی جواب نہ دے سکا-تو سابقہ قیدی کو یوسف علیہ السلام کی بات یاد آئی اس نے کہا کہ مجھے بھیجو میں پوچھ کر بتاتا ہوں-

(۲۷) یوسف علیہ السلام کی خوش خلقی اور نرم دلی ملاحظہ فرمائیں کہ پوچھنے والے سے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے جو پیغام تمہیں دیا تھا وہ شاہ مصر کو دیا ہے یا نہیں- بلکہ بلا تامل فرمایا کہ تعبیر یہ ہے-اس کے بعد عزیز مصر نے آپ کی قابلیت سے متاثر ہو کر آپ کو قید خانے سے باہر نکلنے کا حکم صادر کیا مگر آپ نے فرمایا کہ پہلے اپنے ہاتھوں کو کاٹنے والی عورتوں کا حال ظاہر کرو- میری پاک دامنی میں جو بدگمانیاں ہیں وہ عملی طور پر دور کرو پھر میں قید خانے سے باہر نکلوں گا ورنہ نہیں- کیونکہ یہ نبوت کی شان کے خلاف ہے-

(۲۸) پھر ماھٰذَا بَشَرًا کہنے والیوں نے اور عزیز مصر کی بیوی نے گواہی دی کہ حضرت یوسف علیہ السلام سچے ہیں-حسن یوسف کی زیادتی کی وجہ سے انھوں نے آپ کو بشر ماننے سے یہ انکار کر دیا- گویا ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اتنا حسین وجمیل بشر نہیں ہوسکتا- یہ تو کوئی نوری فرشتہ ہے- اسی طرح محمد مصطفیٰ ﷺ کے ظاہر باطنی حسن کو دیکھ کر مسلمان عقیدۃً یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ ایسی صفات کریم کا مالک بشری مخلوق نہیں ہوسکتا-

انبیاء علیہم السلام کی شان:-

(۲۹) آیئے اس مغالطے کو دور کرنے کے لئے قرآن مجید سے دریافت کرتے ہیں-

کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کس مخلوق کو حسن کی فضیلت زیادہ بخشتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ○ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ○ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ○ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ○ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ○ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ○ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ○ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ○﴾

ترجمہ:۔ ''قسم ہے انجیر کے درخت کی اور زیتون کے درخت کی اور طور سینین کی اور اس شہر امن والے کی (یعنی مکہ معظّمہ کی) اور تحقیق ہم نے انسان کو خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے۔ (پھر ان میں سے جو بوڑھا ہو جاتا ہے) ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر کر دیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے تو ان کے لئے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔ پھر کون سی چیز تجھ کو قیامت کے بارے میں منکر بنا رہی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے۔''

یہ مندرجہ بالا چار قسمیں کھا کر پروردگار عالم فرماتے ہیں۔ کہ میں نے انسان کو بشر جیسے حسین ترین نقشہ میں پیدا کیا۔ اس امر کی اہمیت کا اندازہ کریں جس کی سچائی کی خاطر اللہ تعالیٰ چار قسمیں کھاتے ہیں۔ تو میری مخلوق کو بشری مخلوق سے بہتر سمجھنے والے اپنے عقیدوں کی خبر لیں اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے راہ ہدایت سے بھٹک جانے والوں اور واضح حقیقت کو جھٹلانے والوں کے لئے آخر میں فرمایا کہ ایسے لوگوں کو ذلیل ترین مجرم قرار دیا جاتا ہے۔

(۳۰) اور پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام قحط کا انتظام سنبھالنے کے لئے مقرر ہوئے غلہ کی تقسیم کے موقع پر اُقْتُلُوا یُوسُفَ کہنے والے بھائی اب دست بستہ عرض کر رہے ہیں۔ کہ ہم کنعان سے آئے ہیں۔ براہ کرم ہمیں بھی غلہ دو۔ یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ تم نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا کیا تھا؟

(۳۱) معلوم ہے کہ یہ کون سے بھائی تھے- اُقْتُلُوا یُوسُفَ کہنے والے بھائی تھے- کنوئیں میں ڈالنے والے بناوٹی رونا رونے والے- حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینک کر جب واپسی کا ارادہ کیا- تو باپ کو اپنی بے بسی کا نقشہ دکھانے کے لئے حضرت یوسف کی قمیض کو خون سے رنگ دیا- اور گھر کے قریب پہنچ کر رونا شروع کر دیا آج کل کے بناوٹی رونے کی طرح- اگر آج کل کوئی فوت ہو جائے تو عورتیں سارا راستہ ہنسی وخوشی طے کرتیں ہیں- مگر گھر کے قریب پہنچ کر رونا شروع کر دیتیں ہیں- بعض دفعہ تو ایسا ہوتا ہے کہ مرحوم کی والدہ کسی کام کے لیے باہر گئی ہوتیں ہیں اور یہ بیٹھ کر انتظار کرتیں ہیں- کہ کب وہ آئے اور کب اس کے گلے لگ کے رویا جائے-

(۳۲) وائے افسوس مکاری کے رونے پر' گیارہ مہینے تو عیش وعشرت کی گزاریں اور انتظار کریں کہ کب ماتم کا مہینہ آئے اور وہ رونا شروع کریں-

(۳۳) یاد رکھیئے اصلی رونا وقت کا پابند نہیں اور نہ ہی اس میں دکھلاوے کے بین وغیرہ ہوتے ہیں- جب حضور ﷺ اپنے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرماتے ہیں کہ اے ابراہیم تیری وفات نے اور تیری جدائی نے ہمیں غم میں ڈال دیا ہے یہ کہہ کر فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ- یہ پڑھ کر فرمایا کہ ہم منہ سے ایسا کلمہ نہیں نکالتے جو ہمارے رب کو ناپسند ہو- یہ ہے اصلی رونا- کیا ساتے چالیے والے بتا سکتے ہیں کہ سرور دو عالم نے بھی یہ رسمیں کی ہیں- بلکہ حضور ﷺ نے تین دن سے زائد افسوس کو حرام قرار دیا ہے- اور بیوہ کے لئے چار ماہ دس دن-

(۳۴) یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کا رونا دھونا سن کر آہ و پکار میں نہیں لگ گئے بلکہ کہا فَصَبْرٌ جَمِیلٌ وَ اللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَاتَصِفُوْنَ- میرا تو صبر ہے اس پر جو کچھ تم نے کیا تم جو چاہو کرو- جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کا خون آلود قمیص یعقوب علیہ السلام کو دکھایا گیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں- کہ اے یوسف کے جعل ساز بھائیو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ بھیڑیے نے یوسف کو پھاڑ کھانے سے

پہلے یوسف کی قمیص بڑی احتیاط سے اتاری ہے- اسی سے تمہارے مکر کا اندازہ ہوتا ہے- جو کہ چھپانے سے بھی نہ چھپ سکا-

حضرت یعقوب علیہ السلام کا عزرائیل سے پوچھنا:-

(۳۵) ایک مرتبہ حضرت عزرائیل علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام پوچھنے لگے کہ اے عزرائیل میرے یوسف کی خبر دو کہ کیا آپ نے اس کو یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو جام اجل پلا دیا ہے یا نہیں- حضرت عزرائیل بولے نہیں حضرت یوسف علیہ السلام خوش وخرم اور حیات ہیں- یعقوب علیہ السلام دریافت کرتے ہیں کہ کہا ہیں اللہ اکبر یعقوب علیہ السلام کو معلوم نہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کدھر ہیں- امت کہتی ہے نبی کو غیب نہ ہو تو وہ نبی نہیں ہوسکتا اگر کہیں کہ بھائی نبی کو غیب نہیں تو کہتے ہیں کہ وہابی گستاخ ہے-

(۳۶) دیکھئے ہد ہد کہتا ہے کہ اے نبی میرے پاس خبر ہے جو آپ کو معلوم نہیں- تو اس کا مطلب ہے کہ ہد ہد بھی وہابی تھا- پھر چیونٹی اپنی قوم کو کہتی ہے کہ حضرت سلیمان اور ان کا لشکر آ رہا ہے- تم اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ ورنہ وہ تمہیں کچل ڈالیں گے- کیونکہ انہیں خبر نہیں ہے کہ اس راستے پر چونٹیاں بھی رہتی ہیں- اس لئے ان کا مواخذہ بھی بوجہ لاعلمی نہیں ہوسکتا- چیونٹی قائل ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام غیب نہیں جانتے- تو اس کا مطلب ہے کہ چیونٹی بھی وہابی ہوئی-

(۳۷) قیامت کے دن حوض کوثر پر آئے ہوئے لوگوں کو فرشتے کہیں گے کہ آپ ادھر ہی رک جائیں- تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ تو مجھے اپنے امتی معلوم ہوتے ہیں- ان کو آنے دو- تو فرشتے عرض کریں گے- یَا رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنکَ لَاتَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوا بَعْدِکَ- آپ کے بعد جو انھوں نے نئی نئی بدعتیں جاری کیں وہ آپ کو معلوم نہیں- لہٰذا فرشتے بھی وہابی ہوئے- سچ کہتے ہیں یہ (بریلوی بھائی) کیونکہ درحقیقت نام وھاب ہے اللہ کا جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا

ہے- اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابَ- ترجمہ:- بے شک تو ہی بخشنے والا ہے تو ہی دینے والا ہے تو ہی داتا ہے- وھاب خدا کا صفاتی نام ہے- جو لوگ اسی کو وھاب اپنا حاجت روا مشکل کشا اور اپنا کارساز سمجھتے ہیں- اس کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکتے - اور مدد بھی اسی سے مانگتے ہیں- ایسے لوگوں کو رب العالمین کے صفاتی نام وھاب کی نسبت کر کے وھابی کہتے ہیں وھاب کسی مخلوق کا نام نہیں ہے-

(۳۸) یہاں ایک بات اور خاص طور پر سمجھنے کے قابل ہے- وہ یہ ہے کہ معاندانہ انداز میں جو لوگ شیخ عبدالوھاب کے نام کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کے ہم مذہب لوگوں کو وہابی کا نام دیتے ہیں اور اس طرح ہم کو ان کے مقلد ظاہر کرنے کی کوشش میں ناکام رہتے ہیں- افسوس ہے ہر علمیت پر کہ ایک طرف تو ہمیں غیر مقلد کہتے ہیں- جس کی ہم بڑے فخر سے تائید کرتے ہیں- کہ ہم واقعی غیر مقلد ہیں اور شخصی تقلید کے خلاف ہیں-

دوسری طرف یہی لوگ شیخ عبدالوھاب رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی طرف کرتے ہیں- یعنی ایک تو اپنے ہی قول غیر مقلد کے برخلاف ہمیں مقلد ظاہر کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں- اور دوسرے اپنی کم علمی کا ثبوت دیتے ہیں- اور دوسری طرف اس نام وہابی پر یہ لوگ نادانستہ طور پر ہماری افضیلت اور ہمارے مواحدانہ عقائد کے قائل ہوتے ہیں- اس طرح اپنی علمی قابلیت اور عقل کا دیوالیہ نکال رہے ہیں- جیسے یہ کہتے ہیں-

رب وھاب تے نبی وہابی تے امت کل وہابی
تعصب پاروں سوچن ناہیں وڈی ضد خرابی'
تیرے سوا کوئی وھاب نہیں نہ ہی کوئی داتا اے
اور نہ ہی کوئی مرادیں پوری کرنے والا وغیرہ وغیرہ

حالانکہ خود پڑھتے ہیں اور بڑے شوق سے پڑھتے ہیں-

﴿اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ٥﴾

"بے شک تو ہی وھاب ہے۔"

یعنی کہ ہر لحاظ سے یہ مانتے ہیں۔

متوکل اور غیر متوکل کا فرق اور نتائج:۔

(۳۹) مثال کے طور پر کلّے پر بندھے ہوئے حیوان کو دیکھو۔ زبان حال سے پکار پکار کر کہتا ہے۔ کہ مجھے اپنے مالک کے در سے ہی چارہ ملے گا۔ اس کا مالک بھی اس کی بے چارگی سے واقف ہے۔ کہ یہ میرے سوا کسی اور کے در پر نہیں جائے گا۔ میرے بغیر اس کا کوئی دوسرا سہارا نہیں ہے۔ تو اگر حیوان بھوکا ہے تو اس کو کھانا کھلائے گا اور اگر پیاسا ہے تو پانی بھی پلائے گا۔ پھر خود چین سے کھائے گا ورنہ اسے بھی چین نہیں آئے گا۔

(۴۰) اسی طرح جو بیوی اپنے خاوند کے ساتھ جو پھٹا پرانا اور روکھا سوکھا ہو وہ کھائے اس پر خوشی سے قناعت کرے خاوند کی غیر حاضری میں اپنی عصمت اور گھر بار کی حفاظت کرے۔ تو خاوند بھی اپنی نیک سیرت بیوی پر اپنا دل و جان قربان کر دے گا۔ کہ اس خاوند کے ساتھ سچا عقیدہ یہی ہوتا ہے کہ میں تیری ہی ہوں۔ اور اگر اس کے برعکس جو بیوی دوسرں پر نظر رکھے۔ تو اس کی اس خصلت سے خاوند بھی مطلع ہو جاتا ہے۔ وہ بھی یہی کرتا ہے کہ جا پھر میرے گھر رہنے کا تجھے کوئی حق نہیں اور تو نے وہ عہد توڑا ہے جو بذریعہ نکاح کیا تھا اس لئے اب تو میری نہیں رہی اور میں تیرا نہیں رہا۔

(۴۱) غور کا مقام ہے کہ انسان اپنی بے وفا اور دوسروں پر نظر رکھنے والی بیوی کو غیرت کے تقاضے میں گھر سے باہر نکال دیتا ہے۔ اور ہم جو روزانہ پانچ وقت نماز میں اپنے رب سے وعدہ کرتے ہیں۔ اِیَّاکَ نَعبُدُ وَاِیَّاکَ نَستَعِینُ۔ خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ یہ نماز میں کئی دفعہ پڑھ کر پھر ہم غیر اللہ کے وظیفہ جات بھی کریں۔ نذریں نیازیں بھی دیں اور یہ بھی کہیں یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً لِلّٰہ۔ اور پڑھتے ہیں۔

سگ دربار میراں شوچوں خواہی قرب ربانی
کہ بر شیداں فضل وارد سگ دربار جیلانی؟

وَغَیرَ ذَالِکَ مِنَ الْخُرَفَاتِ - ایسی صورت حال میں اپنے رب کے سوا دوسروں سے بھی مدد مانگتے ہیں یعنی ہمارا حال اس بے وفا بیوی کی طرح ہے- جو اپنے خاوند کو کہتی ہے کہ میں تیری بھی ہوں اور دوسروں کی بھی- صد افسوس کہ غیر اللہ سے امداد مانگنے والے خدا کے سامنے کہتے ہیں امداد کن' امداد کن' از بندگان آزاد کن در دین ودنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادرا- کیا پھر ایسی صورت میں خدا کی غیرت اس بے وفا بیوی کے خاوند کی طرح ہمیں اپنے دربار سے نکالے گی نہیں؟ کیوں نہیں ضرور نکالے گی- ہماری دورنگی خدا تعالیٰ کو ہرگز برداشت نہیں کرتا-

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
یکا یک موم ہو جا یا سنگ ہو جا

اس کا تو قانون ہے-اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیمٌ- بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے- بھلا جب آدمی اپنی بیوی میں شریک برداشت نہیں کرتا تو خدا کیوں کرے گا-

(۴۲) جب انسان غیر اللہ سے منہ موڑ کر صرف اللہ کا ہی ہو جاتا ہے- تو پانی' آگ' ہوا سب کے مطیع ہو جاتے ہیں- دنیا کی ہر چیز پر اس کی حکومت ہوتی ہے- اللہ کے ہونے کا خدا خود فرماتے ہیں- کہ میرے بھیجے ہوئے رسول کی پیروی کرو میں تمہارا ہو جاؤں گا- جیسے کوئی شاعر کہتا ہے-

ہر اک موتی کی قیمت گھٹ گئی بازار عالم میں
مقابل ان کے جب در یتیم آیا
کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں'
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں'

اس ضمن میں مثال دی جاتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک علاقہ فتح

کیا وہاں کے لوگ ہر سال دریا میں ایک کنواری لڑکی پھینکتے تو دریا میں پانی بھر کر چلتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا۔ تو دریا کا پانی گھٹ کر رہ گیا۔ بذریعہ چٹھی حضرت عمر کی طرف سے دریا کو حکم ہوتا ہے۔ اگر تو اپنی مرضی سے چلتا ہے بند ہو جا۔ اور اگر خدا کی مرضی سے چلتا ہے تو بھر کر جاری ہو جا۔ چٹھی ملتے ہی دریا بھر کر چلنے لگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ:۔

(۴۳) جو خدا کے نبی تھے جب ان کو آگ میں ڈالا جانے لگا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آگ کو بجھا دوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ کیا تو اپنے پاس سے کہہ رہا ہے۔ یا تجھے خدا نے حکم دیا ہے۔ حضرت جبرائیل نے کہا کہ نہیں بلکہ میں خود کہہ رہا ہوں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح میکائیل اور دوسرے بڑے فرشتوں کی امداد یہ کہہ کرنا منظور کر دی۔ کہ خدا خود دیکھ رہا ہے مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا۔ قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ ط۔ کہ اے آگ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ نبی ہو کر انھوں نے غیر اللہ کی امداد منظور نہیں کی۔

(۴۴) بات دور نکل گئی حسن یوسف کی بات تھی بھائیوں نے پوچھا کہ تم نے اپنے بھائی یوسف کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ بھائی کہنے لگے۔ اَنْتَ یُوْسُفُ۔ ترجمہ:۔ کیا تو یوسف ہے۔ فرمانے لگے۔ اَنَا یُوْسُفُ وَھٰذَا اَخِیْ۔ میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی بنیامین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے صبر کا بدلہ دیا خداوند تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے محتاج اور خوفزدہ بھائیوں کی تسلی کے لئے فرماتے ہیں۔ لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ۔ ترجمہ:۔ آج تم سے کوئی مواخذہ پکڑ دھکڑ نہیں اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے۔ جب بھائی جانے لگے تو حضرت یوسف علیہ

السلام نے بھائیوں سے باپ کا حال پوچھا- اور فرمایا کہ میری قمیض لے جاؤ- اور میرے والد کے چہرہ اقدس پر ڈال دینا- اللہ تعالیٰ کے حکم سے آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گیں- چنانچہ جب بھائی گھر واپس آئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے- چنانچہ بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر قمیض کو ڈالا تو بصارت عود کر آئی اور ہر چیز نظر آنے لگی- یہ تھے حسن نبی کے جلوے جن کے جسم کی خوشبو قمیض کے ذریعے سینکڑوں میل دور جا کر نابینا باپ کی آنکھوں کا نور بن جاتی ہے- آپ کے حسن کو اس عورت کی سہلیوں نے دیکھا- حواس کھو بیٹھیں کھانا بھول گئیں لیکن آج کا دور ذرا مختلف ہے آج کل عیدوں' شبراتوں' گیارھویوں کے جمعراتی ٹھکیداروں کو کھانا نظر آ جائے تو ان کو نبی بھی بھول جاتے ہیں- یہ خود ساختہ عیدیں لوگوں نے بنا رکھی ہیں- گویا دوسری عیدوں کی ان کے نزدیک کوئی وقعت ہی نہیں- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضورؐ عید کب ہو گی- فرمایا ہماری آج بھی عید ہے کل بھی عید تھی- گناہوں سے محفوظ رہ گئے تو ہماری ہمیشہ ہی عید ہے عید اس کی ہوتی ہے جس کی بخشش ہو جائے-

لَيۡسَ الۡعِيۡدُ لِمَنۡ لَبِسَ الۡجَدِيۡدُ

اِنَّما الۡعِيۡدُ لِمَنۡ خَافَ الۡوَعِيۡدَ

ترجمہ:- ''اس آدمی کی عید نہیں جو نیا لباس پہنے- بلکہ عید اس آدمی کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈر جائے-''

(۴۵) ہاں حسن نبی دیکھ کر ان کے حواس گم ہو گئے دنیا و مافیہا کی ہوش نہ رہی- خدا کی قسم' اگر ہمیں نبی کا حسن اور نبی کے فرمان کا حسن دیکھنے سمجھنے کی بصارت نصیب ہو جائے تو غیر کی طرف دھیان ہو ہی نہیں سکتا- اور جہاں امام الانبیاء فخر الرسل خاتم النبیین سرور کائنات حبیب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات ہوں جن کی تعمیل میں جبرائیل امین دست بدستہ کھڑے رہیں جن کی رضائے اظہار پر نماز ہی میں قبلہ بدل جائے- وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى جن کے اصول گفتگو کا معیار ہی ان کے ارشادات پر

غیر کے کلام کو ترجیح دینا نعوذ باللہ۔ توہین نبی ہی نہیں بلکہ خدا کے انتخاب خاص کا مذاق اڑانا ہے۔ ہاں ہاں یہ بات میں نے اپنی طرف سے بنا کر نہیں کہی۔ قانون الٰہی ملاحظہ ہو۔

﴿فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤمِنُونَ حَتّٰی یُحَکِّمُوکَ فِیمَا شَجَرَ بَینَھُم ثُمَّ لَا یَجِدُوا فِی اَنفُسِھِم حَرَجًا مِمَّا قَضَیتَ وَیُسَلِّمُوا تَسلِیمًا﴾

(پارہ ۵ رکوع ۶)

ترجمہ:۔ ’’تیرے رب کی قسم یہ لوگ ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک کہ تجھے اپنے متنازعہ فی مسئلہ میں اپنا جج اور منصف نہ مقرر کریں پھر جب آپ فیصلہ فرما دیں تو سر خم تسلیم کرتے اپنے دلوں میں تنگی بھی نہ پائیں۔‘‘

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

(ا) کسی مولوی عالم شریعت عابد و زاہد پیر و مرشد کے کلام پر برائے تحقیق و اطمینان قلب جرح کرنے سے کوئی مسلمان خارج از اسلام نہیں ہو سکتا۔

(ب) کسی ولی اور امام کے قول کو چھوڑ دینے سے کسی کا ایمان خارج نہیں ہوتا۔

(ج) کسی صحابی حتی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرمان پر عمل نہ کرنے والے کو کوئی بے ایمان کافر نہیں کہہ سکتا۔ مگر خدا اور رسول کی ایسی دو ہستیاں ہیں۔ جن کے کلام کو کسی کے قول پر یا اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنا یا پرکھنے کا عقیدہ رکھنا بلا شبہ ظاہر کفر ہے۔ اور ایسا شخص کافر بے ایمان مرتد اور خارج از اسلام ہے۔

ثعلبہ صحابی کا زکوٰۃ دینے سے انکار کرنا:۔

(۴۶) عمال رسول ﷺ زکوٰۃ لینے جاتے ہیں تو ثعلبہ کمزور ترین جانور زکوٰۃ میں پیش کرتا ہے عمال کہتے ہیں کہ ہم زکوٰۃ میں کمزور نہیں بلکہ درمیانے درجے کا مال لیں گے۔ ثعلبہ صحابی نے کہا کہ تم جاؤ میں خود حضور ﷺ کی خدمت میں زکوٰۃ دے آؤں گا۔ عمال

واپس چلے گئے ثعلبہ کے زکوۃ کا مال لے کر پہنچنے سے پہلے وحی آ گئی چونکہ آپ کے بھیجے ہوئے عمال کو زکوۃ نہیں دی- اس لئے وہ مرتد ہو گیا ہے- اس پر کفر کی مہر لگ گئی ہے- زکوۃ قبول نہ کرنا- بعد ازاں کسی خلیفہ نے اس کی زکوۃ قبول نہیں کی-

دیکھئے ثعلبہ اسلام کے تمام اصولوں پر کار بند ہے صوم و صلوۃ کا پابند ہے- حاجی اور صحابی رسول ہے- پھر مرتد اور کافر ہونے کی کیا وجہ ہے- صرف اتنی سی بات کہ رسول خدا کے حکم پر اپنی عقل کو ترجیح دی- زبان سے انکار نہیں کیا- بس اتنی بات پر آسمان سے وحی آ گئی- کہ اللہ تعالیٰ نے ثعلبہ کی زکوۃ لینے سے انکار کر دیا- اسلامی بیت المال میں اس کا مال ہرگز شامل ہونے کے قابل نہیں رہا- اذان کے بعد کلمہ پڑھ کر نماز کو عملی طور پر ادا نہ کرنے والوں سن لو کہ ثعلبہ صحابی اور حاجی ہی نہیں بلکہ یہ صحابی رسول ﷺ کے سامنے بیٹھ کر فیض حاصل کرنے والا صحابی ہے' اور تم صرف نبی کے امتی ہونے کا دعویٰ اور رٹ لگا کر اپنے آپ کو شفاعت رسول کے حق دار سمجھنے میں غلطی کر رہے ہو یاد رکھو یہ شیطان کا دھوکا ہے- فرمان باری تعالیٰ ہے-

﴿یَا اَیُّهَا الاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الکَرِیْمِ-﴾ (پارہ ۳۰ رکوع ۷)

ترجمہ:- ''اے انسان تیرے رب کریم کے ساتھ کس چیز نے تجھے دھوکے میں ڈالا ہے-''

یاد رکھو صرف نبی کی ذات ہی ایسی ہے جس کے حکم کو بلا چون و چرا اور بلا دلیل مان لیا جائے گا- خدا اور رسول کا فرمان ہی خود حجت اور کسوٹی ہے- ان کے سوا کسی کا کلام حجت نہیں ہوسکتا-

(۴۷) حضور ﷺ کے متعلق کج فہم لوگ اعتراض کرتے ہیں- کہ سابقہ نبی خاص خاص علاقہ میں اور بعض وقت ایک سے زائد دو دو تین تین نبی آتے رہے- اور بوقت ضرورت نئے نبی بھی مبعوث ہوتے رہے- یہ آخری نبی ﷺ کیسے نبی ہیں- جو تمام دنیا کے لئے اکیلے اور قیامت تک کے لئے کافی سمجھے گئے کیونکہ ہر زمانے میں حالات بدلتے رہتے ہیں- اس لئے آئندہ صدیوں کے پیچیدہ حالات و مسائل گذشتہ سادہ

زندگی کی ترجمان شریعت عمل کرنے کے لئے کافی ہوسکتی ہے۔عقل نہیں مانتی کہ چودہ سو سال پرانی کتاب میں موجودہ مسائل کا حل مل سکے؟ اس لئے نئے آئین کی لازمی طور پر ضرورت ہے؟ جواب۔ دیکھئے حضرت یوسف علیہ السلام محدود شریعت کے نبی تھے۔ بچپن ہی سے والدین اور عزیز و اقارب سے جدا ہو کر کنوئیں میں گئے۔ پھر فروخت ہو کر غلام بنے کوئی استاد نہیں ملا اور نہ ہی تعلیم و تربیت کا ماحول نصیب ہوا' آپ نے پھر بھی خدمت آقا میں کوئی فرق نہیں دکھایا۔ بوجہ الزام قید ہوئے قید میں تعلیم لیتے نہیں تھے بلکہ لوگوں کو توحید کی تعلیم دیتے تھے۔ عزیز مصر کو خواب کی تعبیر دکھاتے ہیں۔ تمام درباری امراء' وکلاء' علماء' فضلاء اور بڑے بڑے مشیر ناکام رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خواب نہیں بلکہ پراگندہ خیال ہے۔ ایسے پراگندہ خوابوں کی تعبیر نہیں ہوتی۔ عزیز مصر کہتا ہے۔ یَا اَیُّهَا الْمَلَاُ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ The members of deglislatire مراد قانون ساز اسمبلی کے ممبرو! اور جو تم نے بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کیں اعلیٰ تعلیم کے لئے یونیورسٹیوں سے فارغ ہو چکے ہو۔ آج میرے خواب کی تعبیر بتانی ہی پڑے گی۔

سب سوچ و بچار کے بعد پکار اٹھے کہ ہم اس خواب کی تعبیر سے عاجز ہیں ان میں سے ایک بولا کہ میں خواب کی تعبیر پوچھ کر آتا ہوں۔ سات سال پہلے کا ساتھی یاد آیا۔ جس نے اس کو اور دوسرے ساتھی کو خواب کی تعبیر بتائی تھی۔ دونوں تعبیریں سچی ثابت ہوئیں تھیں۔

درس عبرت:۔

(۴۸) گھر گھر جانے والے مولوی نماز اماموں کے لئے یہاں عبرت کا مقام ہے کہ سر پر روٹی باعث بھانسی ہوتی ہے۔ ذرا سوچ لیں۔ سر پر روٹی ہاتھ میں سوٹی۔ گلیوں میں کتوں اور مسجدوں میں انسانوں کے امام افسوس صد افسوس' خیر اس آدمی نے قید خانہ میں جا کر آواز دی۔ کہ اے یوسف علیہ السلام مجھے خواب کی تعبیر بتاؤ۔ تعبیر بتا

دی۔ سات سال بھلا دینے کا گلہ نہیں کیا۔ خواب کی تعبیر یہ بتائی۔ فرمایا سات سال فارغ البالی ہوگی اور پھر سات سال قحط ہوگا۔ جنس سٹوں میں رکھنا گلے میں نہیں تا کہ قحط کے موقع پر کام آئے۔

بادشاہ خواب کی تعبیر سن کر بولا۔ اے میرے وزیرو مشیرو تمہاری ڈگریاں کہاں گئیں۔ ایک ان پڑھ آدمی نے خواب کا معمہ حل کر دیا۔ جسے تم پراگندہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ قید خانے سے نکلنے کے احکامات جاری کر دیئے۔ آپ نے رہائی سے قبل ہاتھ کاٹنے والیوں اور زلیخا سے اپنے حق میں صفائی طلب کی چنانچہ انھوں نے آپ کی بے گناہی کا اعتراف کیا۔ جس طرح نبی کا حکم دیکھ کر اپنے آپ کی خبر نہیں رہتی اسی طرح نبی کا حکم سن کر اپنی عقل کی مجال نہیں رہتی۔ مگر یہاں جس کے نام پر انگوٹھے چومتے ہیں اس کا فرمان سنانے والے کو وہابی کہتے ہوئے روگردانی کرتے ہیں' اَلْعَیَاذُ بِااللّٰہِ۔ آج کے شیدائی اور فدائی لوگ انگوٹھے چومنے والے بدعتی عقیدہ رکھنے والے اپنے جلسوں اپنی محفلوں اپنے خطبوں جمعوں میں راگ الاپنے والے یہ اشعار اور الفاظ کہتے ہیں۔

بعض شرکیہ اشعار:۔

شریعت کا ڈر ہے نہیں تو صاف کہہ دوں
خدا خود رسول خدا بن کے آیا
وہ مدنی محمدؐ معین بن کے آیا
شریعت کا ڈر ہے نہیں تو صاف کہہ دوں
نبی جی ہمارا خدا بن کے آیا"
یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا
تیرا اور سب کا خدا احمد رضا
جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے

جام کوثر کا پلا احمد رضا،
حشر کے دن جب کہیں سایہ نہ ہو
اپنے سایہ میں چلا احمد رضا

نعت (الروح صفحہ نمبر ۴۳)

(۴۹) ہاں تو بیان ہو رہا تھا کہ بریئت ثابت ہوئی تو نکلے کون؟ ایک ان پڑھ نبی تا کہ کل کو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ کل کا مجرم نبی بن رہا ہے۔ کیا نبی ان پڑھ ہوتے ہیں بلکہ وہ تو آسمانی روحانی یونیورسٹی کے فارغ التحصیل خدا کے سند یافتہ ہیں۔ جن کی بے داغ زندگی کی مثال کوئی قوم ثابت نہیں کر سکتی۔ لہٰذا خدوند کریم نے تربیت یافتہ نبیوں کی زندگی اور تعلیم میں ان کے اپنے وقت کے معاشرے کے تمام مسائل کا حل موجود ہوتا ہے۔ اور چونکہ سرور کونین قیامت تک کے لئے آخری نبی ہو کر اور سب نبیوں کے سردار بن کر آئے ہیں۔ اور یہ شرف خداوند کریم کا دیا ہوا ہے۔ اس لئے خداوند کریم نے قیامت تک کے حالات اور مشکل مسائل کا حل ان کی تعلیم اور کتاب میں داخل کر دیئے۔ دنیا کا کوئی ایسا مشکل مسئلہ نہیں جس کا شریعت محمدیہ میں حل موجود نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ ذَالِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ۔ مگر شرط یہ ہے کہ ھُدًی لِلْمُتَقِیْن۔ علامات متقین۔ اَلَّذِیْنَ یُومِنُونَ بِاالْغَیْبِ وَیُقِمُونَ الصَّلٰوۃَ وِمِمَا رَزَقْنٰھُمْ یَنْفِقُوْنَ ○ اور جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (پارہ ا رکوع ا)

(۵۰) اگر یہ صفات آپ میں ہیں تو ضرور ہر مسئلہ کے حل کی آپ کو ہدایت ہو گی۔ ورنہ آپ کی حالت اس چمگادڑ سے کم نہیں جس کو دن میں نظر نہیں آتا۔ ہاں تو بادشاہ کا خواب انسان کی ذات سے متعلق تھا۔ جس کی تعبیر دنیوی تعلیم کے وکلاء حل نہ کر سکے۔ دنیا کی ترقی کے راستے انسان نے بڑے طے کر لئے چاند تک پہنچ گیا مگر خود اپنے آپ تک نہ پہنچ سکا۔ اور نہ اپنے حقیقی مالک تک پہنچنے کا راستہ معلوم کر سکا۔ کیا یہ موجودہ ترقی انسانی ترقی ہے۔ ہرگز نہیں یہ تو مادی ترقی ہے۔ دیکھئے لوہا تو لوہا تھا لیکن ترقی کی تو بندوق بنا، توپ بنا، کاربنا،

انجن بنا' جہاز بنا' ٹینک بنا۔لکڑی نے ترقی کی تو کرسی بنی میز بنی اور فرنیچر کے دیگر سامان بنے۔شیشے نے ترقی کی تو گلاس بنا' جگ بنا' دوربین بنی' الغرض تمام مادی اشیاء ترقی کرتے کرتے مختلف شکلوں میں تبدیل ہو کر اپنے اپنے امتیازی ناموں سے تعبیر ہوئیں۔ اور انسان کی عقل کو بجائے ہتھیار کے استعمال کیا اور خود ترقی کر گئیں۔

انسانی ترقی کا حال:۔

اب انسان کی ترقی کا حال ملاحظ فرمائیں۔ مال روڈ پر ایک لڑکی کا حال دیکھیں قلم فرش پر گر گیا اب کھڑی سوچ رہی ہے کہ اٹھاؤں کیسے؟ اگر جھک کر اٹھاتی ہے تو موجودہ ترقی کا بھانڈا پھوٹتا ہے۔ چارونا چار بیٹھ کر قلم اٹھایا تو لباس پھٹ گیا۔ اب لڑکی سمٹ کر بیٹھ گئی۔کسی نے ازراہ ہمدردی پوچھا کہ کہ سمٹ کر کیوں بیٹھی ہو؟ اب کیا بتائے اپنی قوم کا نام ظاہر کرتے ہوئے شرم آتی ہے آگے چل کر دیکھا ایک بابو کسا کسایا کھڑا ہے۔ بیٹھنے کی ہمت نہیں پیشاب کر رہا ہے۔ اور دوسری طرف ایک کتا ٹانگ اٹھا کر اس کی ترقی کو پیش کر رہا ہے۔

(۵۱) یہ انسان کی ذاتی ترقی کا حال ہے جو یہ کہتا ہے کہ قرآن مجید چودہ سو سال پرانی کتاب ہے۔موجودہ ترقی یافتہ ماحول اور نئی تہذیب کے مسائل اور مشکلات کا حل کیسے پیش کر سکتی ہے۔اس لئے ہمیں ایک ایسے آئین کی ضرورت ہے جو اسلام کی روح کے مطابق ہو۔گویا ان کے نزدیک سود بازاری' منشیات کی ٹھیکداری اور طوائف کی لائیسنس کاری اور برتھ کنٹرول کے ذریعہ فطرت انسانی اور قدرت الٰہی کے خلاف محاذ قائم کرنا اسلامی روح سمجھا گیا ہے۔ رسول خدا ﷺ امت بڑھانے کی فکر میں ہیں۔اور یہ ترقی یافتہ ماحول کے علمبردار امت کو گھٹانے کے منصوبے تیار کر رہے ہیں کہ کہیں ہم مفلس نہ ہو جائیں۔ کثرت اولاد کو وجہ افلاس سمجھنے والے عقل کے اندھو! یہ خداوند تعالٰی کی اور محمد مصطفیٰؐ کی رضا کے سراسر خلاف ہے۔ اور تمہارا یہ زور یہ تحقیق سراسر غلط ہے۔یادرکھو تم خوشحالی کی طرف نہیں بلکہ سراسر افلاس کی طرف جا رہے ہو۔

اگر غلام اپنے آقا کی رضا کو ہر کام میں مدنظر رکھے تو خداوند کریم ہر کام میں اس کی امداد کرتا ہے- اور اگر کسی کے ساتھ ان بن ہو جائے تو مخالف کے خلاف اس کی یعنی اپنے غلام کی امداد کرتا ہے- کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اختیارات اور اسباب لامحدود اور بے شمار ہوتے ہیں- مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ ہم قانون اس کی کون کون سی حدیں توڑ کر اپنے مالک کو ناراض کر رہے ہیں- جس کی وجہ سے ہم پر افلاس سوار ہے- میں کہتا ہوں کہ کوئی ایسا حرام کا تخم نہیں جس کا حکومت کو علم نہ ہو- ایسی شرعی خلاف ورزیاں جن کا علم حکومت کو ہے- بر سر عام ہو رہیں ہیں- اور حکومت خاموش ہے- خاموش اس لئے ہے کہ حکومت اندھیرے میں ہے- اور باطن کے ان تباہ کن نتائج سے بے خبر ہے-

حکومت کی چشم پوشی کے نتائج:-

(۵۲) مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) غمی اور خوشی کی غیر شرعی رسومات پر حکومت کی پشت پناہی میں لاکھوں روپیہ فضول خرچ ہوتا ہے-

(۲) لاکھوں روپیہ رقص و سرود کی محفلوں اور شراب کی بھینٹ چڑھا جاتا ہے-

(۳) ملک میں تہہ بازاری عام ہے-

(۴) ملک میں اشیاء خوردنی سے حکومت واقف ہے-

(۵) عدالتوں میں رشوت ستانی عام ہے ملک میں رشوت خوروں کا راج ہے-

(۶) حکومت منشیات کے لائیسنس جاری کرتی ہے-

(۷) لاتعداد ٹیکسوں سے عوام پریشان ہیں-

(۸) محکمہ پولیس کی بدعنوانیاں ناقابل بیان ہے اور حکومت کو سب معلوم ہے-

(۹) زمینداران پٹواریوں کے رحم و کرم پر ہیں جن کی پشت پناہی حکومت کرتی ہے-

(۱۰) اسلامی مدارس حکومت کے تعاون سے محروم ہیں جب کہ اس کے برعکس حکومت دنیاوی علوم میں دل کھول کر وظائف دے رہی ہے۔ اور پھر ہماری حکومت کا یہ حال ہے۔

زمانے کو خبر کیا ساز عشرت کی صداؤں میں
صدائے ساز ایمان کتنی مدھم ہوتی ہے
وہی جام سیاست ہے وہی دستور ساقی ہے
سفید آقا گئے لیکن سیاہ قانون باقی ہے

یہی وجہ ہے کہ امیر طبقہ زیادہ امیر اور غریب طبقہ زیادہ غریب ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بانڈز کی قرعہ اندازی پر لاکھوں روپیہ کے انعام کا لالچ دے کر خوشحال لوگوں کی رقمیں ایک خزانے میں جمع کر لیں ہیں۔ جس کی وجہ سے دلوں میں ہمدردی اور وفاداری کی جگہ خودغرضی پیدا ہوگئی ہے ان بڑی بڑی وجوہات کے باعث عوام الناس کے دل حکومت کے خلاف شکایت سے لبریز ہیں۔ مگر چپ ہیں نہ جانے کیوں؟

''نہیں جنت کش تاباں شنیدن داستان میری''
''خاموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زبان میری''

(۵۳) سودخوروں کے دل میں رحم نہیں آتا۔ اور نہ سودخور حق شناسی کی اہلیت رکھتے ہیں۔ جس طرح چاہیں مطلب بنالیں اور کہہ دیں کہ یہ اصول اسلام کی روح کے مطابق ہیں۔ ٹوکنے والے اندر اور وجہ نظر بندی کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے یہی طریقہ تھا انگریز کا اور نص کے سامنے ہوتے ہوئے اپنی مرض کے مطابق قیاس کرنے والے ابلیس کو حکم ہوتا ہے۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ٥ ابلیس اپنے قیاس کی وجہ سے نص اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ کا منکر ہوا اور مردود و لعین ٹھہرا۔ نکتہ۔ لفظ اذا مقام غور ہے۔ یعنی جب روح پھونک دوں تو تعظیمی سجدہ کرنا ہوگا۔ یعنی روح ڈالنے سے پہلے نہیں دوسری طرف لفظ اذا میں بے روح بت کو سجدہ تعظیمی کی نفی ہو رہی ہے۔ اب یہ ہماری سنتا ہے اور مشکل کشائی کرتا ہے۔ ذرا غور کرنا گویا پہلے کی طرح

زندہ ہے- افسوس صد افسوس جو یہ نہیں سوچتے کہ بوقت انتقال زندہ ہے تو پڑے پر کیوں گیا- خود ڈھیلا کرے استجا کرے' وضو کرے' خود نہائے پھر قبروں کے بجائے گھر ہوتا کہا ہے؟ ملاں جی کے ہاتھ میں ڈھیلا ہوتا ہے مگر لگے ہیں ڈھیلا کرانے ذرا سوچو مسلمانوں مگر پیر زندہ ہوتے تو ملاؤں کو اپنے نفس نتکیز پر ہاتھ لگانے دیتے؟ اور دوسرے ان کے ہاتھ پاؤں چومنے والے مرید اس ملاں کو نہ روکتے؟ اب یہ زندہ پیر قبروں کی طرف پیدل کیوں نہیں جاتے جن کے دنیا میں مریدوں کے گھروں پر جانے کے دورے ہی ختم نہیں ہوتے تھے-

(۵۴) مگر افسوس! اگر زندہ پیر کو سامنے دیکھ کر مریدین نیت باندھتے ہیں- میں نیت کی اس نماز جنازہ کی دورد واسطے محمد ﷺ کے دعا واسطے اس حاضر میت کے کہتے ہیں حاضر زندہ پیر کے نہیں کہتے- فاتحہ کا نام ہی نہیں- افسوس کہ جہاں فاتحہ خوانی کرنی تھی وہاں پڑھی نہیں- ہاں! مزا تو تب ہے جب تم نیت نماز جنازہ میں دعا واسطے اس حاضر میت کی جگہ کے واسطے اس حاضر زندہ پیر کے کہو تو تب پتہ چلے یہ کیوں نہیں کہتے- اور پھر پڑھتے ہیں-

﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا- وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيْمَانَ﴾

اس دعا میں مَیِّتِنَا اور تَوَفَّیْتَہُ سے مراد قریب الدفن پیر نہیں تو اور کون ہو سکتا ہے- اور اس کے بعد زندہ پیر کو اٹھا کر قبر میں ڈالا اور مٹی ڈالی- اور پھر کھڑے ہو کر کہنے لگے-

''اے پیرا ہن ساڈیاں تیرے اگے تے تیریاں ترھ درگا میں''

حیرت ہے اپنے ہاتھ سے دبائے ہوئے فوت شدہ پیر سے دعائیں مانگنے والوں پر' اور پھر یہ نماز پڑھتے ہوئے کہتے ہیں- اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ' افسوس ہے اس دورنگی پر-

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو جا یا سنگ ہو جا

مزاروں پر مرادیں مانگنے والے ایسے دور رنگے مسلمان اپنے اسلاف کا وہ طریقہ دعا جو خدا نے اپنی کتاب میں ، ہمارے لئے اس کا ذکر کرنا ضروری سمجھ کر بیان فرما دیا- تا کہ ہمارے لئے دعائیں مانگنے اور حاجتیں کرنے کے لئے اور ہماری نافرمانیوں کی وجہ سے اپنے روٹھے ہوئے رب کو منانے کے لئے مشعل راہ ہو-

(۵۵) جو جدامجد سے بھول ہوگئی تو پکارنے لگے

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

اے رب ہمارے بے شک ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے-

دوسرے عرض کرتے ہیں-

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَo﴾

''اے پروردگار تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں ظالموں میں سے ہوں-''

ایک اور دعا مانگتے ہوئے کہتے ہیں-

﴿رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ﴾

اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور تو بہترین وارث ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہوئے کہتے ہیں-

﴿رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌo﴾

یا اللہ میں بھوکا ہوں روٹی دے دے-

ارشاد ہوتا ہے-صرف روٹی ہی نہیں پکانے والی بھی لے لے-اور پھر ہمارے نبی ﷺ دعا منگتے ہیں-

﴿اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ. رَبِّ اُمَّتِیْ. رَبِّ اُمَّتِیْ. رَبِّ اُمَّتِیْ.﴾

''کہہ کہ اے میرے پروردگار- میری قوم کو ہدایت دے بے شک وہ جانتے نہیں-''

خداوند کریم فرماتے ہیں- وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝ اب امت محمدیہ کو تاکید رب العزت خود کرتے ہوئے فرماتے ہیں-جس نے میرے ہر اصول کے تحت یعنی اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ تیرے دین کو مکمل جان کر تیرے اسوہ حسنہ کو لازم پکڑ لیا- اور پھر اس دین اکمل میں ادھر ادھر کی قیاسی پچریں لگنے سے بچا رہا اور میرا رزق کھا کر میرے یہ گیت گاتا رہا- پس وہی تیرا امتی اور میرا بندہ ہے اور اس کے حق میں تیری شفاعت منظور ہے-

(۵٦) روز محشر کسی نبی کو گناہ گاروں کی شفاعت کی ہمت نہیں ہوگی- اس موقع پر آپ ہی تمام امتوں کے گناہ گاروں کے حق میں شفاعت فرمائیں گے- خدا کی تعریفوں کا جھنڈا صرف آپ کو ہی نصیب ہوگا کیونکہ تمام نبیوں کی سرداری کا اعزاز آپ ہی کو حاصل ہے- اسی لئے تو کسی نبی کے دو معجزے اور کسی کے چار مگر محمد مصطفیٰ ﷺ کے معجزوں کا کوئی شمار نہیں-

'حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری'
'آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری'

۱- بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ- كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ- حَسُنَتْ جَمِيعُ خِصَالِهٖ صَلُّوا عليه وَآلِهٖ-۲- لَايُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ- بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر-

(۵۷) دعا کے سلسلے میں ضروری بات یہ کہ خود رب العالمین فرماتے ہیں اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ پھر دعا قبول کیوں نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے باادب بانصیب- بے ادب بے نصیب- اللہ تعالیٰ اَسْتَجِبْ لَكُمْ کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں- فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي- پس چاہیے کہ میرے ساتھ ایمان لائیں اور میرا حکم مانیں تو پھر مجھے پکاریں تو میں دعا قبول کروں گا- حکم کیا ہے-

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾
تحقیق تمہارے لئے رسول کریم ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے

دیکھئے ہر محکمے کے اپنے اپنے اصول ہوتے ہیں- اپنی اپنی شرائط اور آداب ہوتے ہیں- ملازمین ڈیوٹی پر جانے سے پہلے اپنی مخصوص وردی پہنتے ہیں- اسی طرح محکمہ پولیس، محکمہ ڈاک کی اپنی اپنی اور امتیازی رنگ کی وردی ہوتی ہے- اگر کارکردگی کے وقت ملازم وردی میں نہ ہو تو حاکم اس کو باہر نکال دیتے ہیں- اور پھر اس پر مقدمہ بھی چل سکتا ہے- کیونکہ ایک تو اس نے وردی نہ پہن کر قانون کی خلاف ورزی کی اور دوسرے درباری آداب بھی بجا نہیں لایا- مگر جو ملازم وقت کی پابندی کے ساتھ باوردی ہو کر اپنی ڈیوٹی اچھی طرح سے انجام دے گا اس کا ہر تقاضہ بھی قابل تسلیم ہوگا- یہ دنیاوی درباروں اور محکموں کا حال ہے اسی طرح محکمہ اسلام میں بھی اسلام کے پیروکاروں کے ذمے خصوصی ہدایات ہیں- جن پر عمل کرنے سے ہمارا مالک ہمارے تقاضے پورے کرنے کا وعدہ فرماتا ہے- وہ ہدایات اور درباری آداب کیا ہیں؟

اسلام کے پیروکاروں کے ذمے خصوصی ہدایات:-

۱- وردی یعنی اسلامی حجامت ۲- وقت کی پابندی یعنی نماز ٹھیک وقت پر ادا کرنا ۳- درخواست محکمے کے منظور شدہ فارموں پر دینا محکمہ اسلام کے منظور شدہ فارم کیا؟ وہ ہیں خدا اور رسول کی بتائی ہوئی دعائیں اور طریقے غیر اللہ کے وظیفے غیر اللہ کی نذریں نیازیں اور ٹونے ٹوٹکے اور اب جعلی فارم بھی دستیاب ہیں- جب کہ منظوری خدا کے دربار میں نہیں ہوتی- یہ فارم یعنی دعائیں اور ان کے طریقے کار صرف خدا کے دربار میں منظور ہوتے ہیں- جو خدا نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے ہمیں دیئے ہیں- آخر میں دعا ہے کہ خدا ہمیں اس بات کی توفیق بخشے کہ ہم خود اور اپنے اہل وعیال کی زندگیوں کو خدا اور رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھال کر اللہ اس

کے رسول کو راضی کریں۔ آمین ثم امین۔

موجودہ تہذیب کے بارے میں علامہ اقبال کے خیالات:۔

تمدن تصوف تغنی کلام
بتان عرب کے پجاری تمام
حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی
بھاتا ہے دل کو کلام خطیب
مگر لذت شوق سے بے نصیب
بیان اس کا منطق سے سلجھا ہوا
لغت کے بکھیڑوں میں الجھا ہوا
وہ صوفی کہ تھا خدمت حق میں مرد
محبت میں یکتا حمیت میں فرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا
یہ صوفی مقامات میں کھو گیا
بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے
زمانے کے انداز بدلے گئے
نیا راگ ہے ساز بدلے گئے
اٹھا ساقیا پردہ اس راز سے
لڑا دے ممولے کو شہباز سے

حکمرانوں کے ہاتھوں پاکستان کی مختصر سی خونی داستان:۔

پہلے مغلوں نے (ہزار سال) ملک کو لوٹا اور شرکیہ عقائد پھیلائے۔ اس کے بعد انگریز آئے اور ملک ہذا کو لوٹنا شروع کیا۔ پھر جب مجبوراً 1947ء میں ملک کو دو حصوں میں چھوڑ کر گئے۔ پھر انگریزوں کے انجنٹ جاگیرداروں نے ملک میں لوٹ مچا دی۔ جو اب تک ملک کو لوٹ رہے ہیں۔ انگریز سے آزادی حاصل کرنے کے بعد جواہر لعل نہرو نے جو ملک کے پہلے وزیر اعظم بنے انھوں نے علی الاعلان 586 ریاستیں ختم کر دیں۔ اس کے مقابلے میں سب سے پہلا ملک کا غدار لیاقت علی خان نے پاکستان میں دو ریاستیں بہاولپور اور سوات تھیں ختم نہ کیں کیونکہ یہ خود نواب تھا۔ جس نے اپنے سربراہ محمد علی جناح کو قتل کر کے ملک پر قبضہ کیا۔ یعنی ملک کا صدر بھی خود اور وزیر اعظم بھی خود۔ اس نے انتخاب کرائے اپنے آپ کو ہارتے دیکھ کر اپنی

انتظامیہ کو استعمال کیا۔

اسی دوران یہ اصطلاح مشہور ہوئی۔ دھن دھونس اور دھاندلی' جبکہ یہ ملک دو نظریاتی بنیاد پر دنیا میں واحد وجود میں آیا۔ ملک لادنیت کی راہ پر چل نکلا۔ پھر چل سو چل۔ گویا مسلم لیگ جو پاکستان کی خالق تھی۔ ماں کا رول ادا نہ کیا بلکہ بدنام ہوگئی۔ جس کے بطن سے ناجائز اولاد بنی۔ کونسل مسلم لیگ کنونشین مسلم لیگ پھر پیپلز پارٹی پھر عوامی پارٹی پھر عوامی نیشنل پارٹی غرض یہ کہ بے شمار پارٹیاں وجود میں آئیں۔ یہاں تک کہ ہر اخباری رپورٹر بھی انتظامیہ کو بلیک میل کرنے کی دھمکی دے کر ناجائز پرمٹ زمین اور بہت سے فائدے اٹھاتے ہوئے اب تک مال بنا رہے ہیں۔ چنانچہ ملک کا چوکیدار بھی کرسی پر بیٹھا۔ اور خوب تر خوب ملک کو لوٹا۔ پھر اس کے بعد امریکی سی۔ آئی۔ اے کا انجنٹ بھٹو ہندوستان سے برآمد کیا ہوا ڈائریکٹ وزیر اطلاعات جو اپنے ایوب کو ڈیڈی ڈیڈی کہتا ہوا ملک پر قابض ہوگیا اور ملک کو توڑ دیا۔ ملک کے عوام کو روٹی کپڑا امکان کا جھانسا دے کر لوگوں کو بے وقوف بنایا۔ اور ملک کو لوٹنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سول مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سات سال رہا۔ اور اپنا چیف سکریٹری عزیز احمد قادیانی کو اپنا نائب بنایا۔ اور آئین میں درج کیا کہ آئندہ جو مارشل لاء لگائے گا اس کو سزا سزائے موت ہوگی۔ چنانچہ ضیاء الحق کو فوج کا سربراہ بنالیا۔ وہ سیں مین تھا۔ لوگوں نے تحریک ۱۹۷۷ء میں پورے ملک میں تحریک چلائی۔ تب جا کر کرسی سے اترا۔ اس کا ایک فقرہ شراب کی مستی میں مشہور ہوا۔ میں اگرچہ کمزور ہوں لیکن میری کرسی مضبوط ہے۔ پھر مارشل لاء لگ گیا۔ چنانچہ ضیاء الحق نے ۹۰ دن کہہ کر ۹۰ مہینے لگا دیئے۔ اس نے مارشل لاء ختم کرنے کے وعدے پر مری ہوئی مسلم لیگ میں جان ڈال دی۔ یہ اس کی بڑی سیاسی غلطی تھی۔ اس نے محمد خان جونیجو کو ملک کا وزیر اعظم بنا دیا۔ اس کو کہا کہ تم بھی اسمبلی بنا کر اس دفعہ کو ختم کرو۔ پھر اس طرح مارشل لاء ختم ہوا۔

چنانچہ جب محمد خان جونیجو غیر ملکی دورے پر گیا تو وہاں یہ کہا گیا کہ تم بے اختیار وزیر اعظم ہو۔ جب اسلام آباد پہنچے تو اس کے ساتھ نواز شریف جو دورے پر گیا تھا

سیدھا ائیر پورٹ سے ضیاء الحق کے پاس پہنچا اور مخبری کر دی وزیر اعظم جونیجو نے صدر ضیاء الحق سے یہ کہنا تھا- کہ آپ کو دو عہدوں میں سے ایک رکھنا ہو گا- یا آپ ملک کے صدر رہیے یا وزیر اعظم- اس نے جونیجو وزیر اعظم کو اسمبلی کا اجلاس بلانے سے پہلے ہی برطرف کر دیا- مزید یہ کہ اس نے سپریم کورٹ میں کوئی چیلنج نہ کیا اس کی وجہ سے نواز شریف کو سربراہ بننے کا موقع مل گیا- اس سے معلوم ہوا کہ ملک کا کوئی بھی خیر خواہ نہیں ہے- سب اپنے پیٹ کے اندھے ہیں- اس کی غلطی سے بھٹو کی بیٹی اقتدار پر براجمان ہو گئی- نواز شریف یوم نجات مناتا رہا- مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی- تب جا کر قاضی سے اتحاد کیا- اب بھی اخباری بیان دیتا ہے کہ بے نظیر مڈٹرم انتخابات پر راضی ہوں تو میں بات چیت کر سکتا ہوں- اس ملک کو تو ٹوٹتان کا نام دینا چاہیے-

بقول اقبال

ہر نئی تعمیر کو لازم تخریب تمام
ہے اسی میں مشکلات زندگی کی کشود

مومن کا سب سے بڑا سرمایہ توحید ہے:-

انسان کی نجات کا سب سے بڑا ذریعہ توحید ہے- جن و انس کا مقصد توحید ہے- انسان کے نامہ اعمال میں سب سے وزنی چیز توحید ہے- اسلام کا سہارا پورا علم کلام اور شریعت کا سارا نظام توحید کے ارد گرد گھومتا ہے- غرضیکہ توحید ہی اوّل و آخر ہے- یعنی تمام انبیاء کی دعوت کا نقطہ آغاز ہے- جن کو حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ آئے-

شرک سے بڑا گناہ کوئی نہیں اللہ جل شانہ کے نزدیک یہ ناقابل معافی جرم ہے- افسوس دنیا شرک کا بازار بن گئی ہے- ہر طرف شرک کی فراوانی ہے- دنیا توحید کے نام پر شرک کر رہی ہے- عیسائیت جیسے دنیا کی سیاسی' اقتصادی اور عملی قیادت حاصل ہے- توحید کی بجائے تثلیث پر قائم ہے- یہودیت کا فلسفہ شرک و دھیان پرستی

ہے- ہندومت' مجوسیت اور دیگر چھوٹے موٹے مذاہب شرک کی بنیاد پر قائم ہیں- اسلام کا سارا کروفر توحید کی بدولت تھا توحید ہی نے اسلام کو تمام ادیان پر غالب کیا لیکن آج حقیقی اسلام خود مسلمانوں میں اجنبی ہو کر رہ گیا ہے-

رسول پرستی' ائمہ پرستی' پیر پرستی' قبر پرستی اور لاتعداد قسم کی پرستشوں نے خدا پرستی کی آواز کو دبا رکھا ہے- رسول خدا کا اوتار بن گئے اور ائمہ کرام کو رسول کا مقام دے دیا گیا- پیروں اور درویشوں کی چوکھٹیں کعبہ کا دروازہ بن گئیں- پرشکوہ قبروں کے رعب نے مسجدوں کے رعب کو ختم کر دیا- رسول کریم ﷺ امت کے لئے اسوۂ حسنہ بن کر آئے- ان کی سنتیں بدعتوں کے انبار میں دب کر رہ گئیں- افسوس آج عالم اسلام خود اپنی غربت پر رو رہا ہے- اسلاف کی ہڈیوں کے یہ تاجر سجادہ نشین بن کر علم کے اندھوں کو لوٹ کر خود جاگیروار بن گئے- قبر پرستی کو عوام میں خوبصورت بنا کر پیش کیا گیا- قبروں پر شاندار تعمیر اور ان کی سجاوٹ نے عمدہ چادروں کے چڑھانے کی دعوت دی- انھوں نے مقبروں کے پاس سجادہ نشینوں کو مقرر کر رکھا ہے- تاکہ زائرین کو ان قبروں کا طواف کرائیں' اور انھیں سکھائیں کہ وہ کس طرح اولیائے کرام کو پکاریں- اور ان کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کریں- اور اپنی مصیبتوں کو دور کرنے کے لئے اولاد رزق نوکری وغیرہ- بعض مدفون حضرات کے نام سے خزانوں میں کروڑوں روپے جمع ہیں-

بدعتی علماء سجادہ نشینوں کے گمراہ کن تقریروں سے شرک و بدعات کو دین سمجھ کر عمل کرتے ہیں- اور سمجھتے یہ ہیں کہ یہ ہمیں رب العالمین تک پہنچا دیں گے-

قربانی کی عید کا بیان:-

﴿اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ۝﴾

ترجمہ:- "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے آپ کو کوثر دیا- پس اپنے رب

کے لئے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے یقیناً آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان رہے گا۔''

بخشش اور فیاضی کا بڑا درجہ ایثار ہے۔ کہ دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے اپنے آرام کو چھوڑ دیا جائے۔ یعنی خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلانا خود پیاسا رہ کر دوسرں کو پانی پلانا خود تکلیف برداشت کر کے کسی دوسرے کو آرام پہنچانا غرض دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھنے کا نام ایثار ہے۔ یہ انسانی شرافت کا بہترین جوہر ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

﴿وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾

ترجمہ:۔ ''اپنے اوپر دوسرں کو ترجیح دیتے ہیں۔ گو خود ہی ضرورت مند کیوں نہ ہوں۔'' (سورۃ الحشر)

اسلام میں اس کی بے شمار نظیریں ہیں۔ لیکن اس ایثار سے بڑھ کر فیاضی کا سب سے بڑا اور سب سے آخر درجہ قربانی ہے۔ کہ دوسروں کی خاطر اپنی جان بھی دے دے۔ مثل مشہور ہے کہ محبوب کی خاطر جان کی قربانی بھی کر دینا اعلیٰ درجہ کی فیاضی ہے۔

قربانی کیا ہے؟:۔

قربانی کے معنی یہ ہیں۔ کہ ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ کی قربت اور نزدیکی حاصل کی جائے۔ خواہ نماز ہو یا روزہ ہو یا زکوٰۃ خواہ مولیٰ کی مرضی کے مطابق جہاد وغیرہ میں اپنی جان دینی پڑے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ اَلصَّلٰوةُ قُرْبَانُ كُلِّ نَصِيٍّ ٥ نماز پڑھ کر حاصل کرتے ہیں۔ جمعہ کے فضائل کی حدیث میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

﴿مَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْاُوْلٰى فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً﴾ (مشکوۃ)

ترجمہ:۔ ''جو شخص جمعہ کی نماز کے لئے پہلی ساعت میں جائے تو اس کو اتنا

ثواب ملا- گویا اس نے ایک اونٹ مکہ میں قربانی کے لئے بھیجا ہے-''

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ﴾

''یعنی میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے میرا تقرب حاصل کرتا ہے-''

حضرت آدم علیہ السلام کے ایک صاحبزادے نے دنبہ کے ذریعہ اور دوسرے نے کھیتی کے چند بالوں سے قرب الٰہی کی جستجو تھی جس کا بیان قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے- اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخِرِ o دونوں نے اپنی اپنی نیازیں پیش کیں- ایک کی نیاز قبول ہوئی دوسرے کی قبول نہیں ہوئی- بہر حال ہر عبادت کی غرض وغایت قرب الٰہی ہے- اس لئے اس کا ثبوت ہر ملت میں پایا جاتا ہے- قرآن مجید ہے-

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا o﴾

''ہر قوم وملت کے لئے ہم نے قربانی مقرر کر دی ہے-''

یہود قوم کے لئے توریت میں قربانی کا حکم:-

حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے اپنے وقتوں میں جانوروں کی قربانی کرنا توریت سے ثابت ہے- حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کی قربانی کی-

عیسائیوں میں رسم قربانی:-

عیسائی مذہب کا دارو مدار اسی قربانی پر ہے- عہد جدید یعنی اناجیل مروجہ سے قربانی کا ثبوت ملتا ہے- چنانچہ انجیل میں باب نمبر ۵ آیت نمبر ۲۳ میں حضرت مسیح کا یہ قول نقل کیا گیا کہ اگر تو قربان گاہ میں اپنی نذر لے جائے اور وہاں تجھے یہ یاد آئے کہ تیرا بھائی تجھ سے ناراض ہے تو وہاں اپنی نذر قربان گاہ کے سامنے چھوڑ کر چلا گیا- پھر

اپنے بھائی سے مل اور بعد میں قربانی کر۔

قربانی عالمگیر ہے:۔

ابھی ابھی قرآن مجید سے معلوم ہوا ہے۔ کہ قربانی ایک عالمگیر چیز ہے۔ اور ہر قوم وملت میں اس کا رواج ہے۔ کوئی قوم دینی یا دنیوی اعتبار سے ترقی نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ ایثار و قربانی نہ کرے۔ جب ہم عمیق نظر سے دیکھتے ہیں تو کائنات کی ہر چیز میں قربانی کا جذبہ دیکھتے ہیں۔ اور ہر چیز دوسری چیز پر فدا ہے۔ اور قربان ہے۔ تمام جماوات و نباتات اور حیوانات انسان پر قربان ہیں۔ اور انسان مولائے حقیقی پر قربان ہے۔ ہزاروں لاکھوں درختوں کی قربانی مکانوں کی تعمیر کے لئے کی جاتی ہے۔ بے شمار نباتات گھاس اور پودے حیوانات کی خاطر کاٹ دیئے جاتے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں سپاہی ملک وطن کی حفاظت ونگہداشت کے لئے قربان ہو جاتے ہیں۔ اور بے شمار فرزندان قوم وملت وطنی وملی آزادی میں کام آجاتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ شہید ہو کر حیات جاودانی حاصل کرتے ہیں۔

﴿وَلَا تَقُولُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۝﴾

ترجمہ:۔ ”جو اللہ کے راستے میں شہید ہو گئے۔ انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم شعور نہیں رکھتے۔“

”مٹا دے اپنی ہستی کو اگر مرتبہ چاہیے“
”کہ دانہ خاک میں مل کر گل وگلزار ہوتا ہے“

مگر جانی قربانی سے پہلے مالی کی ضرورت ہے۔ ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ جان اور مال دونوں خدائی عطیہ میں ضرورت پر نہ مال سے دریغ کرنا چاہیے۔ اور نہ جان سے۔ خالق کے ارشاد کے اوپر دونوں کو دینے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o﴾ (التوبہ)

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلے مول میں لے لیا ہے- اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارتے اور مرتے ہیں- اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے- تورات انجیل اور قرآن میں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون وعدہ پورا کرنے والا ہے- پس تم اس معاملہ پر جو تم نے اللہ کے ساتھ کیا ہے- خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے-''

سنت ابراہیمی:-

یہ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سنت ہے- صحابہ نے عرض کیا اس سے ہمیں کیا ثواب ملے گا- آپ نے فرمایا' ہر ایک بال کے بدلے ایک ایک نیکی ملے گی- انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر قربانی کا جانور ایسا ہو جس پر اون ہو تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے- آپ نے فرمایا اون کا جس قدر رواں ہے- ہر روئیں کے بدلے ایک ایک نیکی لکھی جائے گی- قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہیں-

﴿وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ o رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ o فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ o فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ o فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ o وَ نَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ o اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ o وَ

فَدَیناہُ بِذِبحٍ عَظِیمٍ وَ تَرَکنَا عَلَیہِ فِی الآخَرِینَ سَلامٌ عَلٰی اِبرَاھِیمَ کَذٰلِکَ نَجزِی المُحسِنِینَ ﴾

ترجمہ:۔ ''اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں۔ وہ میری راہنمائی فرمائے گا۔ اے میرے رب تو نے مجھے نیک اولاد عطا فرما' ہم نے اسے بردبار لڑکے کی بشارت دی۔ چنانچہ وہ حلیم لڑکا پیدا ہوا۔ جب وہ ابرہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے دوڑنے کے قابل ہو گیا۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کو رہا ہوں۔ بیٹے نے جواب دیا۔ ابا جان! جو اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے وہ کرڈالئے خدا نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں سے پائیں گے۔ جب باپ بیٹے دونوں اس کام کے لئے مستعد ہو گئے۔ اور باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے پیشانی کے بل بچھاڑا تو ہم نے ابرہیم کو پکارا کہ تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا ہم نیکوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً یہ کھلی آزمائش تھی۔ اور ہم نے اس کے بدلے میں ایک بڑی قربانی دی اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلی کتابوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلامتی ہو ہم نیکیوں کا اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔''

بعض روایتوں میں ہے کہ جب خدائی حکم پا کر دونوں باپ بیٹے منیٰ کو طرف روانہ ہوئے' تو ادھر ایک شیطان یعنی ایک مرد پیر کی صورت بنا کر ہاجرہ کے پاس آیا۔ کہ اے بی بی کچھ خبر ہے کہ آج ابراہیم علیہ السلام اسماعیل کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے ہیں۔ حضرت ہاجرہ نے فرمایا کہ اے بوڑھے کیسی عقل کے خلاف بات کرتا ہے۔ کیا کسی باپ نے بیٹے کو قتل کیا ہے۔ جو ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسماعیل کو قتل کریں گے۔ اس نے کہا۔ کہ ان کے خدا کی طرف سے ایسا ہی حکم ہوا خدا کا نام سنتے ہی حضرت ہاجرہ نے فرمایا' تو شیطان ہے' جو مجھے بہکانے آیا ہے۔ اگر خدا نے حکم دیا ہے تو ہماری جان بھی خدا کے لئے حاضر ہے۔ تب شیطان لعین مایوس ہو کر وہاں سے بھاگا

'اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آیا- اور کہا کہ اے اسماعیل تجھ کو کچھ معلوم ہے کہ آج ابراہیم علیہ السلام تجھ کو کہاں لے جا رہے ہیں- وہ قربانی کوئی اور نہیں صرف تم کو ذبح کرنے کے لئے لے کر جا رہے ہیں- حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا ماں باپ بیٹے کو ذبح نہیں کرتے- اور تیرا خیال غلط ہے- اس نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے اسی طرح حکم دیا ہے- یہ سن کر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ اگر خدا نے حکم دیا ہے تو ہمیں اس سے کیا انکار ہو سکتا ہے- زہے نصیب ہمارے جو مولا ہمیں اپنی قربانی میں قبول فرمائے- یہ سن کو شیطان بہت ذلیل ہوا- اور وہاں سے بھاگ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا- اور کہا کہ اچھے شیطان کے پیچھے لگے ہو تم کو شیطان نے دھوکہ دیا ہے- جو تم ناحق بے گناہ کا خون کرنے پر تیار ہو گئے ہو- یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا' کہ اے لعین دور ہو جا- جب لعین کو سب طرف سے ناامیدی ہوئی- تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگے آ کر آپ کو جبراً روکنا چاہا- اور جمرہ اولیٰ کے پاس ایک دیو کی صورت بنا کر راستہ روک کر کھڑا ہو گیا- اور کہا میں دیکھتا ہوں کہ تم کس طرح جا سکتے ہو- حق تعالیٰ نے ایک فرشتے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا- اور یہ فرمایا کہ سات کنکریاں ہاتھ میں لے کر اور اللہ اکبر زبان سے کہہ کر وہ شیطان کی طرف پھینکیں- چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا تو وہ لعین وہاں سے بھاگ کر جمرہ وسطیٰ کے پاس آ کر راستہ روک کر کھڑا ہو گیا- تو وہاں سے بھی تکبیر کے نعروں کے ساتھ کنکریاں کھا کر بھاگا- پھر تیسرے منارہ کے پاس جس کا نام جمرہ عقبیٰ ہے جا کر کھڑا ہو گیا- وہاں سے بھی کنکریاں کھا کر ذلیل ہو کر بھاگا' مسند احمد میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے نور نظر کو ذبح کرنے کے لئے بحکم خدا لے چلے- تو سعی کے وقت شیطان سامنے آیا- لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے آگے بڑھ گئے- پھر حضرت جبرائیل کے ساتھ جمرہ عقبیٰ کے پاس پہنچے پھر شیطان سامنے آیا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام اسے سات کنکریاں ماریں' پھر جمرہ وسطیٰ کے پاس آیا- پھر

وہاں سات کنکریاں ماریں۔

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مناسک حج ادا کرنے کے لئے آئے۔تو جمرہ آخری کے پاس شیطان نظر آیا۔تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا۔ جمرہ وسطیٰ کے پاس بھی یہی صورت پیش آئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شیطان کو کنکریاں مارتے رہو اور اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر چلتے رہو۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کیسے خدا کے نیک بندے تھے۔ کہ خدا کی راہ میں جان اولاد سب کچھ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ دراصل یہ خدا کی طرف سے ایک امتحان تھا جس میں وہ کامیاب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیا کرتا ہے۔ کہ اس میں صبر و استقلال' ایثار و غم خواری' اور جرأت و بہادری کی طرف ارشارہ ہے۔ مردوں اور عورتوں کو حکم دیا جا رہا ہے۔ کہ شجاعت اور صبر حضرت ہاجرہ اور حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ سے سیکھیو۔ جیسا کہ حضرت خنساء نے سیکھا تھا۔ حضرت خنساء مشہور شاعرہ اور صحابیہ ہیں اپنی خوشی سے اپنی قوم کے ساتھ آ کر مدینہ میں مسلمان ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں قادسیہ کی مشہور جنگ ہوئی اس لڑائی میں اپنے چار بیٹوں ساتھ اس جنگ میں شریک ہوئیں۔ ان نوجوان لڑکوں کو ایک دن جنگ سے پہلے نصیحت کی اور لڑائی میں شرکت کی ترغیب دی۔ فرمانے لگی میرے پیارے بیٹو' تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے ہو۔ اور اپنی مرضی سے ہجرت کی ہے۔ ان کاموں کے لئے تم کو کسی نے مجبور نہیں کیا خدا کی قسم! تم جس طرح ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو اسی طرح تم ایک ہی باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ کی خیانت کی اور نہ تمہارے ماموؤں کو بدنام کیا۔ اور نہ تمہارے نسب کو خراب کیا۔ تم کو معلوم ہے کہ اللہ کے راستے میں لڑنے کا بڑا ثواب ہے۔ اور دنیا فنا ہونے والی ہے چنانچہ صبح

ہوئی اور لڑائی کی آگ خوب تیز ہوگئی تو چاروں لڑکوں میں سے ایک ایک لڑکا نمبروار آگے بڑھتا اور اپنی ماں کی نصیحت کو پڑھ کر جوش میں آجاتا۔ اور بہادری کا جوہر دکھا کر شہید ہو جاتا۔ جب ماں کو سب لڑکوں کی شہادت کی خبر پہنچی تو اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سایہ میں ان لڑکوں کے ساتھ رہوں گی۔

قربانی کی فضیلت:۔

کتاب وسنت میں قربانی کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ بعض علماء کے نزدیک واجب ہے اور بعض کے نزدیک سنت موکدہ ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک سنت موکدہ ہی ہے۔ لیکن دلائل کی رو سے مقدور والے پر واجب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ہم نے آپ کو کوثر دیا۔ پس اپنے رب کی نماز پڑھیے اور قربانی دیجئے بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان رہے گا۔ ہجرت کے دس سال تک رسول کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرما رہے۔ اور ہر سال قربانی کرتے رہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جسے قربانی کرنے کی وسعت اور طاقت ہو اور وہ قربانی نہ کرے وہ مسلمانوں کی عیدگاہ میں حاضر نہ ہو۔ اور نہ ہی اسے کوئی حق حاصل ہے۔

(ترغیب)

اسی وجہ سے بعض علماء نے طاقت رکھنے والے پر قربانی کرنا ضروری قرار دیا ہے' اس سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور خدا خوش ہوتا ہے یعنی عید الاضحیٰ میں سب کاموں سے زیادہ پیارا کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی ہے۔ لہٰذا تم لوگ خوشی سے قربانی کرو اس کو تاوان ہرگز نہ سمجھو' اس لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ اے لوگو! بے شک ہر گھر والوں کے ذمہ ہر سال قربانی ضروری ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ اے فاطمہ تم اپنی قربانی کے پاس کھڑی ہو کے دیکھو کیونکہ سب سے پہلے خون کے قطرے گرنے سے پہلے ہی تمہارے پہلے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ یارسول اللہؐ یہ فضیلت صرف ہم اہل بیت کے لئے ہے۔

یا ہمارے اور سب مسلمانوں کے لئے ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ ہمارے اور سب مسلمانوں کے لئے ہے۔ (بزار ترغیب)

قربانی کی فضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس سے خدا خوش ہوتا ہے دوزخ سے نجات ملتی ہے اور گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس لئے لنگڑے' اندھے' کانے اور بیمار جانوروں کی قربانی درست نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ کہ قربانی والے جانوروں کی آنکھ کان وغیرہ اچھی طرح دیکھ لیا کریں۔ براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ایسا نہ ہو کہ جانور لنگڑا ہو اور اس کا لنگڑا پن ظاہر ہو۔ اور آنکھ کان کا نقصان ہو کہ وہ نقصان ظاہر ہو اور نہ لاغر اور دبلا ہو کہ دبلا پن ظاہر ہو۔ اور ان کی عمروں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ بکری کم از کم سال بھر سے زیادہ ہو۔ اور دو دانت والی ہو نز کی قربانی مستحب ہے۔ اور بھیڑ کا بچہ اگر اچھا تیار ہو تو برس روز سے کم یعنی چھ سات مہینے کا ہو تب بھی جائز ہے۔ (نیل منتقی)

معراج کے واقعات:۔

﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیَاتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُo﴾ (بنی اسرائیل)

''پاک ہے وہ خدا تعالیٰ جو اپنے بندے کو ایک ہی رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے تاکہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے معراج کے واقعہ کو نہایت جامعہ لفظوں میں بیان فرمایا۔ جس سے آنحضرت ﷺ کی مخصوص فضیلت ثابت ہوتی

ہے- قرآن مجید میں معراج کا بیان اجمالی طور پر دو سورتوں میں آیا ہے- ایک سورت بنی اسرائیل میں اور دوسرے سورت نجم میں اور حدیثوں میں نہایت بسط اور تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے- سورہ نجم میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا-

﴿بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ- وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰىۙ مَاضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوٰىۚ وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰىؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰىۙ عَلَّمَهٗ شَدِيۡدُ الۡقُوٰىۙ ذُوۡ مِرَّةٍ ؕ فَاسۡتَوٰىۙ وَهُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰىؕ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰىۙ فَكَانَ قَابَ قَوۡسَيۡنِ اَوۡ اَدۡنٰىۚ فَاَوۡحٰۤى اِلٰى عَبۡدِهٖ مَاۤ اَوۡحٰىؕ مَا كَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰى اَفَتُمٰرُوۡنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى وَلَقَدۡ رَاٰهُ نَزۡلَةً اُخۡرٰىۙ﴾ (النجم)

"قسم ہے ستارے کی جب وہ جھکے کہ تمہارے ساتھ والے نے نہ راہ گم کی ہے اور نہ ٹیڑھی راہ پر ہے اور نہ اپنی نفسانی خواہش سے کوئی بات کرتے ہیں- وہ قرآن تو صرف وحی ہے- جو اتاری جاتی ہے اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے- جو زور آور ہے اور سیدھا کھڑا ہو گیا- اور وہ بلند آسمان کے کناروں پر تھا- پھر نزدیک ہوا اور اتر آیا- پس دونوں کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم پس اس نے خدا کے بندے کو پیغام پہنچایا- جو دیکھا اس نے پیغمبر کے دل نے جھوٹ نہیں کہا- کیا تم نے جھگڑا کیا اس پر جو پیغمبر دیکھتے ہیں- اسے تو ایک مرتبہ اور دکھایا تھا- سدرۃ المنتہی کے پاس اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے- جبکہ سدرۃ کو چھپائے لیتی تھی وہ چیز جو چھپا رہی تھی- نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی- یقیناً اس نے اپنے رب کے پاس بڑی بڑی نشانیوں سے بعض نشانیاں دیکھ لی ہیں-"

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو معراج کی بڑی بڑی نشانیاں دکھائی ہیں- ان کی تفصیل حدیثوں میں آئی ہے- خاکسار اس واقعہ کو مختلف احادیث سے منتخب کر کے بیان کر رہا ہے- صحیح بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے- کہ معراج والی رات میں جبکہ بیت اللہ شریف سے آپ کو بلوایا گیا- آپ کے پاس تین فرشتے آئے- جبکہ آپ سورہے تھے- ان میں سے اگلے نے پوچھا کہ ان سب میں سے کون ہے- درمیان والے نے جواب دیا- کہ یہ سب سے اچھے ہیں- تو سب سے آخر والے نے کہا کہ بس پھر ان کو لے چلو- اس رات میں صرف اتنا ہی ہوا- آپ نے انہیں دیکھا نہیں- دوسری رات پھر یہ تینوں آئے- اس وقت بھی آپ سورہے تھے- لیکن آپ کا سونا اس طرح کا تھا- کہ آنکھیں سورہی تھیں اور دل جاگ رہا تھا- تمام انبیاء کی نینداسی طرح کی ہوتی ہے- اس رات انہوں نے اس طرح کی کوئی بات نہیں کی آپ کو اٹھا کر چاہ زمزم کے پاس لٹا دیا- اور سینہ گردن تک خود جبرائیل علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے چاک کیا- اور سینہ اور پیٹ کی تمام چیزیں نکال کر انہیں اپنے ہاتھ سے زمزم کے پانی سے دھویا جب خوب پاک وصاف کر چکے تو آپ کے پاس سونے کا طشت لائے جس میں سونے کا ایک بڑا پیالہ تھا- جو حکمت اور ایمان سے پر تھا- اس سے آپ کے سینے کو اور گلے کو پر کر دیا گیا- پھر سینے کو سی دیا گیا- پھر آپ کے پاس ایک تیز رفتار سواری لائی گئی جس کا نام براق تھا- جو صحیح معنوں مین برق رفتار تھا- منتہائے نظر پر قدم رکھتا تھا (مسلم)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کو پکڑ کر آنحضور ﷺ کو سوار ہونے کے لئے کہا آپ نے سوار ہونے کا جب ارادہ کیا- تو وہ براق کسی قدر شوخی اور تیزی کرنے لگا- حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے کان میں کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ آنحضور ﷺ سے زیادہ مکرم محترم کوئی نہیں ہے- جو تجھ پر سوار ہوا ہو- یہ سن کر براق پسینہ پسینہ ہو گیا' (ترمذی شریف)

آپ اس پر سوار ہو گئے- حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے رفیق اور ہم رکاب ہوئے- جب آپ منزل مقصود کی طرف تشریف لے چلے تو جاتے جاتے راستے میں ایک ایسی زمین پر گزر ہوا- جس میں کھجوروں کے بہت زیادہ درخت تھے- حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا- کہ آپ یہاں اتر کر دو رکعت نماز ادا کر لیجئے

آپ نے نماز پڑھ لی- حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا- کہ یہ مدینہ کی سرزمین ہے- جہاں آپ نے ابھی نماز پڑھی ہے- پھر آپ کا گزر بیت الحم پر ہوا- وہاں پر بھی آپؐ سے ابھی نماز پڑھوالی گئی- جبرائیل نے فرمایا کہ یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے- (بزاز' طبرانی' بیہقی)

پھر آپؐ کا گزر طور سینا پر ہوا یہاں بھی آپ سے نماز پڑھوالی گئی- اور یہ کہا گیا کہ یہ وہ جگہ ہے- کہ جہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا تھا- (نسائی) پھر آگے چلتے راستہ میں بہت ہی عجیب وغریب باتیں ملاحظہ ہوئیں- پھر آپ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام لے چلے آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا- کہ وہ کھیتی کاٹتی ہے اور فوراً بڑھ جاتی ہے- اور ایسی ہو جاتی ہے جیسے وہ پہلے تھی- حضرت جبرائیل علیہ السلام سے آپؐ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ یہ راہ خدا کے مجاہدین ہیں جن کی نیکیاں سات سات سو تک بڑھتی ہیں اور جو خرچ کریں اس کا بدلہ پاتے ہیں- اور اللہ تعالیٰ بہترین رازق ہے- پھر آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے اور پھر ہر بار ٹھیک ہو جاتے' حضور ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر فرض نمازوں کے وقت بھاری ہو جاتے تھے- پھر حضور ﷺ نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے سامنے ایک ہانڈی میں صاف ستھرا گوشت ہے اور دوسری میں خبیث اور سڑا ہوا گوشت ہے یہ اس اچھے گوشت سے تو روک دیئے گئے ہیں اور دوسرے سڑے ہوئے گوشت کو وہ کھا رہے ہیں- حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے سوال کیا یہ کس گناہ کے مرتکب ہیں- فرمایا کہ یہ وہ مرد ہیں جو اپنی حلال بیویوں کو چھوڑ کر حرام عورتوں کے پاس رات گزارتے تھے' اور یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے حلال مردوں کو چھوڑ کر حرام مردوں کے پاس رات گزارتیں تھیں-

پھر آپ نے دیکھا کہ ایک شخص بہت بڑا ڈھیر جمع کئے ہوئے ہے جسے اٹھا نہیں سکتا پھر بھی وہ اور بڑھا رہا ہے- آپؐ نے پوچھا جبرائیلؑ یہ کیا ہے فرمایا یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے اوپر لوگوں کے حقوق اس قدر ہیں کو وہ ہرگز ادا نہیں کر سکتا

تاہم وہ اور حقوق چڑھاتا جا رہا ہے- اور امانتیں لے رہا ہے- پھر آپؐ نے ایک جماعت کو دیکھا- کہ ان کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں- حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ فتنے کے واعظ اور خطیب ہیں- پھر دیکھا کہ ایک چھوٹے سے پتھر کے سوراخ میں سے ایک بڑا اور بھاری بیل نکل رہا ہے پوچھا جبرائیل یہ کیا ہے- فرمایا یہ وہ شخص ہے- کہ جو کوئی بڑا بول بولتا تھا پھر اس پر نادم ہوتا تھا لیکن لوٹا نہیں سکتا تھا- پھر آپ ایک وادی میں پہنچے وہاں نہایت نفیس خوشگوار ٹھنڈی ہوا اور دل خوشکن معطر خوشبو دار راحت سکونکی مبارک صدائیں سن کر آپؐ نے پوچھا یہ کیا ہے- جبرائیل نے کہا یہ جنت کی آواز ہے- وہ کہہ رہی ہے کہ خدا مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر میرے بالا خانے' ریشم' موتی' مونگے' سونا چاندی جام وغیرہ پانی دودھ شراب وغیرہ وغیرہ بہت زیادہ ہوگئیں ہیں- اسے خدا کی طرف سے جواب ملا کر ہر ایک مومن مرد و عورت جو مجھے اور میرے رسول کو مانتا ہو نیک عمل کرتا ہو اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو نہ میرے برابر کسی کو سمجھتا ہو وہ سب لوگ تجھ میں داخل ہوں گے سن جس کے دل میں میرا ڈر ہے وہ ہر خوف سے محفوظ ہے جو مجھ سے سوال کرتا ہو وہ مجھ سے محروم نہیں جو مجھے قرض دیتا ہے میں اسے بدلہ دیتا ہوں جو مجھ پر توکل کرتا ہے میں اسے کفایت کرتا ہوں میں سچا معبود ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میرے وعدے خلاف نہیں ہوتے مومن نجات یافتہ ہیں اللہ تعالیٰ بابرکت ہے- جو سب سے بہتر خالق ہے- یہ سن کر جنت نے کہا اب میں خوش ہوگئی ہوں-

پھر آپ ایک دوسری وادی میں پہنچے جہاں بہت بری بھیانک' مکروہ آوازیں آ رہی تھیں- اور سخت بدبو تھی' آپ نے اس کی بابت بھی جبرائیل سے پوچھا- انہوں نے بتایا کہ یہ جہنم کی آواز ہے- جو کہہ رہی ہے کہ خدایا مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر اور مجھے میرے طوق میری زنجیریں میرے شعلے اور میرا گرماؤ میرا تھوہر میری پیپ میرے عذاب اور میری سزا کے سامان بہت وافر ہو گئے ہیں- میرا گہراؤ بہت زیادہ ہے- میری آگ بہت ہے مجھے وہ دے جس کا مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے- اللہ تعالیٰ نے

فرمایا کہ ہر کافر، خبیث، منکر اور بے ایمان مرد و عورت تیرے لئے ہیں یہ سن کر جہنم نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں ایک مقام سے مجھے نہایت ہی اعلیٰ اور مست خوشبو کی مہک آنے لگی۔ میں نے پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہے جواب ملا کہ فرعون کی لڑکی کی مشاطہ اور اس کی اولاد کے محل کی ہے فرعون کی شہزادی کو کنگھی کرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے اتفاقاً کنگھی گر پڑی تو اس کی زبان سے بے ساختہ بسم اللہ نکل گیا۔ اس پر شہزادی نے اس سے کہا کہ اللہ تو میرے باپ ہی ہیں۔ اس نے جواب دیا نہیں اللہ تو وہ ہے جو مجھے اور تجھے اور خود فرعون کو روزیاں دیتا ہے تو فرعون کی بیٹی نے سب کچھ اپنے باپ سے کہا تو وہ بہت غضب ناک ہوا اور اسی وقت اسے برسر دربار بلوا بھیجا اور کہا کیا تو میرے سوا کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں میرا اور تیرا اور تیرے باپ کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بلندیوں اور بزرگیوں والا ہے۔ فرعون نے پھر اسی وقت حکم دیا کہ تانبے کی جو دیگ بنی ہوئی ہے اس کو خوب تپایا جائے اور جب وہ بالکل آگ جیسی ہو جائے تو اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے آگ میں ڈال دیا جائے اور خود اسے بھی اس میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ وہ گرم کی گئی اور جب وہ آگ جیسی ہو گئی تو حکم دیا کہ اس کے سب بچوں کو اس میں ڈال دیا جائے۔ تو اس نے کہا کہ بادشاہ میری ایک درخواست منظور کر وہ یہ کہ میری اور میرے بچوں کی ہڈیاں ایک ہی جگہ ڈال دینا۔

فرعون نے کہا تیرے حقوق میرے ذمہ کچھ ہیں، اس لئے یہ منظور ہے اور جب سب بچے جل کر راکھ ہو گئے تو جب سب سے چھوٹے بچے کی باری آئی جو ماں کی چھاتی سے لگا ہوا دودھ پی رہا تھا۔ فرعون کے سپاہیوں نے جب اسے گھسیٹا تو اس نیک بندی کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ خدا نے اس بچے کو اسی وقت زبان دی اور اس نے باواز بلند کہا اماں جان افسوس نہ کرو اماں جان ذرہ برابر بھی پس و پیش نہ کرو۔ حق

پر جان دینا ہی سب سے بڑی نیکی ہے- چنانچہ انہیں صبر آ گیا- اسے بھی اس میں ڈال دیا اور آخر میں ان بچوں کی ماں کو بھی ڈال دیا گیا- یہ خوشبو کی لپٹیں اسی جنتی محل سے آ رہی ہیں- آپؐ نے اس واقعہ کے ساتھ ہی بیان فرمایا کہ چار چھوٹے بچوں نے گہوارے ہی میں بات چیت کی- ایک تو یہی بچہ ایک وہ بچہ جس نے حضرت یوسف کی پاکدامنی کی شہادت دی تھی اور ایک وہ بچہ جس نے حضرت جریج ولی اللہ کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام- (تفسیر ابن کثیر)

بہر حال آپ جنت اور دوزخ کی گفتگو سن کر آگے تشریف لے گئے تو آپؐ نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ ایک گروہ ہے جن کے منہ' زبان اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جاتے ہیں' حضور ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں' عرض کیا کہ یہ لوگ بادشاہوں اور امیروں کے مخبر اور سی آئی ڈی ہیں جو رعایا کی طرف سے جھوٹی خبریں پہنچا کر لوگوں پر ظلم کراتے تھے- حضور ﷺ افسوس کرتے ہوئے آگے چلے تھوڑی دور جا کر ملاحظہ فرمایا کہ کچھ لوگ گرفتار ہیں اور ملائک ان کے جسم سے گوشت کے ٹکڑے کاٹتے اور انہیں کھانے کو دیتے ہیں- حضرت جبرائیل نے عرض کیا کہ جناب یہ لوگ غیبت کرنے والے ہیں- اب قیامت تک یہ اپنا گوشت کھاتے رہیں گے-

پھر آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک گروہ کو دیکھا جس کا منہ سیاہ ہے آنکھیں نیلی' نیچے کا ہونٹ ان کا زمین پر پڑا ہوا اوپر کا ہونٹ سر پر رکھا ہوا ہے- لہو اور پیپ ان کے منہ سے جاری ہے جس کی بدبو سے میدان سڑا جاتا ہے- آپ نے پوچھا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں- عرض کیا کہ یہ شراب خوار نابکار ہیں- فرماتے ہیں کہ میرا گزر ایک ایسے گروہ پر ہوا جن کے منہ سور کے سے تھے- ان کی زبانیں پشت کی جانب سے کھینچی گئی تھیں اور وہ سخت عذاب میں مبتلا تھے- حضرت جبرائیل نے کہا کہ یہ جھوٹی گواہی دینے والی قوم ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر میرا گزر عورتوں کے ایک گروہ پر ہوا جن کو آگ کے کپڑے پہنا کر آتشیں کوڑے مارے جاتے تھے- ان کوڑوں کی تکلیف سے یہ عورتیں کتوں کی طرح روتی اور غل مچاتی تھیں میں نے پوچھا

کہ جبرائیل یہ کون سی عورتیں ہیں- عرض کیا کہ یہ میت پر نوحہ کرنے والیاں اور خاوند کو ستانے والیاں عورتیں ہیں- حضور ﷺ افسوس کرتے ہوئے آگے بڑھے-

پھر حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا گذر ایک اور قوم پر ہوا- جن کے منہ کالے تھے اور ان کے سینوں پر آگ کے طبق رکھے تھے- انہوں نے ایسے کپڑے پہنے ہوئے تھے جن سے آگ بھڑکتی تھی- ملائک ان کو آگ کے گرز مارتے تھے- حضرت جبرائیل علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضور ﷺ یہ گانے بجانے والی قوم ہے- جو بے توبہ مر گئے تھے- آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک اور گروہ نظر آیا جو آگ میں جلایا جاتا تھا- ادھر جل چکا ادھر پھر زندہ ہو چکا ادھر- میں نے پوچھا جبرائیل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا حضور یہ والدین کے نافرمان لوگ ہیں جس طرح انہوں نے والدین کو نافرمانی کر کے جلایا تھا- اس کے عذاب میں قیامت تک جلتے رہیں گے-

پھر حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جماعت کو دیکھا کہ ملائک انہیں چھریوں سے کاٹ رہے ہیں- اور ان کے حلقوں سے نہایت بدبودار سیاہ خون نکل رہا ہے- یہ لوگ مر کر پھر اسی وقت زندہ ہو جاتے ہیں اور پھر ذبح کیے جاتے ہیں- جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ قاتل خونی لوگ ہیں- جنہوں نے ناحق خون کیے تھے- اب اس کی سزا میں یہ ہمیشہ ذبح ہوتے رہیں گے-

اور ابو سعید کی روایت بیہقی میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ مجھ کو دہنی طرف سے ایک پکارنے والے نے پکارا کہ میری طرف نظر کیجئے میں آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں- میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا- پھر ایک نے مجھے بائیں طرف سے پکارا میں نے اس کا جواب نہیں دیا اور ایک عورت پر نظر پڑی جو آرائش و زیبائش کیے ہوئے ہے- اور پکارتی ہے کہ اے محمد ﷺ میری طرف نظر کیجئے اور اسی حدیث میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپؐ سے کہا کہ پہلے پکارنے والا یہود کا داعی تھا- اگر آپ اس کا جواب دے دیتے تو آپ کی امت یہودی ہوتی اور دوسرا پکارنے والا نصاریٰ کا داعی تھا اگر آپؐ اس کی بات کا جواب دے دیتے تو آپ

کی امت نصرانی ہو جاتی اور وہ عورت دنیا تھی یعنی اس کے پکارنے پر جواب دینے کا اثر یہ ہوتا کہ آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔ (تفسیر ابن کثیر)

اس طرح کے بہت سے مناظر ملاحظہ فرماتے ہوئے آپ آگے چلے کہ سامنے سے بیت المقدس نظر آیا۔ حضور ﷺ مسجد اقصیٰ کے دروازے پر براق سے اترے۔ جبرائیل امین نے براق کو ایک پتھر سے باندھا اور آپ کو اپنے ساتھ مسجد اقصیٰ میں لے گئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مسجد میں تمام لوگ پہلے سے جمع ہیں۔ سب سے پہلے آپ کی نظر ایک بزرگ پر پڑی آپ نے پوچھا جبرائیل یہ کون ہیں۔ فرمایا یہ آپؐ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ آپ ان کو سلام کیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سلام کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔ پھر ایک بزرگ جن کا سر سفید' چہرہ نورانی' ان کی صورت حضور ﷺ کے چہرہ مبارک سے بہت ملتی تھی۔ پوچھنے پر حضرت جبرائیل نے جواب دیا کہ یہ آپ کے والد ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ ان کے بعد آپؐ نے ایک دراز قد شخص کو ملاحظہ کیا۔ حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ یہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ روح اللہ اور دیگر انبیاء کو ملاحظہ کیا۔ اتنے میں حضرت جبرائیل نے صخرہ بیت المقدس پر کھڑے ہو کر اذان کہی۔ آپ کی اذان سے آسمان کے دروازے کھلے اور ملائک نازل ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ساری مسجد سارا جنگل زمین سے آسمان تک بھر گیا۔ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تکبیر کہی اور تمام صفیں درست ہوئیں' انبیاء اور فرشتے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ کسی کی یہ ہمت نہ تھی کہ مصلیٰ پر چلا جائے۔ ہر ایک پیغمبر کو اس وقت نماز پڑھانے کی تمنا تھی۔ لیکن ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَآءُ جس کا حصہ ہے اسی کو ملے نہ آدم صفی اللہ کو نہ ابراہیم خلیل اللہ کو' نہ موسیٰ کلیم اللہ کو' اور نہ عیسیٰ روح اللہ کو اتنے میں حضرت جبرائیل صفوں سے باہر آئے اور حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا امام الاولین و آخرین مصلیٰ پر تشریف لایئے آپ کس کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیا آپ سے زیادہ افضل کوئی آئے گا۔ مجھے قسم ہے رب العزت کی۔ میں مشرق سے مغرب تک

شمال سے جنوب تک اڑا ہوں۔ اور آسمان سے زمین تک گھوما ہوں مگر آپ سے زیادہ افضل کسی کو نہیں پایا۔ آج کی امامت کے قابل صرف آپ ہی ہیں۔ یہ کہہ کر آپ کا ہاتھ پکڑ کر مصلیٰ امامت پر کھڑا کیا۔ اور کہا کہ یا سید المرسلین آپ کو خبر ہے کہ اس وقت آپ کے پیچھے کون کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں عرض کیا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور رسول اور ساتوں آسمان کے ملائک اس نماز میں آپ کے پیچھے موجود ہیں۔ اس لئے آپ امام الانبیآء ہیں۔ نماز کے بعد تمام انبیاء علیہ السلام آپ کو حلقے میں لے کر بیٹھ گئے اور بعض بعض نبیوں نے تعارفی تقریر بھی کی۔

سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

﴿فَقَالَ اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلاَمُ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلاً وَاَعْطَانِیْ مُلْكًا عَظِیْمًا وَ جَعَلَنِیْ اُمَّةً قَانِتًا یُوْتَمُّ بِیْ وَاَنْقَذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَجَعَلَهَا عَلٰی بَرْدًا وَسَلاَمًا﴾

ترجمہ:۔''سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے خلیل بنایا اور مجھے بہت بڑا ملک عطا فرمایا اور مجھ کو اپنا فرمانبردار بنایا اور مجھے لوگوں کا پیشوا بنایا کہ لوگ میری اقتدا کریں اور نمرود کی آگ سے مجھے آزاد کیا اور اس کو میرے اوپر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا کیا۔''

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ خطبہ دیا:

﴿اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ كَلَّمَنِیْ تَكْلِیْمًا وَجَعَلَ هِلاَكَ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَنَجاةَ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی یَدِیْ وَجَعَلَ مِنْ اُمَّتِیْ قَوْمًا یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ﴾

یعنی سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے مجھ سے خصوصیت سے کلام کیا اور فرعونیوں کو غارت کیا اور بنی اسرائیل کو میرے ہاتھوں سے فرعون سے اور دریائے نیل میں غرق ہونے سے بچایا۔ اور میری امت کو

ہدایت یافتہ بنایا- جو حق کے ساتھ لوگوں کی راہنمائی کرتی ہے-اور اسی کے مطابق انصاف کرتی ہے-"

پھر داؤد علیہ السلام نے فرمایا:

﴿ثُمَّ اِنَّ دَاوُدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَثْنٰی عَلٰی رَبِّهٖ فَقَالَ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ لِیْ مُلْکًا عَظِیْمًا وَعَلَّمَنِی الزَّبُوْرَ وَاَلَنَّ بِیَ الْحَدِیْدَ وَسَخَّرَلِیَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ وَاَعْطَانِیَ الْحِکْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾

"پھر داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی ثنا بیان کرتے ہوئے یہ تقریر کی کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں-- جس نے مجھ کو عظیم الشان سلطنت عطا فرمائی اور زبور شریف کا علم عطا فرمایا اور لوہے کو میرے لئے نرم کر دیا .اور پہاڑوں کو میرے لئے مسخر کر دیا اور پرندوں کو بھی جو میرے ساتھ تسبیح الٰہی کے بیان کرنے میں شریک رہتے تھے اور مجھ کو حکمت اور صاف گوئی کی قوت عطا فرمائی-"

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ تقریر کی:

﴿اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ سَخَّرَلِیَ الرِّیَاحَ وَسَخَّرَلِیَ الشَّیَاطِیْنَ یَعْمَلُوْنَ لِیْ مَا شِئْتُ مِنْ مَحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ وَجِفَانٍ کَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رَّاسِیَاتٍ وَ عَلَّمَنِیْ مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاٰتَانِیْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ فَضْلاً وَسَخَّرَلِیْ جُنُوْدًا الشَّیَاطِیْنَ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ وَ فَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاٰتَانِیْ مُلْکًا عَظِیْمًا لَایَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِنْ بَعْدِیْ وَجَعَلَ مُلْکِیْ مُلْکًا طَیِّبًا لَیْسَ فِیْهِ حِسَابٌ﴾

"یعنی جمیع حمدیں ثابت ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے میرے لئے ہوا کو مسخر بنایا اور شیاطین کو بھی مسخر کیا جو چیزیں میں چاہتا تھا وہ بنوا لیتا تھا- جیسے عالی شان امارات اور مجسم تصاویر (جو کہ اس وقت درست تھیں) اور تالاب کی طرح بڑے بڑے پیالے اور بھی جگہ رکھی ہوئیں دیگیں اور مجھ کو

پرندوں کی بولی کا علم دیا اور اپنے فضل سے مجھ کو ہر قسم کی چیزیں دیں اور میرے لئے شیاطین اور انسان اور جن اور پرندوں کے لشکروں کو مسخر کیا۔ اور مجھ کو ایسی سلطنت بخشی کہ میرے بعد کسی کے لئے شایان شان نہیں ہو گی اور میرے لئے ایسی پاکیزہ سلطنت تجویز کی کہ اس کے متعلق مجھ سے کچھ حساب ہی نہ ہوگا۔''

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

﴿اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ كَلِمَتَهُ وَجَعَلَ مَثَلِیْ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝ وَعَلَّمَنِیَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَجَعَلَنِیْ اَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنَ طَیْرًا بِاِذْنِهِ اللّٰهِ وَجَعَلَنِیْ اَبْرَأُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَرَفَعَنِیْ وَطَهَّرَنِیْ وَاَعَاذَنِیْ وَ اُمِّیَ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَلَمْ یَكُنْ لِلشَّیْطٰنِ عَلَیْنَا سَبِیْلٌ ۝﴾

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ جس نے مجھے اپنے حکم سے پیدا کیا اور کلمۃ اللہ بنایا اور مجھے آدم علیہ السلام کی طرح بنایا اور بغیر باپ کے پیدا کیا اور مجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائی اور میں مٹی کے جانور بنا کر اس میں پھونک مار دیتا تو وہ اڑ جاتا۔ اور میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بلند کیا اور مجھے پاک وصاف کیا اور مجھے اور میری ماں کو شیطان مردود سے دور رکھا اور شیطان کا ہمارے اوپر کوئی تسلط نہیں۔

پھر حضور ﷺ نے بیان فرمایا:

﴿ثُمَّ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَثْنٰى عَلٰى رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ كُلُّكُمْ اَثْنٰى عَلٰى رَبِّهٖ وَ اِنِّیْ لَمُثْنِیْ عَلٰى رَبِّیْ فَقَالَ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ

الَّذِیْ اَرْسَلَنِی رَحْمَةً لِلْعَالَمِیْنَ وَكَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِیْرًا وَ نَذِیْرًا وَ اَنْزَلَ عَلَیَّ الْفُرْقَانَ فِیهِ بَیَانٌ لِكُلِّ شَیْءٍ وَجَعَلَ اُمَّتِی خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَجَعَلَ اُمَّتِیْ اُمَّتًا وَسَطًا وَجَعَلَ اُمَّتِیْ هُمَ الْاَوَّلُوْنَ وَهُمُ الْاٰخِرُوْنَ وَ شَرَحَ لِیْ صَدْرِیْ وَوَضَعَ عَنِّیْ وِزْرِیْ وَرَفَعَ لِیْ ذِكْرِیْ وَجَعَلَنِیْ فَاتِحًا وَ خَاتِمًاO﴾

پھر سید المرسلین محمد ﷺ نے فرمایا تم سب نے تو اللہ تعالیٰ کی تعریفیں بیان کر لیں- اب میں کرتا ہوں- اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد وثناء ہے- جس نے مجھے رحمۃ اللعالمین بنا کر اپنی تمام مخلوق کے لئے ڈرانے اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا- مجھ پر قرآن کریم نازل فرمایا- جس میں ہر چیز کا بیان ہے- میری امت کو تمام امتوں سے افضل بنایا جو کہ اوروں کی بھلائی کے لئے بنائی گئی ہے- اسے بہترین امت قرار دیا- انہی کو اوّل کی اور آخر کی امت بنایا- میرے لئے میرا سینہ کھول دیا اور میرے بوجھ دور کر دیئے اور میرا ذکر بلند کر دیا- اور مجھے شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا بنا دیا-

یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ان ہی وجوہات کی وجہ سے آنحضرت ﷺ سب سے افضل ہیں- امام ابوجعفر رازی فرماتے ہیں شروع کرنے والے آپؐ ہیں یعنی بروز قیامت شفاعت آپ ہی سے شروع کی جائے گی- پھر آپ کے سامنے تین ڈھکے ہوئے برتن پیش کئے گئے پانی کے برتن سے آپؐ نے تھوڑا سا پانی پی کر واپس کر دیا پھر دودھ کا برتن لے کر آپؐ نے پیٹ بھرا- پھر شراب کا برتن لایا گیا- تو آپؐ نے اس کے پینے سے انکار کر دیا- کہ میں شکم سیر ہو چکا ہوں- حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ یہ آپ کی امت پر حرام کی جانے والی ہے اگر آپ اس کو پی لیتے تو پھر آپ کی امت سے آپ کے تابعدار کم ہی ہوتے- اس کے بعد آسمان پر جانے کے لئے براق کی سواری لائی گئی آپ اس پر سوار ہو کر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے

ساتھ اوّل آسمان پر پہنچے جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوایا چوکیدار فرشتوں کی طرف سے پوچھا کون ہے؟ فرمایا میں جبرائیل ہوں- پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ ہیں- پوچھا گیا- کیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھجوایا گیا- جبرائیل نے کہا ہاں- (بخاری اور بیہقی کی حدیث میں ابوسعید سے روایت ہے- کہ آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پہنچے اس کا نام باب الحفظہ ہے- اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے- اس کا نام اسماعیل ہے- اس کی ماتحتی میں بارہ ہزار فرشتے ہیں- بخاری شریف کی روایت میں ہے- کہ فرشتوں نے یہ سن کر مرحبا کہا اور کہا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا آپ فرماتے ہیں کہ میں وہاں پہنچا تو حضرت آدم علیہ السلا موجود تھے- جبرائیل نے کہا یہ آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں- ان کو سلام کیجئے میں نے ان کو سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا- اور کہا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح کو- اور ایک روایت میں ہے کہ آسمان دنیا میں ایک شخص کو بیٹھے دیکھا جن کے داہنی طرف کچھ صورتیں نظر آئیں ہیں تو وہ ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں- میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ کون ہیں- انھوں نے کہا آدم علیہ السلام ہیں- اور دائیں اور بائیں طرف ان کو اولاد کی روحیں ہیں- داہنی طرف والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے جہنمی ہیں- اسی لئے دائیں طرف دیکھ کر ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں- بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرائیل لے کر آگے بڑھے- یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے؟ جبرائیل نے کہا میں جبرائیل ہوں پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے فرمایا محمد ﷺ ہیں پوچھا گیا کہ کیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں- فرشتوں نے یہ سن کر کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا- جب میں وہاں پہنچا تو حضرت عیسیٰ و یحیٰی علیہ السلام کو دیکھا- جبرائیل نے کہا ان کو سلام کیجئے میں نے ان کو سلام کیا ان دونوں نے جواب دیا- پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو- حضرت یحیٰی علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہ السلام کی خالہ

ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام والدہ کی خالہ کے نواسے ہیں۔ جو کہ نانی بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی کو بمنزلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے قرار دیا گیا۔ اگرچہ بیٹے نہیں مگر نواسے ہیں اور ان دونوں بھائیوں کو اس لئے کہا کہ یہ حضور اقدسؐ کے اجداد میں سے نہیں تھے۔ بخاری شریف میں ہے۔ کہ مجھ کو جبرائیل علیہ السلام لے کر تیسرے آسمان کی طرف چلے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون جبرائیل نے کہا میں جبرائیل ہوں فرشتوں نے پوچھا آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھیجا گیا؟ کہا ں ہاں۔ فرشتوں نے کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام موجود ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا پھر انھوں نے کہا مرحبا صالح بھائی اور نبی صالح کو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک بڑا حصہ عطا کیا گیا اور بیہقی کی حدیث میں بروایت حضرت ابوسعید اور طبرانی کی حدیث میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یوسف علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہے۔ کہ ایک شخص کو دیکھا خلق اللہ سے زیادہ حسین ہے اور لوگوں پر حسن میں ایسی فضیلت رکھتا ہے۔ جیسے چودھویں رات کا چاند تمام ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے۔

بخاری شریف میں ہے۔ کہ جبرائیل علیہ السلام مجھ کو لے کر آگے چڑھے یہاں تک کہ چوتھے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون فرمایا میں جبرائیل ہوں پھر پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے فرمایا محمد ﷺ ہیں پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں کہا گیا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے جب میں وہاں پہنچا تو ادریس علیہ السلام موجود تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ادریس علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا انھوں نے جواب دیا اور کہا مرحبا نبی صالح اور

برادر صالح کو- پھر جبرائیل مجھ کو لے کر آگے چڑھے یہاں تک کہ پانچویں آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون؟ فرمایا میں جبرائیل ہوں اور میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں-فرشتوں نے کہا کہ کیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھیجا گیا فرمایا ہاں یہ سن کر فرشتوں نے کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ہارون علیہ السلام تھے- جبرائیل نے کہا یہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے ان کو سلام کی انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا نبی صالح اور برادر صالح کو-

پھر جبرائیل مجھ لے کر آگے چڑھے یہاں تک کہ چھٹے آسمان پر پہنچے پھر دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون؟ فرمایا میں جبرائیل ہوں پھر پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے فرمایا محمد ﷺ ہیں- پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں- کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے- جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام موجود ہیں جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے ان کو سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا برادصالح اور نبی صالح کو- پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ رونے لگے پوچھا گیا کہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ انھوں نے کہا میں اس لئے روتا ہوں- کہ ایک نوجوان پیغمبر میرے بعد مبعوث ہوئے جن کی امت کے جنت میں داخل ہونے والے میری امت کے جنت میں داخل ہونے والوں سے زیادہ ہیں- تو مجھ کو اپنی امت پر حسرت ہے کہ میرا انھوں نے اس طرح اتباع نہ کیا جس طرح محمد ﷺ کی امت آپ کی اطاعت کرے گی- اور اسی لئے میری امت کے ایسے لوگ جنت سے محروم رہے تو ان کے حال پر رونا آتا ہے- پھر جبرائیل علیہ السلام مجھ کو لے کر آگے چڑھے یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون فرمایا میں جبرائیل ہوں اور تمہارے ساتھ کون ہے کہا محمد ﷺ ہیں- پوچھا کیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں-فرشتوں نے کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے- جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو موجود

پایا میں نے جبرائیل کے کہنے پر ان کو سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح کو- اور ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی کمر بیت المعمور سے لگائے بیٹھے تھے- اور بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں (مسلم) اور دلائل النبوۃ بیہقی میں حضرت ابوسعید سے روایت ہے- کہ جب مجھ کو آسمان ہفتم پر چڑھایا گیا تو دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں' اور ان کے ساتھ قوم کے کچھ لوگ بھی ہیں- اور میری امت بھی موجود ہے- یہ دو قسم کے لوگ ہیں- ایک وہ جن پر سفید کپڑے ہیں اور ایک وہ جن پر میلے کپڑے ہیں- میں بیت المعمور میں داخل ہوا اور میرے ساتھ سفید کپڑوں والے بھی داخل ہوئے اور دوسرے لوگ روک دیئے گئے- سو میں نے اور میرے ساتھ والوں نے وہاں نماز پڑھی- اور حضرت علیؓ معراج والی حدیث میں یہ بھی بیان کرتے ہیں- کہ آپ جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ آسمان میں حجاب تک پہنچے- پھر اس حجاب کے اندر سے ایک فرشتہ باہر آیا- جس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کبھی نہیں دیکھا تھا- شفا الصدور میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ آپ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں جبرائیل نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا- تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایسے مقام پر کوئی دوست اپنے دوست کو نہیں چھوڑتا- آپ میرا ساتھ کیوں چھوڑ رہے ہیں- تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں اس مقام سے آگے بڑھوں تو نور سے جل جاؤں گا- شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقع کو یوں بیان کیا ہے-

بدو گفت سالار بیت الحرام — کہ اے حامل وحی برتر خرام
چوں در دوستی مخلصم یافتی — نمائم زصحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند — بماندم کہ نیرو ی بالم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

اور اس حدیث مذکور میں یہ بھی ہے کہ پھر مجھ کو نور میں پیوست کر دیا گیا اور ستر ہزار حجاب مجھ کو طے کرا دیئے گئے اور مجھ سے تمام انسانوں اور فرشتوں کی آہٹ منقطع

ہوگئی اس وقت مجھ کو وحشت ہوئی- تو اس وقت پکارنے والے نے مجھ کو ابوبکر کے لہجہ میں پکارا کہ ٹھہر جایئے آپ کا رب صلوۃ میں مشغول ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو ان دو باتوں پر تعجب ہوا- ایک تو یہ کہ کیا مجھ سے ابوبکر آگے بڑھ گئے ہیں اور دوسرا یہ کہ میرا رب صلوۃ سے بے نیاز ہے- ارشاد ہوا کہ اے محمد یہ آیت پڑھو- هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا٥ تو میری صلوٰۃ سے مراد رحمت ہے- آپ کے اور آپ کی امت کے لئے اور ابوبکر کی آواز کا قصہ یہ ہے- کہ ہم نے ایک فرشتہ ابوبکر کی آواز کا اور صورت کا پیدا کیا- کہ آپ کو ان کے لہجے میں پکارے تا کہ آپ کی وحشت دور ہو اور آپ کو ایسی ہیبت لاحق نہ ہو جو آپ کے فہم و مقصود سے مانع ہو اور شفا الصدور کی ایک روایت میں یہ ہے- کہ بعد قطع حجابات کے ایک رفرف یعنی سبز مسند میرے لئے اتاری گئی اور میں اس پر رکھا گیا- پھر مجھ کو اوپر اٹھایا گیا یہاں تک کہ میں عرش تک پہنچا تو میں نے ایسا امر عظیم دیکھا- کہ زبان اس کا بیان نہیں کرسکتی- مواہب نے ابن غالب کے حوالہ سے ان روایات کو شفا الصدور سے نقل کیا ہے- اور بخاری شریف کی روایت میں یوں ہے کہ میں ایک ایسے ہموار میدان میں پہنچا جہاں میں نے قلموں کے لکھنے کی آواز سنی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میری امت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں- اور احمد کی روایت میں ہے کہ سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں نازل ہوئیں اور جو شخص آپ کی امت میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے- اور مسلم میں ہے کہ آپ سے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور کسی وجہ سے کر نہ سکے تو اس کو ثواب ملے گا اور جب گناہ کا ارادہ کرے اور اس گناہ کو نہ کرے تو بالکل گناہ نہیں لکھا جائے گا- اور بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا بھی اور وہ آپ سے ہم کلام بھی ہوا- اور جنت دوزخ کو بھی دیکھا کہ جہنم میں زیادہ تر ناشکر گزار عورتیں نظر آئیں اور جنت میں زیادہ تر غربا و مساکین دکھائی دیئے- بہرحال آپؐ بہت سے عجائبات کو ملاحظ

کرتے ہوئے واپس ہولئے- آتے ہوئے راستہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی- انہوں نے دریافت کیا کہ آپ کو کیا حکم ملا ہے- میں نے کہا کہ ایک دن رات میں مجھ پر اور میری امت پر پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ کی امت کے لوگ ایک دن رات میں پچاس نمازیں ادا نہیں کر سکتے - میں بنی اسرائیل کا خوب تجربہ کر چکا ہوں آپ اپنے رب کے پاس واپس جایئے اور کمی کی درخواست کیجئے -موسیٰ علیہ السلام کے فرمانے پر میں خدا کے پاس گیا اللہ تعالیٰ نے میری درخواست کو قبول کرتے ہوئے دس نمازوں کی تخفیف کر دی- پھر میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا کہ دس نمازوں میں کمی کر دی گئی ہے-موسیٰ علیہ السلام نے پھر کہا جاؤ اور کمی کراؤ میں ان کے کہنے پر پھر گیا اور معافی کی اپیل کی غرض یہ کہ کئی دفعہ اللہ تعالیٰ کے پاس گیا اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا تو کسی پھیرے میں دس نمازیں معاف ہوئیں اور کسی میں پانچ پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ جاؤ اور کمی کرواؤ- میں نے کہا کہ اب مجھے شرم آتی ہے- جتنا خدا نے فرض کی میں اسی پر راضی ہوں- آپ فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں سے واپس آیا تو ایک پکارنے والے نے مجھے پکارا کہ میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دیا اور یہ پانچ نمازیں پچاس نمازوں کے برابر ہیں- پھر میں جہاں سے گیا تھا وہیں آ گیا صاحب قصیدہ نے آپ کے معراج کے بارے میں کیا خوب کہا ہے-

سَرَیْتَ مِنْ حَرَمٍ لَیْلًا
كَمَا سَرَى الْبَدَرُ فِی دَاجٍ مِنَ الظُّلَمِ

آپ ایک شب میں حرم شریف مکہ سے حرم محترم بیت المقدس تک ایسے تشریف لے گئے جیسا کہ بدر تاریکی کے پردے میں نہایت درخشیانی سے جاتا ہے-

وَبِتَّ تَرْقٰی اِلٰی اَنْ نِلْتَ
مِنْ قَابَ قوسَیْنِ لَمْ تدرک وَلَمْ ترِمْ

اور آپ نے بحالت ترقی رات گزاری اور یہاں تک ترقی فرمائی - اور ایسا قرب الٰہی حاصل کیا جس پر مقربان درگاہ خداوندی سے کوئی نہیں پہنچایا گیا تھا بلکہ اس مرتبہ کا سبب غایت رفعت کسی نے مقدر نہیں کیا تھا - جیسا آپ نے کیا -

وَقَدْ مَتکَ جَمِیعُ الاَنبِیَآءِ
وَالرُّسُلُ تَقْدِیمَ مَخْدُومٍ عَلٰی خَدَمٍ

اور آپ کو مسجد بیت المقدس میں تمام انبیاء رسل نے اپنا پیشوا بنایا جیسا کہ مخدوم خادموں کا امام اور پیشوا ہوتا ہے -

وَاَنتَ تَخْتَرِقُ السَّبعَ الطِّبَاقَ بِھِمْ
فِی مَرْکَبٍ کُنتَ فِیهِ صَاحِبُ الْعِلْمِ

اور منجملہ آپ کی ترقیات کے یہ امر ہے کہ آپ سات آسمانوں کو طے کرتے جاتے تھے جو ایک دوسرے پر ہیں - ایسے لشکر ملائکہ میں جو بلحاظ آپ کی عظمت وشان و تالیف قلب مبارک آپ کے ہمراہ تھا اور جس کے سردار اور صاحب علم آپ ہی تھے -

حَتّٰی اِذَا لَمْ تَدَعْ شَاْوًا لِمُسْتَبِقٍ
مِنَّ الدَّنُوِّ وَلَا مَرْقًا لِمُسْتَنِمِ

آپ مرتبہ عالی کی طرف برابر ترقی کرتے رہے اور برابر آسمانوں کو طے کرتے رہے یہاں تک کہ جب آگے بڑھنے کی قدر و منزلت کی انتہا نہ رہی اور کسی طلب رفعت کے لئے ترقی کا موقع نہ رہا -

حَفَفْتُ کُلَّ مَکَانٍ بِالاِضَافَةِ اِذْ
نُودِیتُ بِالرَّفعِ مِثْلَ المُفْرَدَ العِلَمِ

تو جس وقت آپ کی ترقیات نہایت درجہ کو پہنچ گئی تو آپ نے ہر مقام انبیآء کو اپنے مرتبہ کے جو خداوند تعالیٰ سے عنایت ہوا اپنے مرتبہ سے پست کر دیا جب کہ آپ یا مُحَمَّدُ اُدْنَ کہہ کر واسطے ترقی مرتبہ کے مثل یکتا اور نامور شخص کے پکارے گئے -

کَمَا تَفُوزُ بِوَصْلٍ اَیَّ مُسْتَتِرٍ

عَنِ الْعُيُوْنِ وَسِرٍّ اَنَّ مُكْتَتَمٍ ○

یہ ندا یا محمدؐ کی اس لئے تھی تا کہ آپ کو وہ وصل حاصل ہو جو نہایت درجہ سے پوشیدہ تھا- اور کوئی مخلوق اس کو دیکھ نہیں سکتی اور تا کہ آپ کامیاب ہوں اس اچھے بھید سے جو آپ سے پوشیدہ ہے- سیرت ابن ہشام میں حضرت ام ہانی سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہے کہ جس رات آپ کو معراج ہوئی اس رات آپؐ میرے گھر تشریف فرما تھے آپ عشآء کی نماز پڑھ کر سو گئے- جب فجر کے قبل کا وقت ہوا- تو ہم کو رسول اللہ نے بیدار کیا جب آپ صبح کی نماز پڑھ چکے اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی جیسا کہ تم نے دیکھا تھا- پھر فرمایا اے ام ہانی میں نے تم لوگوں کے ساتھ عشآء کی نماز پڑھی- پھر میں نے اب صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی- جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو پھر آپ باہر جانے کے لئے اٹھے میں نے آپ کی چادر کا گوشہ پکڑ لیا اور عرض کیا یا نبی ﷺ لوگوں سے یہ قصہ نہ کہیں ورنہ لوگ آپ کی تکذیب کریں گے اور آپ کو ایذا دیں گے آپ ﷺ نے فرمایا واللہ میں ضرور ان سے بیان کروں گا- میں نے اپنی حبشی لونڈی سے کہا کہ تم آپؐ کے پیچھے پیچھے جانا تا کہ آپ جو لوگوں سے کہیں اور لوگ آپ سے کہیں وہ میں سن لوں- جب آپ باہر تشریف لے گئے اور لوگوں کو خبر دی تو انہوں نے تعجب سے کہا اے محمدؐ اس کی کوئی نشانی ہے- کیونکہ ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سنی- آپؐ نے فرمایا کہ نشانی اس کی یہ ہے کہ میں فلاں قبیلہ کے فلاں قافلے پر سے گزرا تھا اور ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا- میں نے ان کو بتلایا تھا اس وقت سو میں شام کو جا رہا تھا- پھر میں واپس آیا یہاں تک کہ میں جب ضجنان کے فلاں قبیلے کے قافلے پر پہنچا- تو میں نے لوگوں کو سوتا ہوا پایا اور ان کا ایک برتن تھا جس میں پانی تھا اور اس کو ڈھانپ رکھا تھا میں نے ڈھکنا اتار کر اس کا پانی پیا اور بدستور اس کو ڈھانپ دیا- اور اس کی یہ بھی نشانی ہے کہ ان کا وہ قافلہ بیضا سے ثنیۃ التنعیم کو آ رہا تھا- سب سے آگے ایک خاکستری رنگ کا اونٹ تھا اس پر دو بورے لدے ہیں ایک کالا ایک دھاریدار- چنانچہ لوگ ثنیۃ التنعیم کی طرف دوڑے- تو اس اونٹ سے پہلے کوئی اور اونٹ نہیں ملا

جیسا کہ آپؐ نے فرمایا اور ان سے برتن کا قصہ پوچھا اُنھوں نے خبر دی کہ ہم نے پانی بھر کر ڈھانک رکھا تھا۔ سو ڈھکا ہوا تو ملا مگر اس میں پانی نہ تھا اور ان دوسرے سے بھی پوچھا۔ اور یہ لوگ مکہ آ چکے تھے۔ انھوں نے کہا واقعی صحیح بیان فرمایا۔ اس وادی میں ہمارا اونٹ بھاگ گیا تھا ہم نے ایک شخص کی آواز سنی جو اونٹ کی طرف ہم کو پکار رہا تھا۔ یہاں تک کہ ہم نے اونٹ کو پکڑ لیا۔ (ابن ہشام) تفسیر ابن کثیر میں معراج کی تصدیق اور تردید کے بارے میں ایک مشہور روایت ہے جس کو حافظ ابو نعیم اصبہانی نے کتاب دلائل النبوۃ میں بیان کیا ہے کہ جب وحیہ بن خلیفہ کو رسول کریم ﷺ نے قیصر روم کے پاس بطور قاصد کے اپنے نامہ مبارک کے ساتھ بھیجا یہ وہاں پہنچے اور عرب تاجروں کو جو ملک شام میں تھے۔ ہرقل نے جمع کیا ان میں ابوسفیان صخر بن حرب بھی تھے۔ اور ان کے ساتھ مکہ کے اور کافر بھی تھے۔ پھر ہرقل بادشاہ نے ان سے بہت سے سوالات کئے جو بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں۔ ابوسفیان کی اوّل سے آخر تک یہی کوشش رہی کہ کسی طرح حضور ﷺ کی برائی اور حقارت ان کے سامنے بیان کرے۔ تا کہ بادشاہ کے دل کا میلان حضور ﷺ کی طرف نہ ہو وہ کہتا ہے کہ میں نے صرف اس خوف سے غلط باتیں کرنے اور تہمت دھرنے سے باز رہا کہ کہیں اس پر میرا جھوٹ نہ کھل جائے پھر تو یہ میری بات کو جھٹلا دے گا۔ اور بڑی ندامت ہوگی۔ اس وقت دل میں خیال آیا اور میں نے کہا بادشاہ سلامت سنیے میں ایک واقعہ بیان کروں جس سے آپ پر ہر بات کھل جائے گی کہ محمد ﷺ بڑے جھوٹے آدمی ہیں سنیے ایک دن وہ کہنے لگے کہ وہ اس رات مکہ سے چلے اور آپ کی اس مسجد میں یعنی بیت المقدس کی مسجد قدس میں آئے اور پھر صبح سے پہلے وہ مکہ واپس پہنچ گئے۔ میری یہ بات سنتے ہی بیت المقدس کا لاٹ پادری جو شاہ روم کی اس مجلس میں بیٹھا تھا۔ فوراً ہی بول اٹھا کہ یہ سچ ہے مجھے اس رات کا علم ہے۔ قیصر نے تعجب خیز نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور ادب سے پوچھا کہ جناب آپ کو کیسے معلوم ہوا اس نے کہا سنیے میری عادت تھی اور یہ کام میں نے اپنے متعلق کر رکھا تھا کہ جب تک مسجد شریف کے تمام

دروازے اپنے ہاتھ سے بند نہ کرلوں۔ سوتا نہ تھا اس رات میں درواز بند کرنے کو کھڑا ہوا۔ سب دروازے اچھی طرح بند کر دیئے لیکن ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہوسکا۔ میں نے ہر چند زور لگایا مگر کواڑ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ میں نے اس وقت اپنے آدمیوں کو آواز دی وہ آئے اور ہم سب نے مل کر زور لگایا۔ لیکن سب کے سب ناکام رہے بس یہ معلوم ہو رہا تھا کہ کسی پہاڑ کو ہم اپنی جگہ سے سرکانا چاہتے ہیں میں نے بڑھئی بلوائے انھوں نے بھی دیکھا بہت ترکیبیں سوچیں کوشش کیں وہ بھی ہار گئے۔ اور کہنے لگے صبح پر رکھیے چنانچہ وہ دروازہ سب یوں ہی کھلا رہا۔ میں صبح ہی اس دروازہ کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس دروازے کے پاس کونے میں جو چٹان پتھر کی تھی۔ اس میں ایک سوراخ ہے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس میں کسی نے رات کو جانور باندھا ہے۔ اس کے اثر اور نشان موجود تھے۔ میں سمجھ گیا اور اسی وقت میں نے اپنی جماعت سے کہا کہ آج کی رات یہ مسجد کسی نبی کے لئے کھلی رکھی گئی ہے۔ اور اس نے ضرور یہاں نماز ادا کی ہے یہ حدیث بہت لمبی ہے۔ مسلم شریف میں ہے۔ کہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے معراج کا یہ واقعہ مشرکین مکہ کو سنایا تو ان لوگوں نے اس کی تردید اور تکذیب کی۔ اور بیت المقدس کی علامتیں دریافت کرنی شروع کی تو اللہ تعالی نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا اور جو باتیں اور نشانیاں مشرکین مجھ سے دریافت کرتے جاتے تھے۔ میں دیکھ دیکھ کر بتاتا جاتا تھا۔ اور ان بیانات سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوگئی۔ کہ رسول کریم ﷺ بحکم خدا مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور وہاں سے ساتوں آسمان پر تشریف لے گئے۔ اور جسم سمیت گئے اور جسم سمیت واپس آئے۔ کہ محض ایک خواب نہ تھا۔ کہ روح مع جسم کے بیداری کی حالت میں گئے۔ اور آئے قرآن مجید نے یہی بتایا ہے کہ آپ جسم سمیت گئے اور واپس آئے حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جسم اور روح سمیت آپ کو معراج ہوئی۔ اور ہوئی بھی تو جاگتے میں نہ خواب سمیت۔ ہاں اس کا انکار نہیں کہ یہ خبریں حضور کو خواب میں دکھائی گئیں۔ اور آپ خواب میں جو کچھ ملاحظ فرماتے۔ اسے اسی طرح جاگتے ہوئے

ملاحظہ فرمالیا- اس کی ایک بڑی دلیل تو یہ ہے- کہ اس واقعہ کے بیان فرمانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکیزگی بیان فرمائی ہے- اور اس اسلوب بیان کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے بعد کی کوئی بڑی بات اہم ہے- اور اگر یہ واقعہ خواب کا مان لیا جائے تو خواب میں ایسی باتیں دیکھ لینا اتنا اہم نہیں کہ اس کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پہلے سے بطور احسان اور بطور اظہار قدرت اپنی تسبیح بیان کرتے پھر اگر یہ واقعہ خواب کا ہی ہے- تو کفار اس طرح جلدی سے آپ کی تکذیب نہ کرتے- ایک شخص اپنا خواب اور خواب میں دیکھی ہوئی چیزیں بیان کر رہا ہے- کوئی وجہ نہیں کہ لوگ سختی سے انکار کریں- پھر اس سے پہلے جو لوگ آپ پر ایمان لا چکے تھے- اور آپ کی رسالت کو قبول کر چکے تھے- کیا وجہ ہے کہ اس واقعہ معراج کو سن کر اسلام سے پھر جاتے ہیں- اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے- کہ آپ نے خواب کا معاملہ بیان نہیں فرمایا تھا- پھر قرآن مجید کے لفظ بِعَبْدِهٖ پر غور کریں' تو اس کا اطلاق روح اور جسم دونوں کے مجموعہ میں آتا ہے- پھر اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا کا فرمانا اس چیز کو اور صاف کر دیتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں لے گیا اس دیکھنے کو لوگوں کی آزمائش کا سبب آیت وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِىْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ- میں فرمایا گیا ہے- اگر یہ خواب ہی تھا- تو اس میں لوگوں کی ایسی بڑی کون سی آزمائش تھی- جسے مستقل طور پر بیان فرمایا جاتا ہے- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں- کہ یہ آنکھوں کا دیکھنا تھا- جو رسول کریم ﷺ کو دکھایا گیا تھا- (بخاری) خود قرآن کہتا ہے- مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى نہ تو نگاہ بھٹکی اور نہ بہکی- یعنی نگاہ انسان کی ذات کا بہت بڑا وصف ہے نہ کہ صرف روح کا پھر براق کی سواری لایا جانا اور اس سفید چمکیلے جانور پر سوار ہو کر آپ کو لے جانا بھی اسی کی دلیل ہے- کہ یہ واقعہ جاگنے کا اور جسمانی ہے- ورنہ صرف روح کے لئے سواری کی ضرورت نہیں- خلاصہ یہ ہے کہ معراج کی تصدیق اور تردید ہر مخالف اور موافق نے کی- اور اس کا ثبوت قرآن مجید اور احادیث متواترہ سے ہے اور علمائے کرام نے بھی اسے عقلی دلیلوں سے ثابت

کرنے کی کوشش کی ہے موجودہ دور سائنس اور راکٹ کا دور ہے- اب لوگ راکٹ کے ذریعے چاند کی سیر کر رہے ہیں- جن لوگوں نے معراج کا حالت بیداری میں جسم کے ساتھ ہونے سے انکار کیا- ان کا انکار دو وجہ سے ہے- ایک تو یہ کہ اس قدر تیز حرکت قیاس میں نہیں اور دوسرے یہ کہ لاکھوں کروڑوں برس کا فاصلہ طے کر کے پہنچے- اور پھر اس کے اجزاء میں اتصال رہے- دوسری یہ کہ آسمان مثل پیاز کے چھلکوں کے ایک پرت دوسرے پرت سے ملے ہوئے ہیں- اور وہ پھٹنے اور جڑنے کے قابل نہیں- دوسرا شبہ تو صرف بطلیموس کی تقلید سے پیدا ہو گیا تھا کیونکہ اس نے تو آسمان ٹھوس' سخت' اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے نکالے اور اس کا نکالا ہوا نظام مسلمانوں نے عربی زبان میں نقل کیا اور وہی مسلمانوں میں شائع ہوا- حالانکہ خود حکماء نے اس نظام کو باطل کر دیا اور آسمانوں کا جس ایسا سخت کہ جس میں کوئی چیز نہ پھر سکے غلط ثابت ہوا- اور ثابت ہوا کہ یہ امر ہزارہا تارے اور اجسام ان آسمانوں میں جو فضا کی طرح معلوم ہوتا ہے پھرا کرتے ہیں اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ آسمان ٹھوس اور سخت اجسام ہیں تو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ ان میں دروازے اور راستے نہیں ہیں- اور جو یہ بھی فرض کر لیا جائے تو یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ وہ پھٹنے اور جڑنے کے لائق نہیں ہیں- جو اگلے حکماء نے دلیل آسمانوں کے نہ پھٹنے پر قائم کی ہے- وہ کئی جگہ سے مخدوش ہے اور حق کے مقدمات ممنوع نہیں- اب رہا پہلا امر تو اس کا جواب یہ ہے کہ صرف قیاس میں نہ آنے سے کوئی امر محال نہیں ہو سکتا خود زمین کی حرکت کو دیکھ لو- اٹھاون ہزار میل ایک گھنٹے میں سے کرتی ہے- یعنی توپ کے گولے سے ایک سو بیس گناہ جلد جا رہی ہے- پھر نہ زمین کے اجزاء میں تفرق ہوتا ہے اور نہ ہم کو کسی قسم کی پریشانی ایسی تیز حرکت سے حاصل ہوتی ہے اور جن لوگوں کے نزدیک آفتاب متحرک ہے- اور زمین ساکن ہے- تو آفتاب زمین سے دس کروڑ میل کے فاصلہ پر ہونے سے اس کا مدار ساٹھ کروڑ میل ہوا- اور ساٹھ کروڑ کو چوبیس پر تقسیم کرو تو ہر ایک ساعت میں اڑھائی کروڑ میل آفتاب کی حرکت ہوئی- حالانکہ اس قدر تیز حرکت سے بھی نہ

آسمان کا جرم پھٹتا ہے- نہ اس کے اجزا میں تفرق ہوتا ہے- اب اس سے بھی زیادہ تیز حرکت کو دیکھو روشنی جو آفتاب سے ہم تک آ پہنچتی ہے- اس کی حرکت ایک دقیقہ یعنی ایک منٹ میں ایک کروڑ بیس لاکھ میل ہے- اگر کوئی کہے کہ روشنی ایک عرض ہے جو دوسرے جس سے قائم ہے اور کلام جولہر کی حرکات میں ہے- تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خیال ہی غلط ہے- کہ روشنی عرض ہے بلکہ روشنی ایک جسم ہے جو چھوٹے چھوٹے اجزاء سے مرکب ہے اور وہ اجزاء نہایت تیزی کی کوئی انتہا نہ رہی اور نہ جسم کی سختی کی- اس صورت میں خداوند کریم قادر مطلق کی قدرت کاملہ سے کچھ بعید نہیں کہ وہ ایک جس کو جتنی چاہے- اسے عنایت فرمائے- گو ہمارے قیاس اور عادت سے بعید ہو- ابوجہل نے اپنے قیاس ہی سے معراج کو بعید سمجھ کر اس کا انکار کیا- اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عقل سلیم سے کام لیا اور معراج کی تصدیق کی-

عادل و محسن سلطان کا مبارک سایہ:-

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تؤتی الملک مَنْ تشاء و تنزعُ الملک ممن تشاء و تعز مَنْ تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر انک علٰی کل شیء قدیر٥﴾ (پارہ۳ رکوع۱۱)

ترجمہ:- اے نبی ﷺ آپ فرما دیجئے اے اللہ تو مالک ہے ملک کا تو جس کو چاہے ملک و حکومت دے دے اور جس سے چاہے تو چھین لے- اور جسے تو چاہے عزت دے دے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے ہر قسم کی بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے-

مفہوم آج کے حکمران یہ خیال کرتے ہیں کہ حکومت اور بادشاہت ہم اپنی ذہانت اور اپنی قابلیت سے حصول کی ہے اور اس نظام حکومت کہ ہم اثر رسوخ اور ذاتی کمالات کی وجہ سے چلا رہے ہیں لیکن اللہ رب العلمین کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ تاج و تخت ہمارے قبضہ قدرت میں ہے ہم جسے چاہیں تاج و تخت کا مالک کر دیتے ہیں اور جس

سے چاہیں تاج وتخت سے محروم کر دیتے ہیں۔ اصل میں وقت کا حکمران آپنے آپ کو قوم اور رعایا کا خادم سمجھے اور رعایا کی ہر تکلیف کو اپنی تکلیف محسوس کرے تب ہی ایسا حکمران اللہ کے ہاں سرخرو اور کامیاب رہے گا بادشاہ وقت ایک مسلمان ہونے کے ناتا سے اسلام یا دینوی احکامات کو رعایا کے معاملہ میں توحید وسنت کا خاص خیال کرے اور سرکاری سطح پر دینوی اصولات کا عوام الناس کو پابند کرے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جبکہ امیر المومنین تھے بیت المال کے اونٹوں کو خارش کی مرض لاحق ہوئی تو اپنے ہاتھ سے ان کی مالش یعنی دوائی مل رہے تھے بعض ساتھیوں نے عرض کی کہ اس کام کو ہم سرانجام دے دیتے ہیں آپ نے فرمایا ان کے بارہ میں قیامت کے دن ہمیں پوچھ گچھ ہوگی لھذا میں خود ہی اس کام کو سرانجام دوں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارہ میں فرقان حمید میں آتا ہے۔

﴿وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ○ حَتّٰى اِذَا اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَايَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ○ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَ اَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ○﴾

(پارہ ۱۹ رکوع ۱۷)

ترجمہ:۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ان کا لشکر جمع کیا گیا ان میں جن بھی اور انسان بھی تھے پرند جانور بھی تھے اور ان کو روکا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ ایک چیونٹیوں کے میدان میں اترے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو اپنے اپنے سوراخوں میں جا گھسو۔ کہیں تمہیں سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر بے خبری میں تمہیں کچل نہ ڈالیں حضرت سلیمٰن علیہ السلام اس بات پر ہنس پڑے۔ اور عرض کی اے میرے رب مجھے توفیق

عنائت فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کروں جو تو مجھ کو عنایت کی ہے اور میرے ماں باپ کو بھی عطا فرمائی ہے- اور نیک کام کیا کروں جس سے آپ خوش ہوں اور مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرمائیں-

مفہوم حضرت سلیمان علیہ السلام وقت کے بادشاہ ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ رب العزت کے نبی بھی ہیں اور بادشاہت صرف انسانوں پر ہی نہیں بلکہ جانوروں پرندوں پر بھی تھی اور جیسے وہ خداداد حکومت میں انسانوں کا دھیان کرتے تھے ایسے ہی ہر طرح کے جانوروں اور چرندوں پرندوں کا بھی خیال کرتے ایک چیونٹی جب اپنی ماتحت چیونٹیوں کو بلوں اور رڈھوں میں گھس جانے کا کہا چونکہ آپ جانوروں کی بولیاں جانتے تھے تو سن کر آپ ہنستے ہوئے عرض کی یا اللہ مجھے اپنی نعمت کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق دے اور میں اپنے ماں باپ کی نعمتوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں حقیقی بادشاہت بھی یہ ہے کہ حکمران وقت عنایات خداوندی کو اپنے تصور میں لاکر چھوٹی سے چھوٹی چیز پر بھی اللہ رب العلمین کا شکریہ ادا کرے آج پاکستان کے مسلمان حکمرانوں کا یہ حال ہے کہ کیڑیاں یا جانوروں کا کیا کہنا یہاں تو انسانوں کا اتنا بھی خیال نہیں کیا جاتا جتنا جانوروں کتوں اور دیگر مویشیوں کے حقوق ادا کئے جاتے ہیں اسی لئے تو آئے دن جس پارٹی کو حکومت فراہم ہوتی ہے آئے دن وہ پارٹی پریشانی لوٹ کسوٹ مچائی رکھتی ہے- اے حکمران طبقہ برائے مہربانی حکومت کا ملنا یہ عنایاتِ ربانی ہے اور اس کو ایک امانت جان کر حقوق کی ادائیگی کرتے ہوئے اپنے فرائض منصبی کو ٹھیک ادا کر کے قیامت کے عذابوں سے بچ جاؤ ورنہ تمہیں رعایہ کے بارہ پوچھ بھال ہوگی-

حدیث شریف میں پیغمبر خدا ﷺ ارشادگرامی ہے:

﴿كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ﴾

ترجمہ:-''مسلمانوں تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر حاکم کو اس کی رعیت کے بارہ میں سوال کیا جائے گا-''

﴿وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ۝ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ۝ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ۝ إِنِّي وَجَدتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۝﴾ (پارہ ۱۹ رکوع ۱۷)

ترجمہ:- ''اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرند جانوروں کی حاضری لی تو فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھتا- کیا کہیں غائب ہونے والوں سے ہے- میں اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا یا کوئی حجت میرے سامنے پیش کرے گا سو تھوڑی ہی دیر میں وہ آ گیا- اور کہنے لگا میں ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی- اور میں آپ کے پاس قبیلہ سبا کی ایک تحقیقی خبر لایا ہوں- میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ ان لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اس کو ہر قسم کا سامان میسر ہے اور اس کے پاس ایک بہت بڑا تخت ہے-''

مفہوم حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرند جانوروں کی خبر لی یعنی حاضری لگائی تو ہد ہد پرندے کو نہ پایا تو فرمانے لگے کہ ہد ہد مجھے نظر نہیں آتا یا وہ حقیقتاً غائب ہے پھر بلا وجہ اس کی غیر حاضری کی شرعی سزا مرتب کی اس بات کا یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ جو بادشاہ چرندوں پرندوں کا اس قدر ان کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں وہ انسانوں کا بدرجہا خیال رکھتے ہوں گے انسانوں کی بیکسی لاچاری کا اور ان کے ذریعے معاش کا اور ان کی مذہبی زندگی اور ان کے اسلامی دینی فرائض اور اعمال کا بھی خیال رکھتے ہونگے- لہٰذا ایسے واقعات قرآن وسنت میں سینکڑوں نہیں ہزاروں کے حساب سے موجود ہیں جو ہر عام وخاص کو اس طرف دعوت دیتے ہیں کہ مسلمانوں اپنی زندگی اور اعمال کا آج محاسبہ کرو وگرنہ کل قیامت کو ندامت اٹھانی پڑے گی-

ایک حدیث شریف میں آتا ہے:

﴿قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَتْ اُمَرَائُكُمْ خَيَارَكُمْ وَ اَغْنِيَآئُكُم سَمْعُكُمْ وَ اُمُوْرُكُمْ شورٰى بَيْنِكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَ اِذا كَانَتْ اُمَرَائُكُمْ شَرَارَكُمْ وَ اَغْنِيآئُكُمْ بُخَلاكُمْ وَ اُمُوْرُكُمْ اِلٰى نِسَائِكُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ ظَهْرِهَا﴾ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:- ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تمہارے امرا بادشاہ اہل حکومت نیک ہوں اور تمہارے اغنیا متمول لوگ سخی ہوں اور تمہارے اجتماعی کام مسلمانوں مردوں کے مشورہ سے ہوں تو تمہارا زمیں پر دنیاں میں چلنا پھرنا مبارک ہے- اور جب تمہارے امراء اہل حکومت بادشاہ شرارتی بدمعاش ہوں- اور تمہارے غنی سرمایا دار متمول لوگ بخیل ہوں اور تمہارے خانگی اجتماعی امور تمہاری عورتوں پر سپرد ہوں پھر تمہارا زمین میں دھنس جانا زمین پر چلنے پھرنے سے بہتر ہے-''

ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلُّوْ اَمْرَهُمْ اِمْرَاَةً﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ:- یعنی تاجدار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ قوم ہرگز نہیں کامیابی حاصل کرے گی جس نے اپنے اجتماعی انفرادی امور اختیارات کسی عورت کے سپرد کر دیئے-''

مفہوم خواہ حکومت کا مسئلہ ہو یا گھریلو معاملات غمی شادی لین دین میں عورت کو خود مختار بنا دینا نہ والدین کی پرواہ کرنا اور نہ بہن بھائیوں کی پرواہ کرنا عورت جس سے روٹھائے روٹھ جانا جس سے ملائے مل جانا گویا عام مسلمان مردوں کا یہ حال ہے کہ اپنی نکیل لگام عورتوں کے ہاتھ میں دے دی جدھر ان کا رجحان ہو اسی طرف وہ چلتے ہیں بیگموں کی وجہ سے مالی تعاون کے حقوق والدین سے نہیں کرتے اگر کوئی بھائی محتاج ہے اس کی تعاون نہیں اگر کوئی بہن یا کوئی قریبی رشتہ دار ہے اور وہ محتاج ہے اس

کی بھی پرواہ نہیں۔

میں ہد ہد کا تذکرہ کر رہا تھا اب ہد ہد واپس آیا اور اس نے تفصیلی باتیں حضرت سلیمان علیہ السلام سے بلقس ملکہ کی بیان کر دیں کہ اہل حکومت ہے تاج و تخت کی مالکہ اور بہت زیادہ مالدار اور بکثرت رعایا رکھتی ہے۔ اب حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

﴿قَالَ يَا اَيُّهَا الْمَلَأُ اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ○ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَ اِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ○ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ○﴾

(پارہ ۱۹ رکوع ۱۸)

ترجمہ:۔'' حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اے اہل دربار تم میں سے کوئی ایسا ہے جو بلقس کا تخت قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے پاس مطیع ہو کر آویں حاضر کر دے ایک قوی ہیکل جن نے جواب عرض کیا کہ میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کروں گا قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں اور میں اس پر طاقت رکھتا ہوں امانت دار ہوں۔ کہا اس شخص نے جس کے پاس کتاب اللہ کا علم تھا کہ میں اس کو آپ کے سامنے آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کر کھڑا کر سکتا ہوں۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو اپنے روبرو رکھا ہوا دیکھا تو کہنے لگے یہ میرے پروردگار کا فضل ہے تا کہ وہ میری ازمائش کرے کہ اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفس کے لئے نفع کا شکر ادا کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے میرا رب غنی ہے کریم۔''

یہ آدمی تخت لانے والا حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزرا میں سے تھا جو نہایت متقی پرہیز گار آدمی تھا اس نے اڑ کر تخت نہیں لایا بلکہ عبادت خداوندی کی۔ اور اس کا نام آصف بن برخیا تھا اس نے اللہ رب العلمین کے ہاں ان لفظوں سے گریہ و زاری کی۔

﴿یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام﴾

ترجمہ:۔ ''اے بزرگی والے اور عزت والے اللہ۔''

یا یہ وظیفہ پڑھتے ہوئے خداوند قدوس کے ہاں التجا کی۔

﴿یَا اِلٰهَنَا وَاِلٰهَ کُلِّ شَیْءٍ اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اِئْتِنِیْ بِعَرْشِهَا﴾ (ابن کثیر جلد نمبر ۴)

ترجمہ:۔ ''اے معبود ہمارے اور معبود ہر چیز کے معبود ایک کوئی معبود نہیں مگر تو ہی معبود ہے۔''

یا اللہ ملکہ بلقیس کے تخت کو میرے پاس لے آئیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے بندے کی دعا و التجا کو سنا اور اس کی دعا قبول فرمائی اور تخت کو حاضر کر دیا مفہوم قارئین کرام آپ نے ان آیات مذکورہ میں پڑھ لیا ہے کہ ملکہ بلقیس کا تخت لایا گیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی کیا کیفیت تھی یہ نہیں کہا میں وقت کا بادشاہ اور نبیؑ ہوں جاہ و جلال والا اور میرے ایسا ہی ہونا چاہئے اور یہ بھی نہیں کہ میں اتنا باکمال شخصیت ہوں کہ وزرا میں ایسے باکرامت شخص ہیں جن سے کرامت سرزد ہو رہی ہیں۔ بلکہ اللہ رب العزت کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں عرض کرتے ہیں۔

﴿هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْکُرُ اَمْ اَکْفُرُ﴾

''یہ میرے رب کا فضل ہے جو اللہ مجھے آزما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔''

حاکم وقت بادشاہ وقت کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ واقعہ بطور عبرت و نصیحت ہے کہ سب چھوٹی بڑی نعمتوں کے بارہ میں حکام اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں۔

نماز روزہ، حج، زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ عقیدہ توحید کا خاص الخاص خیال رکھیں جو تمام نیک اعمال کا سرچشمہ اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ مسئلہ توحید و سنت میں اگر ذرہ سی بھی کمی رہ گئی تو یقیناً تمام عبادات کا ضیاع اور بربادی ہے آج تو موجودہ مسلمان ان کا یہ حال ہے کوٹھی بنگلہ مکان بہت بڑی دوکان کے دروازہ پر یہ الفاظ مرقوم ہوتے ہیں۔ ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ۔ لیکن کوٹھی بنگلہ مکان دوکان کے باسی بے نماز یہاں موجود ہیں۔ عقیدہ بدعتی ہے توحید کے خلاف بھی ان میں موجود ہے سود، رشوت ان میں موجود ہے شراب اور نشہ آور اشیاء ان مقامات میں دستیاب ہیں اور رات دن رقص و سرود کی محافلیں بذریعہ ٹیلیویژن، وی سی آر، ٹیپ ریکاڈوں کے رات چلتی رہتی ہیں ایسی کوٹھیوں وغیرہ کے دروازوں پر ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ۔ لکھنے کا کیا فائدہ ہے۔ اگر ان الفاظ کا مطلب پوچھنا ہو تو حضرت سلیمان علیہ السلام سے یا پیغمبر آخر الزمان نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے پوچھیں یعنی حدیث مصطفیٰ سے کہ ان الفاظ کا ترجمہ کیا ہے اور الفاظ کے مطالبات کیا ہیں آج ہر آدمی زندہ پیروں کا پجاری فوت شدہ ولیوں کا پجاری درباروں اور مزاروں کا پجاری چپے چپے پر غیر اللہ کو سجدہ کرنے والے نذریں نیازیں چڑھاوے چڑھانے والے اپنی حاجات برائے راست اہل اللہ سے مانگنے والے بھی ان الفاظ کو متبرک سمجھتے ہیں لیکن ان کے معانیں اور مطلب پر عمل نہیں کرتے۔

عادل ومحسن سلطان کا مبارک سایہ
کے ضمن میں مندرجہ ذیل باتیں پیش نظر ہیں

عدل وانصاف:

محدث ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

﴿لَعَمَلُ الاِمَامِ العَادِلِ فِی رعتَّیِهٖ یَومًا وَاحِدً اَفْضَلُ عَمِلِ العَابِدِ فِی اَھْلِهٖ خَمْسِیْنَ عَامًا﴾

(مستطرف ج ۱ ص ۱۱۰ السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ)

''یعنی کسی امیر وقت کا اپنے رعایا کے معاملات میں ایک دن عدل و انصاف میں بسر کرنا درجہ میں اس عمل سے بڑھ کر ہے جو عابد اپنے بال بچوں میں رہ کر پچاس برس تک عبادت کرنے سے حاصل کرتا ہے۔''

محدث وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ جب امیر وقت اپنی رعایا میں جور وظلم کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی مملکت کی برکت اٹھ جاتی ہے۔ بازار' کھیت' باغات' سب جگہ مظالم کا دور دورہ ہو جاتا ہے اور جب عدل وانصاف کو رائج کرنا چاہتا ہے تو ہر جگہ رونق اور برکت نازل ہوتی ہے۔

اچھے یا برے حکمران:

حضرت ولید بن ہشام نے فرمایا:

﴿إِنَّ الرَّعِيَّةَ لَتُصْلَحُ بِصَلَاحِ الْوَالِيَ وَتَفْسُدُ بِفَسَادِهِ﴾

(مستطرف ج۱ ص ۱۰۰)

رعایا کے اصلاح و فلاح کا معیار امیر وقت کے صالح و عادل ہونے پر ہے اور رعایا کی بربادی امیر وقت کے فساد نیت سے متعلق ہے۔

عادل اور ظالم حکمران:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُقِيمُ الدَّوْلَةَ وَإِنْ كَانَتْ كَافِرَةً وَلَا يُقِيمُ الظَّالِمَةَ وَإِنْ كَانَتْ مُسْلِمَةً﴾

اللہ تعالیٰ دولت عادلہ کو قائم رکھتا ہے اگرچہ وہ کافروں کی ہو اور ظالم حکومت کو پنپنے نہیں دیتا اگرچہ وہ مسلمانوں کی ہو۔

حضرت علیؓ کی نگاہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہی بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہی تھی کہ سب مال و زر تمام اطراف سے اسی لئے کھینچے چلے آرہے ہیں کہ

﴿إِنَّكَ عَفَفْتَ فَعَفَّةِ الرَّعِيَّةُ﴾ (منتخب کنز العمال ج۴ ص۳۹۱)

''آپ کی نیت پاک ہے تو آپ کی رعایا کی نیت بھی پاک وصاف ہے۔''

عادل اور بے انصاف حکمران کی برکت اور نحوست:

❶ اسی طرح ایک مثال حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ ایک بادشاہ اپنی مملکت میں سیر کو نکلا لیکن رات گم نام ہو کر ایک شخص کے ہاں قیام کیا جس کی گائے کا دودھ تین گایوں کے دودھ کے برابر تھا۔ بادشاہ نے اپنے دل میں ارادہ کیا کہ اسے ہم لے لیں گے۔ دوسرے دن جب وہ صبح کو اٹھا تو آدھا دودھ بھی نہ نکلا

بادشاہ نے تعجب کرتے ہوئے پوچھا کہ آج دودھ کیوں گھٹ گیا کیا روزانہ جہاں چرنے جاتی تھی وہاں چرنے نہیں گئی؟ اس آدمی نے کہا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ

اِنَّ مَلِكَنَا رَاٰهَا اَوْ وَصَلَهٗ خَيْرُهَا فَهَمَّ بِاَخْذِهَا فَنَقَصَ لَبَنُهَا فَاِنَّ الْمَلِكَ اِذَا هَمَّ بِالظُّلْمِ ذَهَبَتِ الْبَرَكَةُ۔

''یعنی شاید ہمارے بادشاہ نے اس کو کسی طرح دیکھ لیا ہے یا اس کو اس کی اطلاع ہوگئی ہے اور اس کے لینے کا ارادہ کرلیا ہے اسی لئے دودھ گھٹ گیا ہے کیونکہ بادشاہ جب ظلم کا ارادہ کرتا ہے تو برکت اٹھ جاتی ہے۔''

بادشاہ نے اسی وقت دل ہی دل میں توبہ کی اور اپنے خدا سے عہد کیا کہ آئندہ کبھی بھی اپنی رعایا کی کسی چیز پر نظر بد نہ اٹھاؤں گا۔ پھر دوسرے دن بادشاہ نے اپنی اس پاک نیت کا اثر دیکھ لیا کہ پھر حسب معمول گائے نے تین گائیوں کے برابر دودھ دیا۔ (مستطرف ج ا ص ۱۰۲) ❷ سید ابوبکر طرطوشی نے اپنی کتاب سراج الملوک میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ سرزمین مصر میں کھجور کا ایک درخت تھا۔ جس سے سالانہ دس اروب کھجور ملتی تھی۔ حالانکہ دوسرے درختوں سے پانچ اروب کھجور بھی نہیں ملتی تھی سلطان مصر نے بحق سلطانی اس کو ضبط کرلیا تو مصر میں مشہور تھا کہ اس سال اس عظیم درخت سے کھجور کا ایک دانہ بھی پیدا نہ ہوا۔ ❸ علامہ شہاب الدین ابوالفتح (متوفی ۸۵۰ھ) ان واقعات کے تحت کیا خوب لکھتے ہیں۔

وَهٰكَذَا تَتَعَدّٰى سَرَائِرُ الْمُلُوْكِ وَعَزَائِمُهُمْ وَمَكْنُوْنُ ضَمَائِرُهُمْ اِلَى الرَّعِيَّةِ وَاِنْ خَيْرٌ فَخَيْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ۔

بادشاہوں کے خیالات کا اثر رعایا کے جان و مال پر لازمی طور پر ہوتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ اَلنَّاسَ عَلٰى دِيْنِ مَلُوْكِهِمْ۔ لوگوں پر بادشاہوں کی عادات و اطوار کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ ❹ علامہ شہاب الدین لکھتے ہیں کہ اصحاب تواریخ نے نقل کیا ہے کہ حجاج کے زمانے میں جب لوگ ایک دوسرے سے ملتے تھے تو یہی پوچھتے تھے کہ کل کس کو قتل کیا گیا؟ کس کو سولی پر لٹکایا گیا؟ کس پر کوڑے لگے؟ کس کے ہاتھ پاؤں کاٹے

گئے؟ اور جب ولید بن ہشام کا زمانہ آیا تو چونکہ وہ باغات کا شوقین تھا اس لئے رعایا میں ایسی چیزوں کا چرچا عام تھا کہ تم نے کون سا مکان بنایا کون سا باغیچہ لگایا کہاں نہر کو جاری کیا۔

عیاش اور زاہد سربراہ کا دور:

سلیمان بن عبدالملک کا زمانہ آیا تو چونکہ وہ بے حد عاشق مزاج اور لذت پرست انسان تھا۔ اس لئے رعایا میں بھی یہی جذبات پیدا ہوئے آپس میں لوگ ملتے تو اسی طرح کے سوالات کرتے کہ تمہارے ہاں کیا پکا ہے؟ فلاں کھانا کس طرح تیار کرتے ہو؟ میں نے تو فلاں حسینہ سے نکاح کیا ہے فلاں حسینہ کی یہ قیمت ہے اور فلاں حسینہ تو فلاں کے پاس ہے لیکن جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ آیا۔ تو ان کے زہد وعبادت و خداترسی کا اثر تمام رعایا پر پڑا۔ ان کے عہد کے لوگ آپس میں اسی طرح کے تذکرے کرتے آپ کو قرآن کی کتنی سورتیں یاد ہیں؟ رات کو آپ نے کیا وظیفہ پڑھا؟ قرآن کتنے دن میں ختم کرتے ہیں؟ آپ کا معمول مہینے میں کتنے دن روزے کا ہے؟ (مستطرف ج ۱ ص ۱۰۳)

نمبر 5 :۔ صاحب اشہر مشاہیر الاسلام لکھتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دور خلافت میں اپنی دولت خداداد میں وسعت اختیار کی اور اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے مختلف قیمتی محلات تیار کروائے جن کے دروازے ساج و عرعر جیسے مضبوط اور خوشبودار درختوں کے بنوائے اور بہت سے باغیچوں' زمینوں اور چشموں کو خریدا۔ تو عام دولت مند صحابہ بھی اس روش پر چل پڑے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بصرہ' کوفہ' مصر' اسکندریہ وغیرہ میں اپنی کوٹھیاں بنوائیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ و کوفہ وغیرہ میں مضبوط پختہ کوٹھیاں تیار کروائیں اور عراق میں اتنی زمین خرید لی کہ ایک ہزار دینار کا اوسط غلہ روزانہ ملتا تھا۔ اسی طرح زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ' سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' ان تمام صحابہ کرام نے بھی باغات

خریدے اراضی و مکانات میں کافی دلچسپی لی حضرت سعد نے ایک عالیشان مکان تیار کرایا جو بہت بلند و بالا اور کئی منزلہ تھا اور نہایت کشادہ اور پرفضا جگہ پر واقع تھا' آخر میں صاحب اشہر کہتے ہیں:

﴿وَاخذَ كِبَارًا الصحَابَةَ فِي ذَالِكَ بِمَذْهَبِه فَاِنَّهُمْ بَنَوْا اَلدُّوْرَ وَشَيَّدُوْا اَلْقُصُوْرَ وَتَرَكُوْا اَمْوَالًا كَثِيرَةً﴾

(اشہر مشاہیر الاسلام ج ا ص ۸۲۸)

یعنی عثمان رضی اللہ عنہ کی روش پر صحابہ کرام چل پڑے۔ اہل دولت صحابہ نے عمدہ و پختہ مکانات بنوائے۔ زمین و جائدادیں خریدیں بہت مال و دولت پیدا کیا۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ رعایا پر امرا اور سلاطین کے عزائم و اطوار کے اثرات ضرور پڑتے ہیں بنا بریں امرا و سلاطین اور وزراء و سلطنت ارکانِ دولت کو رعایا کے معاملات میں ظلم و ستم کے عزائم سے پاک و صاف رہنا چاہئے۔ ورنہ سلطنت کی رونق اور آبادی زوال پذیر ہوگی اور مملکت کی آب و تاب اور برکت ختم ہو جائے گی۔

غصہ کو پی جانا اور زیادتی کرنے والے کو معاف کر دینا:

﴿اَلَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوْا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مافعلوا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○﴾

جو لوگ خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں اور غصے کو ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں کو درگزر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔ اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس

میں کوئی زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناوؤں کی معافی چاہنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو- اور وہ لوگ اپنے فعل پر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں- ان لوگوں کی جزا بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے اور ایسے باغ ہیں ان کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی اور یہ ہمیشہ ہمیشہ ان ہی میں رہیں گے اور اچھا حق الخدمت ہے ان کام کرنے والوں کا- (پارہ۴ رکوع ۵)

حدیث کی بعض روایات میں آتا ہے اے ابن آدم اگر غصے کے وقت تو مجھے یاد رکھے گا یعنی میرا حکم مان کر غصہ پی جائے گا تو میں بھی اپنے غصے کے وقت تجھے یاد رکھوں گا- یعنی ہلاکت کے وقت تجھے ہلاکت سے بچا لوں گا- (ابن ابی حاتم) ایک اور حدیث میں آتا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں- پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ حقیقتاً پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے (احمد) اسی لئے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے-

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مرد اَحسَنُ اِلیٰ مَنْ اَسیٰ

ترجمہ:- بدی کرنے والے کے ساتھ بدی کرنی تو آسان کام ہے- لیکن جوان مردی یہ ہے کہ زیادتی کرنے والے کے ساتھ احسان نیکی کی جائے- کسی شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی یہ مجھے کچھ وصیت کرو آپ نے فرمایا غصہ نہ کرو وہ کہتے ہیں میں نے جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ تمام برائیوں کا مرکز غصہ ہی ہے- چونکہ غصہ اتنی بدترین چیز ہے کہ غصہ کی وجہ سے لڑائی ہو جاتی ہے قتل و طلاق تک وغیرہ وغیرہ خودکشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے آج ہمارے ملک پاکستان کے اکثر جرائم غضب وغیظ کی وجہ سے ہو رہے ہیں-

ظالم سے بدلہ لینا ہو تو اس ظلم کے برابر بدلہ لیا جائے:

اسی لئے تو فرقان حمید میں خداوند قدوس ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ۝ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ۝ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَاتَکُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ۝ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۝﴾

ترجمہ:- اے میرے نبی ﷺ آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے آپ کا رب خوب جانتا ہے' اس شخص کو بھی جو اس کے راستہ سے گمراہ ہو گیا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے- اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے اور اگر صبر کرو تو صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے- اے میرے نبی ﷺ آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خدا ہی کی توفیق سے ہے اور آپ ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہو جیئے - اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیز گار ہوتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں- (پارہ ۱۴ رکوع ۲۲)

مفہوم ترمذی شریف وغیرہ میں ہے کہ جنگ میں چونسٹھ انصاری اور چھ مہاجر سب ستر شخص جو شہید ہوئے تو سوائے ایک حنظلہ بن عامر کے اور سب شہدا کی لاشوں کو مشرکوں نے ناک کان شرمگاہ کاٹ ڈالے مگر حنظلہ بن عامر سے برائی سے پیش نہ آئے کیونکہ حنظلہ کے باپ ابو عامر مشرکوں میں تھے اس پر مسلمانوں نے کہا جب کبھی

موقع پائیں گے تو جو کچھ مشرکوں نے کیا ہے اس سے بڑھ کر ہم ان کے مقتولوں کا حال کریں گے اور آنحضرت ﷺ نے بھی حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو ناک کان کٹا اور پیٹ پھٹا دیکھا تو قسم کھا کر فرمایا میں بھی حضرت حمزہ کے عوض ستر مشرکوں کے ناک کان کاٹوں گا اس پر اللہ تعالیٰ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ﴾ (پارہ۱۴رکوع۲۲)

مطلب یہ ہے کہ ایذا کے بعد اگر کوئی صبر کرے تو صبر بہت بہتر ہے اور اگر بدلہ بھی لیا جائے تو اسی قدر بدلہ لیا جائے جس قدر ایذا پہنچی ہے ایذا سے بڑھ کر بدلہ لینا اللہ تعالیٰ کے انصاف میں منع ہے اس آیت کے اترنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنی قسم کا کفارہ دے کر فرمایا ہم کو صبر منظور ہے (ابن کثیر و خازن و جامع البیان)

نوٹ یہ ہے اخلاق یہ ہے بردباری۔

حضور ﷺ کا مکارم اخلاق اور حضرت لقمان حکیم کی بیٹے کو نصیحت :-

حضور اکرم رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی طرف سے کفار کے حق میں آج ان واقعات کو بھی ملحوظ رکھو اور مسلمانان پاکستان کا بھی موزانہ کرو کہ آج کے مسلمان کہاں جا رہے ہیں اور کیا کردار ادا کر رہے ہیں بھائی بھائی کو نہیں معاف کرتا بہن بھائی کو نہیں معاف کرتی اولاد ماں باپ کو نہیں معاف کرتی والدین اولاد کو نہیں معاف کرتے۔ پڑوسی پڑوسی کو نہیں معاف کرتا عوام الناس رعایہ حکومت کو نہیں معاف کرتے حکومت وحشیانہ مظالم رعایہ پر ٹھونس رہے ہیں یہ سب افراتفری اخلاق کے گرنے کی وجہ سے ہے۔ تاجدار مدینہ ﷺ نے اپنی ذات بابرکات کے متعلق یہاں تک فرمایا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَعَثَنِىْ لِتُمَامِ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَكَمَالِ مَحَاسِنِ الْاَفْعَالِ﴾

ترجمہ:- کہ اللہ رب العزت نے مجھے اچھے اخلاق اور بہترین افعال کی تکمیل کے لئے بھیجا ہے-

قرآن عظیم میں ایک دوسری جگہ رب العلمین ارشاد فرماتے ہیں-

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِی بَیْنَک وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ﴾ (پارہ۲۴ رکوع ۱۹)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے نبی ﷺ آپ اپنے رب کے راستہ کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیں حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور آپ ان سے اچھے طریقہ سے بحث کیجئے پھر وہ جس کی آپ کے ساتھ عداوت ہے وہ آپ کا دلی دوست بن جائے گا-

اللہ تعالیٰ رب العزت قرآن عظیم میں ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں-

﴿وَعِبَادُ الرحمٰن الذین یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرض هَوْنًا و اذا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا﴾

ترجمہ:- ''رحمٰن کے بندے وہ لوگ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں یعنی فخر و تکبر نہیں کرتے اور جب مخاطب ہوتے ہیں ان سے جاہل کہتے ہیں کہ سلام ہے-'' (پارہ۱۹ رکوع ۴)

مفہوم اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں کے اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ زمین پر سکون و وقار کے ساتھ چلتے ہیں تواضع و فروتنی عاجزی و مسکینی کے ساتھ چلتے ہیں- تکبر تجبر فساد اور ظلم و ستم نہیں کرتے- حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾ (پارہ۲۱ رکوع ۱۱)

ترجمہ:- ''اے بیٹا لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل بیشک اللہ تعالیٰ کسی تکبیر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں

کرتے۔''

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (پارہ۲۴رکوع۱۹)

ترجمہ:۔''اور کون آدمی زیادہ اچھا ہے از روئے بات کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو دعوت دے اور بذات خود نیک اعمال کرے اور اس بات کا بھی اقرار کرے کہ میں مسلمان ہوں۔''

مفہوم آپ اندازہ کریں اللہ تعالیٰ رب العزت اپنے نیک بندے کی تعریف کر رہے ہیں جو بااخلاق طریقہ سے بندگانِ خدا کو دعوت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندو خداوند تعالیٰ کی توحید پر کاربند ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی کسی طرح بھی خلاف ورزی نہ کرو اور اپنے آپ کو اعمال صالحات کے معاملہ بھولنا نہیں اور عقیدہ اور مذہب کو چھپانا نہیں بلکہ واشگاف الفاظ میں کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کے واقعات:

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے والد بزرگوار سے اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کے لئے سوال کرتے ہیں:

﴿قَالُوْا يٰاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يوسف وَ اِنَّا لَهٗ لَنَاصِحُوْنَ۔ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔ قَالَ اِنِّىْ لَيَحْزُنُنِىْ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُوْنَ قَالُوْ لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّا اِذًا الَّخٰسِرُوْنَ﴾

(پارہ۱۲رکوع۱۲)

ترجمہ:۔''حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی عرض کرتے ہیں کہ ابا جی ہمارے بھائی یوسف علیہ السلام کے بارہ میں آپ ہم پر اعتماد کیوں نہیں

کرتے حالانکہ ہم اپنے بھائی کے خیر خواہ ہیں۔ لہٰذا آپ ان کو ہمارے ساتھ بھیج دیں ہم ان کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں بیٹو مجھے اس بات کا غم ہے کہ تم اسے لے جاؤ اور تمہاری غفلت کی حالت میں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔ بہر حال حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے لیا اور جاتے ہی کنعان کے کوئیں میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈال دیا اپنے بھائی کو جب ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے کوئیں کے کنارہ کو پکڑ لیا تاکہ کوئیں میں نہ گریں بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھوں پر ڈنڈے مار کر ہاتھوں کو چھڑا دیا اور کوئیں میں گر گئے اور یہ انتہائی درجہ کی خوں ریزی ہے اگر قافلہ والے دو چار گھنٹے نہ نکالتے تو آپ کچھ وقفہ کے بعد فوت ہو جاتے اور بھائی نبی زادے اپنے بھائی کے قاتل ہوتے چونکہ یہ واقعات سورہ یوسف میں بالتفصیل موجود ہیں۔"

حضرت یوسف علیہ السلام کا مصر میں وزیر خوراک بننا:

حضرت یوسف علیہ السلام کو قافلہ والوں نے کوئیں سے نکالا اور بھائیوں نے پھر آپ کو حاصل کر لیا اور پھر اسی قافلہ والوں کے سامنے فروخت کر دیا اور بکتے بکاتے مصر میں پہنچ گئے عزیز مصر نے آپ کو خرید لیا زلیخہ عزیز مصر کی اہلیہ کے بد ارادہ سے اللہ رب العزت نے اپنے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کو بچا لیا۔ کوئیں میں ڈالتے ہوئے ایسا محسوس ہوا کہ بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے تحت پر بٹھا دیا یعنی اللہ رب العزت نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے ملک کا وزیر خوراک بنا دیا جب ملک کنعان میں قحط سالی شروع ہوئی بھائی غلہ مانگنے کے لئے مصر میں آئے اس نقشہ کو خداوند قدوس نے ان الفاظ سے بیان کیا۔

﴿فَلَمَّا دَخَلُوا عليه قالوا يَاَيُّهَا العزيز مَسَّنَا وَاَهْلَنا الضُّرُّ وَجِئْنَا

بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاتٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ﴾ (پارہ ۱۳ رکوع ۴)

جب مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے پاس داخل ہوئے تو کہنے لگے ہم تھوڑی پونجی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں لہٰذا آپ ہمیں غلہ پوری طرح دیں چونکہ ہمارے اہل و عیال کو کافی تکلیف پہنچی ہے ہم پر کچھ صدقہ خیرات بھی کریں اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو اجر و ثواب سے نوازتے ہیں۔''

اب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

﴿هَلْ عَلِمْتُمْ مَافَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ﴾

جواب میں بھائی کہنے لگے۔

﴿قَالُوْا ءَ اِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَا اَخِىْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

ترجمہ:- کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا ہے جب کہ تمہاری جہالت کا زمانہ تھا۔

جواب میں بھائیوں نے عرض کی کیا آپ یوسف علیہ السلام ہیں آپ نے فرمایا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی بنیامین ہے اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے۔ بے شک جو آدمی تقویٰ پرہیز گاری کرے اور صبر کرے پس بیشک اللہ تعالیٰ نہیں ضایع کرتا ثواب نیکی کرنے والوں کا۔

مفہوم آپ اندازہ کریں جو زیادتی ظلم کرتا ہے اسے تو بات بھول جاتی ہے لیکن جس پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں اسے تو وہ داستان یاد رہتی ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے کرتہ اتارنے والے کوئیں میں ڈالنے والے کوئیں کے مونہہ سے ہاتھوں پر ڈنڈے مار کر ہاتھ چھوڑانے والے بدخلقی اور بے رخی کا مظاہرہ کرنے والے باپ سے علیحدہ ہو کر آنکھیں اور اپنا ذہن بدلا روسنے والے سارے

سے پوچھا کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کو پوچھنا کہ آپ نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا

اس وقت بھائیوں کی شرمندگی کی شرمساری کی انتہا تھی اب وہ ندامت پشیمانی میں ڈوب گئے اور محسوس کیا کہ ہم نے کوئیں میں ڈالا اور فروخت کیا اللہ نے اسے مصر کے تخت پر بٹھا دیا۔ اب بھائی اپنی غلط کارکردگی پر نادم ہی نہیں ہوتے شرمندہ ہی نہیں ہوتے بلکہ یہ الفاظ کہتے ہیں:

﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ﴾

ترجمہ:۔ ''وہ کہنے لگے خدا کی قسم کچھ شک نہیں تم کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور بیشک ہم خطا کار ہیں۔''

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی شان وشوکت کا اعتراف کیا آپ کی بزرگی اور فضیلت کا اقرار کرتے ہوئے اپنے گناہ وخطا کو تسلیم کیا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو یہ مسکینی وذلت اور رسوائی دیکھی تو فرمانے لگے بھائیو۔

﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾

ترجمہ:۔ ''حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو ارشاد فرمایا آج تم پر کوئی الزام نہیں کوئی مواخذہ نہیں اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف فرمائے وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔''

آپ اندازہ کریں کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے اخلاق اپنے عفو کرم کا مظاہرہ نہ کرتے اپنی سیرت انی عظیم خلق کا لحاظ نہ کرتے تو مل کر اپنے ظلم وستم کرنے

والے بھائیوں سے جو چاہتے بدلے چکاتے اور انتقام لیتے لیکن انبیاء کی عصمت اور بلند اخلاق کی انتہا ہو چکی ہے کہ بھائیوں کو صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ اللہ رب العزت تمہارے اس قصور کو معاف فرمائے آخرت میں بھی باز پرس میرے بارہ میں تم سے نہ کرے یہ تھا اخلاق یوسفی علیہ السلام۔ مؤرخین لکھتے ہیں اور اکثر علمائے کرام بھی بیان کرتے ہیں کہ مصر سے ایک آدمی چلا' حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ جب آپ کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کا مصر سے کرتا چلا تو آپ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے اگر تم مجھے بہکی باتیں کرنے والے نہ سمجھو چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے مکار بھائیوں کو جو آپ کی قمیص پر شکار کا خون لگا کر اپنے باپ کو کہتے ہیں کہ ہمارے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ جب انہوں نے اپنی غلطی و خطا کا اعتراف کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

﴿اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

ترجمہ:۔ ''میرا یہ کرتہ لے جاؤ اور میرے باپ کی آنکھوں پر اسے ڈال دینا میرے والد بزرگوار کی آنکھیں درست ہو جائیں گی اور اپنے سب اہل عیال کو میرے پاس لے آنا۔

نوٹ:۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اکثر واقعات سورہ یوسف میں ہیں۔

چونکہ یہ کرتہ لے جانے کے عادی تھے پہلے تو خود لے گئے اب حضرت یوسف علیہ السلام نے خود کرتہ دیا۔ سائل نے جب حضرت یعقوب علیہ السلام سے یہ سوال کیا کہ یہ عجیب ماجرہ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب آپ کے قریب تھے تو آپ کو پتہ نہ چلا آپ نے جواب دیا۔ اس کو حضرت مولنا روم رحمت اللہ علیہ نے اپنی مثنوی میں بھی فارسی کے اشعار میں درج کیا ہے۔

کسے پرسید زاں گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گوہر پیر خرد مند
(ترجمہ) کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا
اے روشن موتی عقلمند بزرگ
زمصرش بوئے پیراہن شمیدی
چرا در چاہِ کنعانش ندیدی
(ترجمہ) مصر سے چلتے ہوئے کرتے کی خوشبو آپ کو آ گئی
کنعان کے کوئیں میں آپ نے کیوں نہیں دیکھا
بگفت احوال مابرق جہاں است
دم پیدا ودمِ دیگر نہاں است
(ترجمہ) فرمایا ہمارا حال جہان کی بجلی کی طرح ہے
ایک گھڑی وہ پیدا ہوئی ہے اور دوسری گھڑی چھپ جاتی ہے
گہے برطارم اعلیٰ نشینیم
گہے برپشت پائے خود نبینیم
(ترجمہ) کبھی اللہ تعالیٰ ہمیں بتا دے تو آسمان کی بلندیوں کا علم بھی ہوتا ہے
اگر نہ بتائے تو پاؤں کے نیچے والی چیز کا بھی پتہ نہیں ہوتا

حضور ﷺ کا رحمۃ للعالمین ہونا:

﴿وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾
ترجمہ:-''اے میرے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے-''

اس مجسمہ رحمت کے ظہور یعنی نبوت ملتے ہی تمام مشرکین مکہ اور سب کفارِ عرب نے سر توڑ آپ کی مخالفت کی اور طرح طرح کی اذیتیں آپ کو دیں آپ کی نبوت کا انکار کیا

آپ کو نعوذ باللہ جھوٹا کہا آپ کو کاہن دیوانہ مجنون پاگل اپنے بتوں کی بد دعائیں لگ جانے والا کہا ساحر جادوگر کے برے برے القاب بھی نعوذ باللہ آپ کو دیئے۔ اسی پر صبر نہ کیا بلکہ آپ کے جسم اطہر پر اونٹوں کی گوبر سے بھری ہوئی اوجریاں سجدہ کی حالت آپ کے جسم اور بدن پر رکھ دیں آپ کے گزرنے کے راستہ میں کانٹے بچھائے گئے تاجدارِ مدینہ ﷺ کو گوش کے ذریعہ زہر بھی دیا گیا آپ ﷺ کے قتل کے منصوبے بنائے گئے آپ کو شعب ابی طالب میں محصور بھی کیا گیا آپ کو ابوجہل نے پتھر بھی مارا بلکہ جب آپ نے توحید باری تعالیٰ کا اظہار کیا تو سب سے پہلے پتھر آپ کے چچا ابولہب کی طرف سے آیا جس نے حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر باندیاں تقسیم کیں مٹھایاں تقسیم کیں چراغاں کیا جنگ احد میں آپ کے چار دانت شہید ہوئے آپ کا جسم اطہر لہولہان کیا طائف میں آپ کو زخمی اور خون نبوت میں لت پت کردیا گیا الغرض نبوت کے تیرہ سال آپ کو ہر طرح بے آرام اور بے چین کردیا گیا جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو حضور ﷺ نے اپنے تیرہ سالہ دشمنوں سے پوچھا کہ اب تم مجھ سے کیا توقع رکھتے ہو تو دشمنان دین نے جواب میں یہی التماس کی کہ آپ کریم ابن کریم ابن کریم ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر اگر آپ کفار مکہ کو انتقامی طور پر قتل کرتے مل مل کر قتل کراتے اور قتل عام کا بازار گرم کرتے تو کوئی مؤرخ آپ کو ظالم نہ لکھتا بلکہ اگر کوئی کافر مؤرخ ہوتا تو وہ بھی یہ نہ کہتا کہ آپ نے ظلم کیا ہے۔ دوسرے مظالم جو اہل مکہ نے کئے تھے آپ کے مکان کا محاصرہ بھی کیا گیا اور کفار کی طرف سے ظلم کی داستان کا یہ عالم تھا۔ ہجرت کے بعد بھی مدینہ طیبہ میں بھی آپ کو دس سالہ نبوت کے ایام بخیر و خیریت سے اہل مکہ قریش نے یہود مدینہ نے آرام سے نہ گزارنے دیئے بلکہ مکہ میں رہتے ہوئے ابتدائی ایام نبوت میں حضور ﷺ نے عثمان بن ابی طلحہ کو ارشاد فرمایا کہ بیت اللہ شریف کھول دو اس نے انکار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا عثمان بن ابی طلحہ وہ وقت بھی آئے گا کہ بیت اللہ شریف کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی میں جسے چاہوں گا مرحمت فرماؤں گا۔ عثمان بن ابی طلحہ نے پوچھا کیا ایسے وقت تمام قریش

ذلیل وخوار ہوں گے آپ نے فرمایا وہ پہلے سے بھی زیادہ باعزت ہوں گے پھر بفضل خداوہ وقت آیا آپ نے چابی عثمان بن ابی طلحہ سے لی اور واپس کر دی اور جتایا تک نہیں۔حضور ﷺ کے فتح مکہ کے موقع پر جب ان سے پوچھا مجھ سے کیا توقع رکھتے جو انہوں نے جواب دیا اس کا یہ مطلب تھا کہ آپ رحم وکرم شفقت مہربانی عفوکرنے والے ہیں تو آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح ارشاد گرامی سے دشمنوں کو نوازا فرمانے لگے:

﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾

ترجمہ:۔’’آج کے دن تم سے کوئی مواخذہ نہیں کوئی انتقام اور بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ اللہ رب العزت تمہیں معاف فرمائے بخشے اور وہ ذات پاک سب سے زیادہ مہربان ہے۔‘‘

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ظلم کرنے والے بھائیوں سے یہ بھی پوچھ لیا تھا کہ تم نے یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا ہے۔ آپ نے یہ بات بھی نہ پوچھی۔ تاریخ طبری میں یہ الفاظ بھی مرقوم ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

﴿اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ لَا تَثْرِيْبَ عِلَيكم اليوم﴾

ترجمہ:۔’’جاؤ میں نے تمہیں آزاد کر دیا ہے آج کے دن تم سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔‘‘

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا اپنے غلام اور خادمہ کو معاف کرنا

﴿وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ (پارہ۴ رکوع ۵) کے تحت دو تین واقعات عرض کرتا ہوں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نواسہ رسول وضو کرنے لگے، خادم نے پانی کا برتن اٹھایا ہوا تھا تو وہ برتن نواسہ رسول ﷺ کے دانتوں پر لگ گیا دانت زخمی ہو گئے۔ تو حضرت حسین نواسہ رسول ﷺ غضب وغیظ میں آ گئے رنگ

سرخ ہو گیا غلام نے اس آیہ کریمہ کے پہلے دو الفاظ پڑھے۔ (وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ) تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا غصہ تھم گیا۔ پھر (وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ) پڑھا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تجھے معاف کر دیا۔ جب (واللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ) پڑھا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا۔ دوسرا واقعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بھی اسی طرح ہے۔ کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک قیمتی لباس پہنا ہوا تھا آپ کی لونڈی کھانا لائی سالن گرم تھا آپ کے کپڑوں پر پڑ گر گیا آپ غصہ سے بھر گئے اس لونڈی خادمہ نے یہی الفاظ پڑھے پہلے دو الفاظ (والكاظمين الغيظ) پڑھے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا غصہ تھم گیا پھر (وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ) پڑھا تو آپ نے فرمایا میں نے تمہیں معاف کر دیا جب (وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ) پڑھا تو فرمایا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ یہ تھے بزرگوار رسول اللہ ﷺ کے نواسے جو قرآنی آیات سن کر زیادتی کرنے والوں کو معاف کر دیتے تھے اللہ تعالیٰ مجھے اور مسلمان بھائیوں کو ایسی ہی توفیق عنائت فرمائے جس سے معاشرہ کی بہترین اصلاح ہو سکتی ہے۔ حضور ﷺ کے عفو و کرم کے بارہ میں عرض کر رہا تھا۔ جنگ احد میں نبی ﷺ کی پیشانی زخمی ہوئی بازو کندھے جسم لہولہان ہو گیا آپ کے چار دانت شہید ہوئے صحابہ کرام نے عرض کی کہ کاش کہ آپ ان ظالموں کے لئے بددعا کریں آپ نے جواب میں فرمایا۔ إِنِّي[1] لَمْ أُبْعَثْ لَعَانًا وَّلٰكِنِّيْ بُعِثْتُ دَاعِيًا وَّرَحْمَةً۔ پھر قرآنِ عظیم کی آیہ مبارکہ پڑھی۔ اَللّٰهُمَّ[2] اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ ایک اللہ والے نے آپ کی بردباری تحمل کے بارہ میں کیا خوب لکھا ہے جو ذیل میں ہے:

خطاء کار سے درگزر کرنے والا — بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کو زیر و زبر کرنے والا — قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

---

[1] بے شک میں نہیں بھیجا گیا ہوں بددعا کرنے کے لیے بلکہ میں دعوت دینے والا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

[2] اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ نہیں جانتے۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا | اور ساتھ ایک نسخہ کیمیا لایا
کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق | زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق | اسی کے لئے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ | جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ
اسی پر ہمیشہ بھروسا کرو تم | اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم | اسی کی طلب میں مرو جب مرو تم
مبرا ہے شوکت سے اس کی خدائی | نہیں اس کے آگے کسی کو بڑائی

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی صادقانہ و ہمدردانہ زندگی کا اثر خون خوار عرب پر پھیلا دیا تھا- اور سب کے دلوں میں اپنے لئے عزت و محبت کے ساتھ جگہ بنالی تھی- اور اس طرح راست بازوں کے لئے ایک درخشندہ مثال قائم فرما دی- کہ کیونکر نیکی اور صداقت کی طاقت- ظلم اور جہالت کو مغلوب کر سکتی ہے- آں حضرت ﷺ نے تعاون و تمدن کی برکات اور طاقت کو سمجھا- اور خلف الفضول کے قائم کرنے سے قیام امن اور حفاظت نوع انسانی کی جدید سڑک تیار کر دی اور ان منتظمین کو جو سچے دل سے کسی ملک کو ترقی دینا چاہتے ہیں اسی ملک کے باشندوں کو شریک انتظام کر لینے کے زرین اصول کا سبق دیا- حجر اسود کے نصب کرنے میں آنحضرت ﷺ نے بتا دیا کہ جب مختلف اغراض اور مقاصد کے لوگ ایک جگہ فراہم ہو جائیں تو ان کو کیونکر مرکز واحد پر لا سکتے ہیں- نیز یہ ثابت فرما دیا کہ حدشہ جنگ کے ٹلا دینے اور امن کو مستحکم رکھنے کے لئے جنگی طاقت کی ضرورت نہیں بلکہ اعلیٰ دماغی قابلیت کی ضرورت ہے- آنحضرت ﷺ کی نبوت میں جملہ انبیاء کی شان نظر آئی ہے- آپ مسیح علیہ السلام کی طرح جھٹلائے گئے' ستائے گئے پھر بھی صابر و شاکر ہی پائے گئے- آپ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح بیابانوں اور بستیوں میں خداوند تعالیٰ کی آواز کو پہنچایا- آپ نے عیسیٰ رسول اللہ کی طرح خدا کے گھر کی عظمت و حرمت کو از سر نو زندہ فرمایا:

آپ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح صبر و شکیبائی کے ساتھ گھاٹی میں تین سال تک محصوری کے دن کاٹے- اور پھر بھی آپ کا دل خدا کی ثنا گزاری سے لبریز- اور زبان ستائش گوئی سے زمزمہ سنج رہی- آپ نے نوح علیہ السلام کی طرح قوم کے برگشتہ بخت لوگوں کو خفیہ اور اعلانیہ خلوت و جلوت میں' میلوں اور جلسوں' گزرگاؤں اور راہوں پر- پہاڑوں اور میدانوں میں اسلام کی تبلیغ فرمائی- اور لوگوں کو ان کے افعال بد سے نفرت دلائی- آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی مادرِ وطن کو چھوڑ کر شجرہ طیبہ اسلام لگانے کے لئے پاک زمین کی تلاش میں رہ نورد اور شب ہجرت حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح دشمنوں کے نرغہ سے نکلنے میں کامیاب ہوئے- اور حضرت یونس علیہ السلام کی طرح جنہوں نے تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہ کر پھر بستی نینویٰ میں اپنی منادی کو جاری کیا تھا- غارِ ثور کے شکم میں تین دن رہ کر پھر مدینہ طیبہ میں کلمۃ اللہ کی آواز کو بلند فرمایا- آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح جنہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر کی غلامی سے آزاد کرایا تھا- شمالی عرب کو شاہ قسطنطنیہ کی بند ملوکیت سے اور شرقی عرب کو کسریٰ ایران کے حلقہ غلامی سے اور جنوبی عرب کو شاہ حبش کی طوق بندی سے نجات دلائی- آپ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح مدینہ منورہ میں خدا کے لئے ایک گھر بنایا- جو ہمیشہ کے لئے خدا کی یاد کرنے والوں سے معمور اور ضیاء توحید سے پرنور رہا ہے جسے کوئی بخت نصر جیسا سیاہ بخت ویران نہیں کر سکا- آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح اپنے ایذا رساں و ستم پیشہ برادران مکہ کے لئے نجد سے بتوسط (ثمامہ بن اثال) غلہ بہم پہنچایا اور بالآخر فتح مکہ کے دن (لَا تَثْرِيبَ عَلَيكم اليوم) کا مژدہ سنا کر (فَاَنْتُمُ الطُّلَقَآءِ) کے فرمودہ سے انہیں پابند منت و احسان بنایا- وقت واحد میں آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح صاحب حکومت تھے- اور حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح صاحب امامت بھی- ذات مبارک میں حضرت نوح علیہ السلام کی سی سرگرمی- حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی نرم دلی- حضرت یوسف علیہ

السلام کی درگزر- داؤد علیہ السلام کی سی فتوحات- حضرت یعقوب علیہ السلام کا سا صبر- حضرت سلیمان علیہ السلام کی سی سطوت- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی خاکساری- حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سا زہد- حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سی سبک روحی کامل ظہور بخش تھی- مصنف مرحوم نے یہ یہ مماثلت بیان کرنے کے بعد آپ کی شان شوکت میں یہ دو فقرے نقل کیے ہیں جو ذیل میں ہیں-

اے کہ بر تخت سیادت زازل جاداری

آں چہ خوباں سماں دارند تو تنہا واری

کفار کا اللہ تعالیٰ کے بارہ میں اولاد ہونے کا عقیدہ رکھنا:

﴿قَالُوا اتَّخَذَاللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (پارہ ۱۱ رکوع ۱۲)

ترجمہ:- "وہ کفار کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ وہ تو کسی کا محتاج نہیں اسی کی ملک ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے تمہارے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں- کیا اللہ تعالیٰ پر ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم علم نہیں رکھتے-"

﴿قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾

ترجمہ:- "اے میرے حبیب آپ فرما دیجئے جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا کرتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے-"

﴿مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثم اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾ (پارہ ۱۱ رکوع ۱۲)

ترجمہ:- "یہ دنیا میں تھوڑا سا عیش ہے پھر ہمارے پاس ان کو آنا ہے پھر ہم ان کو ان کے کفر کے بدلے سزا سخت چکھائیں گے ان تین آیات کا-"

مفہوم ان آیات الٰہی میں ان لوگوں کو تردید ہے جو اس بات کے قائل ہیں نعوذ باللہ خدا کا بھی کوئی لڑکا ہے- وہ تو پاک خدا ہے وہ اولاد تو کیا ہر چیز سے بے نیاز ہے اور ہر موجود چیز اس کے کرم کی محتاج ہے- زمین اور آسمان وما فیھا میں سب اس کا ہے- پھر وہ اپنے مملوک اور عبد ہی کو اپنا بیٹا بھلا کیسے بنا لے گا- اے ایماندارو تمہارے پاس تو دلیل ہے- لیکن ان کے پاس اپنے کذب اور بہتان کی کوئی دلیل نہیں- ارے تم جانتے کچھ بھی نہیں اور دعویٰ کر بیٹھے ہو- یہ مشرکین کو زبردست تنبیہ ہے- یہ کافر کہتے ہیں خدا کا بھی ایک بیٹا پیدا ہوا ہے- یہ ایسی گستاخی ہے کہ اس کو سن کر آسمان پھٹ پڑے جیسے سورہ مریم میں فرمایا:

﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾

(پارہ ۱۶ رکوع ۹)

ترجمہ:- ''قریب ہیں آسمان کہ پھٹ جائیں اور زمین کے ٹکڑے ہو جائیں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں اس بات سے کہ لوگ اس کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں-''

حالانکہ خدا تعالیٰ کی شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے- سورہ مریم کی آیات اور ان سے پہلی تین آیات میں رب العلمین نے تردید کی ہے جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں اور یہود کی بھی تردید ہے جو حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں اور مشرکین عرب اہل مکہ کفار بھی اس بات سے بچ نہیں سکتے جو ہبل- لات- منات وغیرھم کے پجاری تھے مذکورہ بتوں کے ماسوا ان کا یہ بھی ملعون عقیدہ تھا کہ فرشتے نعوذ باللہ خدا کی بیٹیاں ہیں موجودہ دور کے عاشقانِ رسول بھی دھیان کریں کہ وہ اللہ رب العزت کے مقابلہ میں کئی سینکڑوں خداؤں کے پجاری ہیں- کہیں یا علی مدد کہہ کر شرک کرتے ہیں- کبھی نعرہ رسالت کہہ کر (يَا رَسُوْلَ اللّٰه) کہتے ہوئے شرک کرتے ہیں- کبھی وجد میں آ کر اَغِثْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰه کہہ کر شرک

کرتے ہیں کبھی شیخ عبدالقادر جیلانی کی گیارویں دے کر۔ کبھی صحنک بی بی فاطمہ رضی اللہ کی دے کر۔ کبھی توشہ شیخ عبدالقادر کا دے کر۔ کبھی بکرا زین خاں کا دے کر۔ کبھی گائے سید احمد کبیر کی دے کر۔ کبھی کونڈے امام باقر کے دے کر۔ کبھی بزرگوں کے نام پر کوجیاں ٹھوٹھیاں بھر کر۔ کبھی رسول اللہ کے نور کو اللہ تعالیٰ کے نور سے جدا کر کے یہ سب شرک و کفر نہیں تو اور کیا ہے۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہ العیاذُ باللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ اللہ رب العزت نے یہود پر اسی لئے کفر کا فتوی لگایا کہ وہ حضرت عزیز علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔ عیسائیوں کو اس لئے کفر کا فتویٰ صادر کیا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور خدا کہتے تھے۔ اب اپنے آپ کو وہ لوگ بھی دیکھیں جو اپنی نسبت ہندوستان کے شہر بریلی کی طرف یا حضرت مولنا احمد رضا خان کی طرف کرتے ہوئے اپنے آپ کو بریلوی رضوی کہلواتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ ایک ایک کے پجاری ہو کر کافر بن گئے اہل مکہ عزیٰ کے پجاری ہو کر اللہ نے ان کو کافر کہا بھائی مسلمانوں اس دور میں تم اللہ کے مقابلہ میں ہزاروں کے پجاری ہو کر کیا تم گھاٹے میں نہیں جا رہے ہو خدارا سوچو تو سہی اگر نہیں خیال آتا تو کم از کم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں غنیۃ الطالبین فتوح الغیب ہی تعصب اور بخل کو بالائے طاق رکھ کر پڑھو شائد میرا اللہ تمہیں توحید و سنت کی دولت سے مالا مال کر دے ورنہ مولنا حالیؒ کی بات سن لو وہ تمہیں نصیحت کر گئے ہیں وہ توحید و سنت کا آئینہ سامنے رکھ کر خوب آپ کو پیغام دے گئے ہیں

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں — پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں — اماموں کا رتبہ نبیؐ سے بڑھائیں
مزاروں پہ جا جا کے نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل ان کے آئے — نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

وہ دیں جس سے توحید پھیلی جہاں میں
ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں
وہ بدلا گیا آ کے ہندوستان میں
ہمیشہ سے تھا جس پہ اسلام نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں
بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
نہ کرنا میری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم
کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم
مگر دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخشنے والے اور عذاب والے-حضرت عمر رضی اللہ نے ایک آدمی کو نصیحت کے طور پر خط اور دعا منگوائی

﴿حٰمٓ- تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ- غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هو اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ (پارہ ۲۱ رکوع ۶)

ترجمہ:-"اس کتاب کا نازل فرمانا اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو غالب دانا ہے- گناہ کو بخشنے والا توبہ کو قبول فرمانے والا سخت عذاب والا انعام اور قدرت والا جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں- اسی کی طرف واپس لوٹنا ہے-"

مفہوم یہ کتاب یعنی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ ہے جو عزت وعلم والا ہے جس کی جناب بے ادبی سے پاک ہے اور جس پر کوئی ذرہ بھی مخفی نہیں گو وہ کتنے ہی پردوں میں ہو- وہ گناہوں کی بخشش کرنے والا اور جو اس کی طرف جھکے اس کی طرف مائل ہونے والا ہے- اور جو اس سے بے پرواہی کرے اس کے سامنے سرکشی اور تکبر کرے اور دنیا کو پسند کر کے آخرت سے بے رغبت ہو جائے- خدا کی فرمانبرداری کو چھوڑے اسے وہ سخت ترین عذاب اور بدترین سزائیں دینے والا ہے- جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ- وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ﴾ (پارہ۱۴رکوع۶)

ترجمہ:-''اے میرے رسول ﷺ آپ فرما دیجئے یعنی اگاہ کر دیجئے کہ میں اللہ بخشش کرنے والا مہربان ہوں اور میرے عذاب بھی بڑے درد ناک عذاب ہیں-''

اور بھی قرآن عظیم کے کئی مقامات ایسے ہیں- حضرت عمر رضی اللہ کے پاس ایک شامی آدمی کبھی کبھی آیا کرتا تھا اور وہ تھا بھی ایسا ہی آدمی ایک مرتبہ لمبی مدت تک وہ آیا ہی نہیں تو امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے اس کا حال پوچھا انہوں نے کہا اس نے بکثرت شراب پینا شروع کر دیا ہے- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب کو بلوا کر کہا لکھو یہ خط عمر بن خطاب رضی اللہ کی طرف سے ہے فلاں بن فلاں کی طرف بعد از اسلام علیکم- میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریفیں بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو گناہوں کو بخشنے والا توبہ کو قبول کرنے والا سخت عذاب والا بڑے احسان والا ہے جس کے سوا کوئی اللہ نہیں- اسی کی طرف لوٹنا ہے- یہ خط اس کی طرف بھیجوا کر آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو متوجہ کر دے اور اس کی توبہ قبول فرمائے- جب اس شخص کو حضرت عمر رضی اللہ کا خط ملا تو اس نے اسے بار بار پڑھا اور یہ کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سزا سے مجھے ڈرایا بھی ہے اور اپنی رحمت کی امید دلا کر گناؤں کی بخشش کا وعدہ بھی فرمایا ہے- کئی کئی مرتبہ اسے پڑھ کر رو دیئے- پھر توبہ کی اور سچی پکی توبہ کی- جب فاروق اعظم کو پتہ چلا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا اسی طرح کیا کرو- جب کوئی بھائی لغزش کھا جائے تو اسے سیدھا کرو اور مضبوط کرو اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو- شیطان کے مددگار نہ بنو- حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھی کوفہ کے گردونواح میں تھے میں نے ایک باغ میں جا کر دو رکعت نماز شروع کی اور اس میں سورہ مؤمن کی تلاوت کرنے لگا میں نے اس سورہ مبارکہ کو اِلَيْهِ

الْمَصِیْر تک پڑھا کہ ایک شخص جو میرے پیچھے سفید خچر پر سوار تھا۔ جس پر لباس یمنی چادروں کا تھا مجھ سے کہا جب غَافِرِ الذَّنْبِ پڑھو تو کہو۔ یَا غَافِرَ الذَّنْبِ اِغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ۔ اور جب قَابِلِ التَّوْبِ پڑھو تو کہو یَا قَابِلَ التَّوْبِ اِقْبَلْ تَوْبَتِیْ اور جب شَدِیْدُ الْعِقَابِ تو کہو یَاشَدِیْدُ الْعِقَابِ لَاتُعَاقِبْنِیْ۔ حضرت مصعب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں میں نے گوشہ چشم سے دیکھا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا میں نماز سے فارغ ہو کر دروازے پر پہنچا وہاں جو لوگ بیٹھے تھے میں نے ان سے پوچھا کیا کوئی شخص تمہارے پاس سے گزرا ہے جس پر لباس یمنی چادروں کا تھا انہوں نے کہا نہیں ہم نے کسی کو نہیں دیکھا۔ اب لوگ خیال کرنے لگے کہ یہ حضرت الیاس علیہ السلام تھے یہ روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے اور اس میں حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر نہیں واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ مفہوم آیات مذکورہ میں آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ اللہ رب العالمین گناؤں کو بخشنے اور توبہ قبول کرنے والے ہیں۔ اور زبردست سزا اور عذاب والے بھی ہیں جو اس کی طرف توجہ نہ کرے اور بغاوت وسرکشی میں رہے اس کے لئے عذاب وسزائیں بھی ہیں۔ اور ایک شامی آدمی جو انتہائی بدکار ہو چکا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف وعظ ونصیحت کا خط لکھا اور زبردست تنبیہ کی اس خط کو بار بار پڑھا اور رونے لگ گیا اور توبہ تائب ہو گیا اللہ نے معاف فرما دیا خط بھیجنے کے ساتھ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دوستوں صحابہ کرام سے دعا بھی منگوائی۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کسی مسلمان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اسے احسن طریقہ سے وعظ ونصیحت کرنی چاہئے اور اس کے حق میں پرخلوص عاجزانہ دعا بھی مانگنی چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے صراط مستقیم پر لے آئیں اور اس کی دنیا وآخرت سنوار دیں یہ ہے ایک مسلمان کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک۔ آج موجودہ دور کا کوئی مسلمان ہوتا تو طرح طرح کی مخالفت کرتا غیبتیں کرتا چغلیاں لاتا اور اس شامی آدمی کے خلاف کئی محاذ قائم کرتا لیکن صحابہ کرام کی بہترین دینی دنیوی زندگیاں تھیں جو انہوں نے گزاریں تھیں آج قرآنِ عظیم اور حدیث مصطفیٰ ان کی تعریفات میں مذکور ہیں

تاریخ بھی ان کو سلام عقیدت پیش کرتی ہے۔

قرآن عظیم کے بارہ میں کفار کا مسلمانوں سے جھگڑنا:

﴿مَايُجَادِلُ فِيْٓ آيَاتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ﴾ (پارہ۲۴رکوع۶)

ترجمہ:۔''اللہ تعالیٰ کی آیات میں وہی لوگ جھگڑے کرتے جو کافر ہیں۔ پس ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا اے میرے نبی ﷺ آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے۔''

مفہوم تفسیر ابن ابی خاتم میں ہے ابو مالک سے روایت ہے کہ حارث بن قیس سہمی وغیرہ مشرک آ کر مسلمانوں سے جھگڑہ کیا کرتے تھے اور قرآن عظیم کے بارہ میں طرح طرح کی بے ادبی کے الفاظ منہ سے نکالا کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور اس کے کام سے مخالفت کر کے ابھی تک جو کسی وبال اور عذاب میں نہیں پکڑے گئے اور چین سے شہر بشہر تجارتیں کرتے رہیں ہیں اور تندرستی اور آرام سے گزر کر رہے ہیں ان لوگوں کے اس حال پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہئے ان لوگوں کی اس طرح کی باتوں سے ان کا کفر تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو ثابت ہو چکا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہر کام کا وقت مقرر ہے۔ بہر حال اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ ان کافروں کی بدمستی ان کے نازو نعم ان کی راحت و آرام ان کی خوشحالی اور فارغ البالی کی طرف آپ نظریں نہ ڈالیں یہ سب عنقریب زائل ہو جائے گا اور صرف ان کی بداعمالیاں عذاب کی صورت میں ان پر باقی رہ جائیں گی ان کی یہ تمام نعمتیں آخرت کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال ہوتا ہے ایک شخص کپڑا خریدتا ہے اور کہتا ہے اگر پسند نہ ہوا تو کپڑا اور ایک درم واپس کردوں گا۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا سات کبیرہ گناہوں سے بچو جو ہلاک

کرنے والے ہیں پوچھا گیا حضور ﷺ وہ کیا گناہ ہیں آپ نے فرمایا: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ (۲) اسے قتل کرنا جس کا قتل کرنا حرام ہو ہاں کسی شرعی عذر سے خون حلال ہو گیا ہو تو اور بات ہے۔ (۳) جادو کرنا۔ (۴) سود کھانا۔ (۵) یتیم کا مال کھانا۔ (۶) میدان جنگ سے کفار کے مقابلہ سے بھاگ کھڑے ہونا۔ (۷) بھولی بھالی پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانا۔

حدیث میں آتا ہے جو آدمی نماز کی فراغت کے بعد اگر بیٹھا رہے اللہ تعالیٰ رب العزت کے ذکر و اذکار میں مصروف رہے تو فرشتے دعا مانگتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ۔ (ترجمہ) اے اللہ اس اپنے بندہ کو معاف کر دے اور اس پر رحم فرما۔ لیکن کچھ ایسے آدمی بھی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کلام بھی نہیں کرے گا جیسے فرمایا یعنی وَ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ۔ (پارہ ۳ رکوع ۱۶) (ترجمہ) نہیں کلام کرے گا ان سے اور نہ ہی رحمت کی نظر سے دیکھے گا ان کی طرف۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں جن سے نہ تو خدا کلام کرے گا اور نہ ان کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا حضرت ابوذرؓ کے سوال پر آپ نے جواب دیا ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا، جھوٹی قسم کھا کر اپنا سودا بیچنے والا، دے کر احسان جتانے والا۔ (مسلم شریف)

مسلمانوں کا غیر اللہ کی عبادت سے پرہیز اور اللہ کی طرف رجوع:

﴿وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْھَا وَ اَنَابُوْا اِلَی اللّٰهِ لَھُمُ الْبُشْرٰی فَبَشِّرْ عِبَادِ۔ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدٰھُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (پارہ ۲۳ رکوع ۱۶)

ترجمہ:۔ ''جن لوگوں نے خداوند تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت سے پرہیز کیا اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے وہ خوشخبری کے مستحق رہے۔ پس میرے بندوں کو خوشخبری سنا دے۔''

جو آیات کو کان لگا کر سنتے ہیں جو بہترین بات ہو اس پر عمل کرتے ہیں- یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے یہی وہ لوگ ہیں جو عقلمند ہیں- مفہوم بعض روایات میں آتا ہے یہ زید بن عمرو بن فضیل اور ابوذر اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے بارہ میں اتری ہے، لیکن صحیح یہ ہے یہ آیت جس طرح ان بزرگوں کو شامل ہے اسی طرح ہر اس شخص کو شامل ہے جس میں یہ پاک اوصاف ہوں یعنی خدا کے سوا سب سے بیزاری اور خداوند تعالیٰ کی فرمانبرداری- یہ ہیں جن کے لئے دونوں جہان میں خوشیاں ہیں- بات سمجھ کر سن کر جب وہ اچھی ہو تو اس پر عمل کرنے والے مستحق مبارکباد ہیں- اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تورات عطا فرمانے کی وقت فرمایا تھا:

﴿وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا سَأُرِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ﴾ (پارہ۹ رکوع ۸)

ترجمہ:- ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی تفصیل اور نصیحت ان کو لکھ دی تو ان کو کوشش کے ساتھ عمل میں لاؤ اور اپنی قوم کو حکم کرو ان کے اچھے اچھے احکام پر عمل کریں اب بہت جلد تم لوگوں کو ان بے حکموں کا مقام دکھلاتا ہوں-

جنت کی ناز و نعمتیں اور حوض کوثر آپ اپنے ہاتھ سے پلائیں گے:

یعنی جیسے موسیٰ علیہ السلام کو حکم خداوندی پہنچا ایسے ہی رب العلمین نے حضور ﷺ کے صحابہ کرام کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھی صحابہ کرام آنحضرت ﷺ سے قرآن و حدیث کی باتیں سنتے اور عمل پیرا ہوتے ہیں اور جس کی بابت اللہ رب العزت عمل کی گواہی دے ان سے انبیاء علیہم السلام کے بعد کون اچھا ہو سکتا یعنی تختہ زمین پر پوری امت محمدیہ میں یہ زائرین شخصیتیں ہیں- اللہ رب

العزت مزید ان سے راضی ہو اور ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنائت فرمائے۔ امین ثم امین۔ آگے فرمایا:

﴿اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ﴾

(پارہ ۲۳ رکوع ۱۶)

ترجمہ:۔ ''بھلا جس شخص پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی ہو۔ تو کیا تو اسے جو دوزخ میں ہے چھوڑا سکتا ہے۔''

ہاں وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے بالا خانے ہیں جن کے اوپر بھی بنائے ہوئے بالا خانے ہیں۔ اور ان کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ رب العزت نے وعدہ کیا ہے اور وہ وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ وَعْدَاللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادِ﴾

(پارہ ۲۳ رکوع ۱۶)

اس آیہ کریمہ کا معنیٰ ترجمہ اس کے متصل پہلے لکھا جا چکا ہے۔ مفہوم دونوں آیات کا اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ جس کی بدبختی لکھی جا چکی ہے تو اسے راہ راست نہیں دکھا سکتا۔ کون ہے جو خدا کے گمراہ کئے ہوئے کو راہ راست دکھا سکے تجھ سے نہیں ہو سکتا کہ اے میرے نبی تو ان کی رہبری کر کے انہیں عذاب خدا سے بچا سکے۔ ہاں نیک بخت نیک اعمال اور نیک عقیدہ کے لوگ قیامت کے دن جنت کے محلات میں مزے کریں گے۔ ان بالا خانوں میں جو کئی کئی منزلوں کے ہیں۔ تمام سامان آرائش سے آراستہ ہیں۔ وسیع اور بلند۔ خوبصورت اور دیدہ زیب ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ جنت میں ایسے محل ہیں۔ جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور باہر والا حصہ اندرونی حصہ سے دکھائی دیتا ہے۔ ایک اعرابی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ یہ کن لوگوں کے لئے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو نرم کلامی کریں۔ کھانا کلائیں اور راتوں کو جب لوگ میٹھی نیند میں ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے

کھڑے ہو کر گڑ گڑائیں نمازیں پڑھیں- ترمذی شریف وغیرہ مسند احمد فرمانِ رسول ﷺ ہے کہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے اور باطن ظاہر سے نظر آتا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے بنایا ہے جو کھانا کھلائیں کلام نرم رکھیں' پے درپے نفلی روزے بکثرت رکھیں اور پچھلی راتوں کو تہجد پڑھیں- مسند کی ایک حدیث میں ہے جنتی جنت کے بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہو- اصل میں ایک مومن مرد عورت کو خدا کی نعمتیں میدان حشر میں ہی سے شروع ہو جاتی ہیں جیسے باب الحوض والشفاعۃ کی دو عدد حدیثیں عرض کرتا ہوں-

﴿عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابنِ عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَوْضِی مَسِیْرَۃُ شَھْرٍ وَّ زَوَایَاہُ سَوَاءٌ مَآئُہٗ اَبْیَضُ مِنَ الَّبنِ وَرِیْحُہٗ اَطْیَبُ مِنَ الْمِسْکِ وَ کِیْزَانُہ کَنُجُوْمِ السَّمَآءِ مَنْ یَّشْرَبُ مِنْھَا فَلَا یَظْمَاءُ اَبَدًا﴾ (متفق علیہ مشکوۃ شریف)

ترجمہ:- ''حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا حوض کوثر ایک ماہ چلنے کی مسافت ہے اور اس کے چاروں گوشے برابر ہیں اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس کی خوشبو کستوری کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے اور اس کے آبخورے یعنی برتن آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں جو اس سے ایک دفع پی لے گا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا-''

اس حوض کوثر کے بارہ میں رب العالمین نے اپنے رسول ﷺ کو ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ- فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ- اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ﴾

ترجمہ:- ''اے میرے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہم نے آپ کو حوض کوثر عطا فرمایا ہے- آپ اپنے رب کی نماز ادا کریں اور قربانی کریں

یقیناً آپ کا دشمن ہی بےنسل ہے۔''

تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے۔صحابہ کرام نے عرض کی خدا اور خدا کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا ایک نہر ہے جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ اس پر بہت سی خیر اور نیکی ہے اور وہ ایسا حوض کوثر ہے کہ اس سے میری امت قیامت کے دن پانی پیئے گی۔ دوسری حدیث شریف میں آتا ہے:

﴿عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَّرَّ عَلَيَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَاءُ اَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَ يَعْرِفُوْنَنِيْ ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُمْ فَاَقُوْلُ اِنَّهُمْ مِنِّيْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَآ اَحْدَثُوْ بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ﴾ (متفق علیہ مشکوۃ شریف)

ترجمہ:۔''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ میں حوض کوثر پر تم سے پہلے موجود ہوں گا تمہارا پیش رو اور امیر منزل ہوں جو شخص میرے پاس سے گزرے گا وہ حوض کوثر کا پانی پی لے گا اور جس نے ایک دفعہ حوض کوثر کا پانی پیا اسے پیاس نہیں لگے گی۔''

میرے پاس کچھ لوگ قومیں آئیں گی میں ان کو پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے پھر میرے اور ان کے درمیان پردہ کیا جائے گا میں کہوں گا یہ میری امت کے لوگ ہیں۔ کہا جائے گا آپ کو معلوم نہیں جو کچھ آپ کے بعد انہوں نے دین اسلام میں بدعتیں پیدا کی ہیں۔ پھر میں کہوں گا ان کے لئے ہلاکت ہو۔ اور رحمت خداوندی سے دوری ہو جنہوں نے میرے بعد دین اسلام کو بگاڑا اور یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضور ﷺ کو بعد وفات اپنی امت کا حال تفصیلی فرداً فرداً معلوم نہیں۔ اور دونوں مذکورہ حدیثوں سے ثابت ہوا موجودہ دور کے مسلمانوں میں جو بدعات کرنے

کے عادی ہیں بدعتی ہیں ان کو حوض کوثر کا پانی نصیب نہیں اور بدعتیوں کے لئے شفاعت بھی نہیں ہوگی بدعتیوں کے اور دیگر فرقے بھی ہیں۔ رافضی۔ خارجی۔ معتزلی۔ جبری۔ قدری۔ مرجی۔ جہمی۔ یہ سب فرقے بھی بدعتیوں کے ہیں خواہ پاکستان میں ہوں یا عربی مغربی ممالک میں ہوں۔

دین اسلام میں عورت کا صحیح مقام اور عورت کی بزرگی

﴿نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾

مردوں کا مقام تو قرآن وحدیث میں خداوند تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ نے تو بیان کیا ہی ہے- جیسے فرقان حمید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں-

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ (پارہ۵رکوع۴)

ترجمہ:- ''مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں-''

عورتوں کو خداوند تعالیٰ نے اس طرح پیدا کیا ہے- دنیا تو دنیا ان سے دین کے کاموں میں بھی مردوں کی برابری نہیں ہو سکتی خلقی کمزوری کی وجہ سے وہ جہاد کرنے کے قابل نہیں-عورتوں کو بچے پیدا کرنا دودھ پلانا اور پرورش کرنا ہے ایک وقت خاص تک ان کو روزہ اور نماز سے بھی محروم رہنا پڑتا ہے-ان باتوں پر نظر کر کے عورتوں کو خیال ہوتا ہوگا- کہ ہائے ہم مرد کیوں نہ ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کو سمجھایا کہ مردوں کی نیکیاں مردوں کے ساتھ ہیں عورتوں کی نیکیاں عورتوں کے ساتھ ہیں- دوسری جگہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت مردوں کے ساتھ عورتوں کا تذکرہ بھی کرتے ہیں کہ

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُومِنِیْنَ وَالْمُومِنَاتِ وَالْقَانِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقَاتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرَاتِ وَالْخَاشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ۔ الخ﴾ (پارہ۲۲رکوع۲)

ترجمہ:۔ ''بے شک اسلام کا کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں۔''

اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنے شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور بکثرت خدا کی یاد کرنے والے مرد اور بکثرت خدا کی یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجرعظیم تیار کر رکھا ہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا وجہ ہے؟ کہ قرآن حکیم میں مردوں کا ذکر آتا رہتا ہے لیکن ہم عورتوں کا نہیں کیا جاتا۔ کہتی ہیں کہ میں ایک دن بالوں کو سلجھا رہی تھی کہ میں نے حضور ﷺ کی آواز منبر پر سنی۔ میں نے بالوں کو یونہی لپیٹ لیا اور حجرے میں آ کر آپ کی بات سننے لگی۔ تو آپؐ اس وقت یہی مندرجہ بالا آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ نسائی وغیرہ میں اور بہت سی روایتیں آپؐ سے مروی ہیں۔ ایک روایت کہ چند عورتوں نے حضور ﷺ سے یہ کہا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ عورتوں نے ازواج مطہرات سے یہ کہا تھا۔

قرآن کریم کے اٹھائیسویں سپارہ کی آخری آیتوں یعنی بیسویں رکوع میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا فرعون کی بیوی کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد

فرمایا:

﴿اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (پارہ ۲۸ رکوع ۲۰)

ترجمہ:۔ ''جب فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے دعا کی۔ کہ اے میرے پروردگار میرے لئے جنت میں اپنے قریب سے مکان بنایئے اور مجھ کو فرعون کے شر سے اور اس کے عمل سے اور کفر کے ضرر اور اس کے اثر سے محفوظ رکھیئے۔''

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں اور حضرت سلمان بھی فرماتے ہیں کہ فرعون اس نیک بخت بیوی کو طرح طرح سے ستاتا تھا۔ سخت گرمیوں اور سخت دھوپ میں انہیں کھڑا کر دیتا لیکن پروردگار اپنے فرشتوں کے پروں کا سایہ ان پر کر دیتا اور انہیں گرمی کی تکلیف سے بچالیتا' بلکہ انہیں ان کے جنتی مکان بھی دکھا دیتا۔ جس سے ان کی روح کو تازگی اور ایمان کو تازگی نصیب ہوتی۔ فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت جب پوچھتی کہ کون غالب رہا تو یہی سنتیں کہ حضرت موسیٰ غالب رہے بس یہی بات ان کے ایمان کی تقویت کا باعث بنی اور پھر وہ پکار اٹھیں کہ میں موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائی۔ فرعون کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ ایک وزنی چٹان لاؤ اور یہ چٹان۔ اس کے اوپر رکھ دو اور اسے کہو کہ اپنے عقیدے سے باز آ جائے اور اگر یہ باز آئے تو یہ میری بیوی ہے۔ اسے عزت و حرمت کے ساتھ واپس لاؤ۔ اگر نہ مانے تو پھر وہی چٹان اس پر گرا دو اور اس کا قیمہ قیمہ کر ڈالو اور جب یہ لوگ پتھر لائے اور ان پر مارنے کے لئے چٹان کو اٹھایا تو انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔ پروردگار نے حجاب ہٹا دیئے اور جنت کو اور جو مکان ان کے لئے بنایا گیا تھا اسے انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اسی لمحے ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ جس وقت ان پر پتھر پھینکا گیا اس وقت ان میں روح تھی ہی نہیں اپنی شہادت کے وقت خدا تعالیٰ سے دعا مانگتیں ہیں کہ اے خدایا جنت میں مجھے اپنے قریب

کی جگہ عطا فرمانا اور ایک گھر عطا فرمانا اس دعا کی باریکی پر بھی نظر ڈالئے کہ پہلے خدا کا پڑوس مانگا جا رہا ہے اور پھر گھر کی درخواست کی جا رہی ہے- قرآن حکیم میں خداوند تعالیٰ اپنی ایک بندی مائی خولہ کا تذکرہ کرتے ہیں:

﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ﴾ (پارہ ۲۸ رکوع ۱)

ترجمہ:- ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سنی جو اپنے شوہر کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کے آگے اپنی شکایت کر رہی تھی- اللہ تعالیٰ تمہارے سوال و جواب سن رہا تھا بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے-''

یہ شکایت کرنے والی مائی حضرت خولہ بنت ثعلبہ تھیں- جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو اسی طرح سرگوشیاں کر رہی تھیں- حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ان کا کوئی لفظ تو میرے کان تک پہنچ جاتا تھا- ورنہ اکثر باتیں باوجود اس گھر میں موجود ہونے کے میرے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھیں- مائی خولہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی شکایت کرتے ہوئے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میری جوانی تو میرے شوہر کے پاس گذری بچے بھی ہوئے اب جب کہ میں بڑھیا ہوگئی ہوں اور آئندہ بال بچوں کے قابل نہ رہی تو میرے شوہر نے مجھ سے ظہار کر لیا ہے- اے اللہ میں تیرے سامنے اپنے اس دکھڑے کا رونا روتی ہوں ابھی مائی خولہ حضور کے گھر سے نہیں نکلی تھیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آیت لے کر نازل ہوئے مائی خولہ کے شوہر کا نام حضرت اوس بن صامت تھا یہ خدا کے سامنے اپنی التجا بیان کرنے آئیں جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی عرب لوگ زمانہ جاہلیت میں جب اپنی بیوی کو طلاق دینی ہوتی تو بیوی کو یہ کہتے اَنْتِ کَظَھْرِ اُمِّیْ تو مجھ پر ایسے ہی حرام ہے جیسے میری ماں مجھ پر حرام ہے- اسی طرح مائی خولہ کے شوہر نے بھی حضرت خولہ کو کہہ دیا- چنانچہ جب مائی خولہ نے حضور ﷺ کے دربار رسالت میں سوال کیا تو خدا تعالیٰ نے کفارہ ادا کرنے کی آیات

نازل کردیں۔ جن کا مطلب یہ تھا کہ مائی خولہ کا شوہر ایک غلام آزاد کردے یا پے در پے دو ماہ کے روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے چنانچہ یہ کفارہ ادا کر چکنے کے بعد دونوں میاں بیوی کا الحاق ہوگیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دین اسلام میں عورت کا کتنا اونچا مقام ہے کہ عورت کے سوال کے بارے میں جواباً آسمان سے آیتیں نازل ہو رہی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور قرآن مجید فرقان حمید کی آیات کا نازل ہو کر اس خاتون اسلام کی حوصلہ افزائی کرنا اور طمانیت قلبی سے نوازا جارہا ہے۔ اس سے بڑھ کر عورت کو کون سی بزرگی اور فضیلت حاصل ہو سکتی ہے۔ اتنا رتبہ اتنا مقام اتنی فضیلت اتنی بزرگی اسلام نے عورت کو بخشی ہے' دنیا کے تمام ادیان باطلہ میں عورت کے بارے میں ایسا مقام کہیں بھی حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ عورت کی تذلیل اہل کفر اور رسوائی کے بارے میں قرآن حکیم نے یوں نقشہ کھینچا ہے۔

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ﴾ (پارہ ۱۴ رکوع ۱۳)

ترجمہ:- جب کفار عرب میں سے کسی کے گھر بچی پیدا ہوتی تو بچی کی پیدائش کی بشارت سن کر اس کا چہرہ مرجھا جاتا اور غم اور پریشانی کی وجہ سے بچی کے باپ کا چہرہ سیاہ پڑھ جاتا غم اور غضب میں دو باتوں میں سے ایک کا متعین کرلیتا کہ یا تو میں اسے زندہ درگور کردوں یا لوگوں کی طرف سے ذلت و رسوائی برداشت کرتے ہوئے اسے اپنے گھر میں رہنے دوں۔"

یہ تھا حال کفار عرب کا عورت کے بارے میں۔ بچی پیدا ہوتے ہی اس کا باپ سنگدل ہو کر اپنی روتی دھوتی بیٹی کو جنگل میں لے جاتا گڑھ کھودتا اور بیٹی کو اٹھا کر اس میں ڈال دیتا اور بے رحمی' درندگی' اور سنگدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے

اس کے اوپر مٹی ڈال آتا اور اس فعل بد کو اپنے لئے فخر کا ذریعہ سمجھتا- زمانہ جاہلیت میں کفار عرب کی طرف سے عورت پر دوسرے مظالم کے علاوہ ایک ظلم یہ بھی تھا کہ جب عورت حیض والی ہوتی تو اس سے نفرت کی بنا پر الگ کر دیا جاتا اور نفرت کی بنا پر اس کا شوہر اس کے ساتھ کھانا کھانے سے انکار کر دیتا- حالانکہ اسلام نے اس باوقار خاتون کو صرف نماز روزہ کی حد تک رخصت دی ہے عورت روٹیاں پکا سکتی اور دیگر گھر کے کام بھی کر سکتی ہے- خاوند اپنی بیوی سے بوس و کنار بھی کر سکتا ہے صرف جماع سے بچنا ہے' مدینہ طیبہ میں ایک عورت کے متعلق کچھ آدمیوں نے کوئی بات کہی جو اس نے سن لی- اور جواب دیا هَلْ كُنْتُ عَلَى الْاِسْلَامِ یا هَلْ كُنْتُ مُسْلِمَةً کہا میں اسلام پر نہیں ہوں یا یہ کہ میں مسلمان نہیں ہوں- اس خاتون کا مطلب یہ تھا- کہ جب میں مسلمان ہوں تو پھر مجھے کس چیز کی آ رہے کیونکہ اسلام نے تو مجھے عزت اور توقیر کا منصب دیا ہے- یہاں ایک عورت کا تذکرہ کرتے چلوں جو کہ یہودیہ تھی اور اس کی عصمت لوٹنے کے لئے کچھ یہودی غنڈے اس کے پیچھے لگ گئے اور اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہے تھے- جب ادھر ادھر بھاگ دوڑ کے بعد بھی اس کے تحفظ کی کوئی صورت نہ بنی تو مجبور ہو کر اسلام کی دہائی دیتے ہوئے بے ساختہ پکار اٹھی وَااِسْلَامَا وَاِسْلَامَا- اے اسلام' اے اسلام یعنی اس خاتون کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو میری عزت کا محافظ بن سکتا ہے- اسلام ہی مجھے وقار اور مقام علیہ کے منصب پر فائز کر سکتا ہے- اس خاتون کی آواز جب صحابہ کرام تک پہنچی تو انہوں نے اس مظلومہ کے بچاؤ کے لئے یہودی غنڈوں کے ساتھ مقابلہ کیا یہ اسلام کے ہی تبرکات ہیں جنہوں نے ایک عورت کو اس کا صحیح مقام بخشا اور اس کے مقام کو تاباں و درخشاں کیا-

ایک دفعہ جب حاتم طائی کی بیٹی قیدیوں میں رسول کریم ﷺ کے پاس آئی- تو آنحضرت نے اس کا پردہ صحیح نہ ہونے کی وجہ سے اپنی چادر مبارک اس پر ڈال دی- وہ کہنے لگی کہ حضور میں اپنے گھر واپس جانا چاہتی ہوں- آپؐ نے کچھ صحابہ کے ہمراہ

اس کو واپس بھیج دیا۔ اس کے بھائی نے اپنی بہن کو دور سے آتے ہوئے دیکھ لیا۔ قریب پہنچنے پر حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں دریافت کیا۔ كَيْفَ وَجَدْتِ اَصْحَابُ مُحَمَّدًا تو نے صحابہ کرام اور رسول کو کس حال میں پایا۔ وہ جواب دینے لگی کہ میں نے آپ کے صحابہ کو اس قدر حیا والا پایا کہ اتنی حیا میں نے تمہاری آنکھوں میں بھی نہیں دیکھی۔ جب کہ آپ میرے حقیقی بھائی ہیں رسول کریم کے صحابہ میرے بھائی بھی نہیں لیکن انہوں نے میری عزت کا آپ سے زیادہ خیال کیا۔ یہ واقع رحمۃ للعالمین جلد اول میں بھی ہے۔

دین اسلام میں عورت کے مقام کا عجیب واقعہ:

ولید کے زمانہ میں عرب تاجر بصرہ سے جزائر اور مشرق ہند آتے جاتے رہتے تھے۔ جن میں سے ایک عرب تاجر فوت ہو گیا تو وہاں کے راجہ نے اس تاجر کے اہل و عیال اور بعض بچوں اور عورتوں کو جہاز میں سوار کر کے بصرہ روانہ کر دیا۔ اس جہاز کے ہمراہ بعض دوسرے جہاز بھی تھے۔ جن پر دوسرے عرب تاجروں کے اہل و عیال سوار تھے۔ جو بحرہ ہند کے جزائر سے اپنے ملک کو واپس جا رہے تھے۔ سندھ کے ساحل کے قریب چند بحری قزاقوں نے جو ملک سندھ و ملتان کے حکمران کی رعایا تھے۔ ان جہازوں کو لوٹ لیا اور عورتوں اور بچوں کو بھی اٹھا کر لے گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت اضطراری حالت میں ایک عورت نے حجاج کو مدد کے لئے پکارا جب اس کی اطلاع حجاج کو ملی۔ اگرچہ حجاج ایک ظالم اور جابر حکمران تھا کہ کوئی اس کو اچھا نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن اس کی غیرت و حمیت کا یہ عالم تھا کہ وہ مسلمان عورتوں کی بے حرمتی برداشت نہ کر سکا اور اس نے راجہ داہر سے ان سب کو واپسی کا مطالبہ کیا۔ داہر نے جواب دیا کہ یہ بحری قزاقوں کا کام ہے۔ میں اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ راجہ داہر کے اس خشک جواب نے حجاج بن یوسف کو نعل در آتش کر دیا اور اس نے عورتوں اور بچوں کو رہا کروانے کے لئے سندھ پر فوج کشی کا ارادہ کر لیا۔ محمد بن قاسم اس مہم

کے سلسلے میں سندھ کا نگران مقرر ہوا- پہلے دو حملے ہوئے لیکن حجاج کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ان دو ہزیمتوں کا حجاج کو بہت صدمہ ہوا اور اس نے پورے اہتمام سے سندھ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ اس نے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو اس کا نگران مقرر کیا گو وہ سترہ سال کا تھا- مگر اس میں شہامت اور شجاعت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور وہ چھ ہزار عراقی اور شامی سواروں کی معیت میں مکران کے راستہ ۱۷ء میں دیبل روانہ ہوا- اس کے ہمراہ اسی قدر مسلم شہسوار اور بار برداری کے لئے تین ہزار باختری اونٹ تھے-

دیبل کی فتح:

دیبل موجودہ کراچی سے تقریباً پندرہ میل کے فاصلہ پر جانب جنوب مغرب واقع ہے- یہ داہر کا دارالحکومت اور بدھوں کا ایک بہت بڑا مرکز تھا- اور ان کا قلعہ نما مندر بھی اس کی زینت کو نمایاں کرتا تھا' اس پر گیروے رنگ کا پرچم ہمیشہ لہراتا رہتا تھا- محمد بن قاسم سرحد سندھ سے دشمن کے مختلف فوجی دستوں کو کچلتا ہوا دیبل جا پہنچا اور شہر کا محاصرہ کر لیا- جو کئی ماہ تک جاری رہا اہل شہر بڑی بہادری سے مدافعت کرتے رہے آخر عربوں نے ''العروس'' جو منجنیک کا نام ہے اس کی مدد سے سنگ باری شروع کر دی جس سے جھنڈا دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا- جس کی وجہ سے محصورین کے حوصلے پست ہو گئے اور مسلمانوں نے شہر پر قبضہ کر لیا محمد بن قاسم نے یہاں ایک مسجد بنوائی اور عرب سپاہیوں کا ایک دستہ انتظامی ضروریات کے لئے یہاں چھوڑ کر آگے بڑھا-

نیرون پر قبضہ:

دیبل سے محمد بن قاسم نیرون کی طرف بڑھا- جو موجودہ حیدر آباد کے قریب واقع ہے حاکم نیرون نے دیبل کا انجام دیکھ کر عربوں سے صلح کر لی اور ان کی بہت مدد کی- علاوہ ازیں اور بھی بہت سی بستیوں کے باشندوں نے جو بدھ مت کے پیروکار

اور جنگ و جدل سے نفرت کرنے والے تھے- اطاعت قبول کر لی- محمد بن قاسم نے سہوان اور سیام جیسے مقامات فتح کئے-

داہر سے مقابلہ:

حجاج کے حکم پر محمد بن قاسم دریائے سندھ کو عبور کر کے داہر سے فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لئے آگے بڑھا- راوط کے مقام پر داہر ایک زبردست فوج اور ایک سو جنگی ہاتھیوں سمیت خیمہ زن تھا- ۷ رمضان ۹۳ھ بمطابق ۱۷ جون ۷۱۲ء کو دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں اور چند روز تک خون ریز جنگ ہوتی رہی- راجہ داہر کا لشکر دس ہزار سپاہیوں اور تیس ہزار پیدل سپاہیوں پر مشتمل تھا- ولی عہد جے سنگھ اور ٹھاکروں کی فوج ملا کر ساٹھ ہزار بنتی تھی- اس جگہ محمد بن قاسم کے پاس ساڑھے پندرہ ہزار فوج تھی- آخر کار دونوں فوجیں فیصلہ کن مقابلے کے لئے نکلیں- داہر کی فوج کے آگے آگے جنگی ہاتھی تھے اور عقب میں پیدل اور سوار چل رہے تھے- راجہ کا بیٹا جے سنگھ دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ فوج کے عقب میں موجود تھا- خون آشام دلاوروں کے جھرمٹ میں راجہ داہر کا سفید ہاتھی تھا- جس پر وہ گلفام اور سمن اندام کنیزوں کی معیت میں سوار تھا- جو اسے لحہ بہ لحہ شراب کے پیالے اور پان کے بیڑے پیش کر رہی تھیں- جنگی ہاتھیوں سے جان بچانے کے لئے عرب آتش بازوں نے ان پر روغن برسانا شروع کیا- ہاتھی اس سے ڈر کر پیچھے کی طرف بھاگے اور اپنے ہی لشکر میں تباہی مچانے لگے- اسی اثناء میں تیر اندازوں اور نیزہ بازوں نے تباہی مچانی شروع کر دی- اسی لمحے ایک آتش باز داہر کے ہاتھی پر روغن گرانے میں کامیاب ہو گیا- ہاتھی پانی کی طرف بھاگا اور دریا میں گھس گیا- داہر نے بمشکل جان بچا کر قلعے میں پناہ لی- مگر یہ دیکھ کر کہ اس کے اکثر جاں نثار مارے جا چکے تھے- وہ قلعہ سے نکلا اور پیادہ پا شمشیر دست عربوں سے لڑنے لگا- آخر کار ایک عرب سپاہی کی تلوار نے اس کا کام تمام کر دیا اور اس طرح میدان عربوں کے ہاتھ رہا- اور انہیں کامیابی نصیب ہوئی-

قلعہ راوڑ کی فتح:

ہزیمت خوردہ فوج نے قلعے میں پناہ لی- داہر کا لڑکا جے سنگھ اور رانی بائی بھی وہیں پناہ گزین ہوئے اور یہ عربوں کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے- محمد بن قاسم نے یہ اطلاع پا کر قلعے کا محاصرہ کر لیا اس پر جے سنگھ تو برہمن آباد بھاگ گیا- لیکن رانی نے جس کے پاس پندرہ ہزار فوج تھی- مقابلے کی ٹھان لی- عرب آتش بازوں اور سنگ اندازوں نے اپنا کام شروع کر دیا قلعے کی دیواروں میں شگاف ہوتے ہی عرب آگے بڑھے- چنانچہ رانی شکست کے آثار دیکھ کر اپنی سہیلیوں سمیت زندہ جل مری- مگر سندھی فوج بڑی بہادری سے لڑتی رہی- آخر کار مسلمانوں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور بہت سا مال غنیمت بھی ان کے ہاتھ لگا-

سی ساگر کا اطاعت قبول کرنا:

راجہ داہر کا وزیر سی ساگر بہت عاقبت اندیش تھا- راجہ کا انجام دیکھ کر اس نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کرنے کا فیصلہ کیا- چنانچہ وہ محمد بن قاسم کی خدمت میں ان عرب عورتوں اور بچوں کو لے کر پہنچا- جنہیں سندھی قزاقوں نے جہاز سے گرفتار کیا تھا- اور جن عورتوں کے سبب یہ جنگ شروع ہوئی تھی- محمد بن قاسم نے وزیر کی اطاعت کو بنظر استحسان دیکھا اور اسے اپنا معاون اور مشیر بنا لیا- یہ ہے دین اسلام میں عورت کا مقام جس کی وجہ سے حجاج بن یوسف نے اتنی بڑی جنگ چھیڑی اور ہزاروں لشکری شہید ہوئے بالآخر محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کیا اور ان عرب عورتوں اور بچوں کو حاصل کیا- (حوالہ تاریخ اسلام)

مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں اور لوگوں کے ساتھ جا رہے تھے- تو ایک

عورت نے آواز دے کر ٹھہرا لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً ٹھہر گئے اور ادب سے سر جھکائے ہوئے پوری توجہ سے ان کی باتیں سنتے رہے۔ اور جب ان کی بات مکمل ہوگئی تو آپ پھر واپس لوٹے تو ایک شخص نے جو آپ کے ساتھ تھا کہا کہ اے امیر المومنین! ایک بڑھیا کے کہنے سے آپ رک گئے جس کی وجہ سے ہم سب کو بھی رکنا پڑا۔ آپ نے فرمایا افسوس تم اسے جانتے بھی ہو فرمایا میں نہیں جانتا۔ حضرت عمر نے کہا یہ وہ عورت ہیں جن کی شکایت ساتویں آسمان پر اللہ تعالیٰ نے سنی۔ یہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آج اگر صبح سے لے کر شام تک اور شام سے لے کر رات کر دیتیں تو میں پھر بھی ان کی خدمت سے نہ ٹلتا۔ ہاں وقت کے وقت نماز ادا کر لیتا اور پھر کمر بستہ آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہو جاتا۔ اس سے عورت کے مقام کا اندازہ ہوتا ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو وقت کے خلیفہ بھی ہیں اور ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل زمین کے فاتح بھی ہیں ان کی عاجزی کا عالم یہ ہے کہ اس مائی کی بات سننے کے لئے مصروف ہیں۔ یہ صرف اسلام کی برکت ہے جس نے عورت کو اتنا عالیشان رتبہ عطا کیا۔ عورت کا مقام اسلام میں جو ہے اسے ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کے چند مقامات عرض کئے ہیں اور کچھ تفاسیر و احادیث بھی نقل کی ہیں۔ مزید اس مضمون کو نکھارنے کے لئے تاریخی واقعات بھی عرض کر دیئے ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام نے عورت کو جو مقام شرف بزرگی رفعت و پاکبازی فضیلت و قربت خداوندی کے عطیات عنایت کئے ہیں وہ صرف اور صرف دین اسلام ہی دنیائے جہان میں اللہ کی زمین پر اللہ رب العزت کے آسمان کے نیچے اگر مردوں کے متقابل مردوں کے بعد کسی کی شان اور عظمت ہے تو وہ اسلام کے لبادہ میں عورت کی ہے۔ دنیا کے کسی مذہب نے عورت کے ساتھ اتنا استحسان نہیں کیا جتنا دین اسلام نے اپنی آغوش سے خیر و برکت کے تمغے عطا کئے ہیں۔ آخر میں اللہ رب العزت سے التجا ہے کہ خداوند تعالیٰ تمام مردوں' عورتوں بچوں' بوڑھوں اور بچیوں کو اسلام سے وابستگی کی توفیق عنایت فرمائے۔ اسلام کے سایہ اقدس میں رہتے ہوئے توحید و سنت پر

گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسی حال میں آخری وقت لائے۔ اور اپنے بے پایاں فضل اور رحمت سے جنت عنایت فرمائے اور جہنم سے بچائے۔ بچوں اور تمام اہل خانہ' برادری اور رشتہ داروں کے علم وعمل میں جو کمزوری ہے اسے دور کر کے نیک اعمال کی توفیق دے بلکہ ہر توحید وسنت والے کو اور اس کے بال بچوں کو اور تمام اہل خانہ کو توحید وسنت کی علمی اور عملی کمزوریوں کو دور کر کے اپنے فضل مخصوص سے نیک اعمال کی توفیق دے عالم برزخ ٹھیک کرے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ امین ثم امین۔ (الراقم الحروف فضل الرحمٰن بٹ)

اسلام میں مقام عورت کا متعلقہ حصہ کے کچھ واقعات:۔

حضرت قیس بن عاصم کی آٹھ لڑکیاں جو زمانہ کفر میں زندہ درگور کیں تھیں لیکن یہ دور زمانہ کفر کا تھا اسلام لانے کے بعد اللہ رب العزت نے انہیں معاف فرما دیا چونکہ اسلام قبول کرنے کی حالت میں سابقہ تمام جرائم سے توبہ کی جاتی ہے اس لئے اللہ رب العزت سابقہ تمام گناؤں کو معاف کر دیتے ہیں جیسے فرقان حمید میں اللہ رب العزت کا ارشاد عالی ہے۔

﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ.﴾

ترجمہ:۔ ''بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔''

اور احادیث میں بھی آتا ہے۔

﴿اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ.﴾

ترجمہ:۔ ''گناہ سے توبہ کرنے والا آدمی ایسا ہوتا ہے جیسے اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔''

دوسری حدیث میں ہے تاجدار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

﴿كُلُّ بَنِىْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ.﴾

ترجمہ:۔ ''تمام اولاد آدم خطا کار ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ خطا کار

بہترین ہیں جو توبہ تائب ہو جائیں۔''

ایک مرتبہ یہ قیس بن عاصم نے عرض کی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ میں ایک لڑکی کو جہاں اسے زندہ درگور کرنا تھا ساتھ لے کر گیا اور اس کے لئے گڑھ کھود رہا تھا مٹی اڑ کر میری داڑی پر پڑ رہی تھی میری وہ بچی جو میرے پاس تھی اپنے دوپٹہ سے میری ڈاڑھی کو جھاڑ رہی تھی۔ آپ نے روتے ہوئے فرمایا کہ تجھے پھر بھی ترس نہ آیا۔ یا اس آدمی نے روتے ہوئے یہ بات کی۔ عورت اور لڑکی کو دین اسلام نے ایسی امتیازی حیثیت مرحمت فرمائی کہ جس کی مثال تک دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی۔ صفا مروہ کا طواف کرنے والی بھی تو ایک عورت ہی ہے جسے سنت نبوی نے احادیث نبوی نے اماں حاجرہ رضی اللہ عنہا کے لقب سے ملقب کیا ہے حضرت حاجرہؓ کا یہ طواف یہ سعی اللہ تعالیٰ کو ایسا محبوب ہوا یہاں کوئی نبی ﷺ یا کوئی صحابی تبع وتابعین ائمہ دین کوئی شیخ الحدیث کوئی شیخ التفسیر کوئی علامہ کوئی فاضل حج کے دوران میں طواف نہ کرے تو اس کے حج کی تکمیل نہیں ہوتی یہ طواف بھی تو عورت ہی سے شروع ہوا ہے۔

حضور ﷺ کی نبوت کا اقرار کرنے والی بھی تو عورت ہی تھی جسے احادیث نبوی اور تاریخ اسلام نے حدیجہ الکبریٰ کے مبارک اسم سے نامزد کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کرنے والی بھی تو عوت ہی تھی جسے قرآن حکیم نے

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.﴾ (پارہ ۲۸ رکوع ۲۰)

ترجمہ:۔''اور بیان کی اللہ تعالیٰ مثال ایمانداروں کے لئے فرعون کی بیوی کی جبکہ کہا اس نے اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے اور ظالم قوم سے نجات دے دے۔''

یہ بھی تو عورت ہی تھی جس کو احادیث اور تاریخ نے حضرت آسیہ کے نام سے

ذکر کیا ہے- اور اسی مائی آسیہ رضی اللہ عنہا نے ہی جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی کو بچپن کی عمر میں کھینچا اور تھپڑ مارا تو فرعون کو شک پڑ گیا اور موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ایک تھالی میں آگ اور ایک میں موتیوں کے رکھنے کی تجویز پیش کر کے بفضل خدا بحکم خدا موسیٰ علیہ السلام کے لئے بچاؤ کی صورت بنائی- حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے موقعہ پر اپنے ہاتھ کو موتیوں کی طرف بڑھانے لگے اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کو حکم دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کو انگاروں کی طرف کر دو- وہ بھی تو عورت ہی تھی جس نے اپنے بیٹے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا کا حکم سمجھ کر دریا میں بہا دیا- وہ بھی تو عورت ہی تھی جبکہ موسیٰ علیہ السلام کا صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے نیچے پہنچا اور باہر نکالا گیا آپ کے سامنے کئی دائیوں کا دودھ پیش کیا گیا آپ نے کسی کا بھی دودھ نہ پیا اور یہ عورت بھی پاس کھڑی تھی فرمانے لگی میں آپ کو ایک ایسا گھر بتاتی ہوں جس کی اہل خانہ اس کو دودھ پلائے اور اچھی طرح اس کی پرورش کرے جب اپنی اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بلا لائی تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اٹھایا سینے کے ساتھ لگایا اور آپ نے دودھ پینا شروع کر دیا یہ راہ نمائی کرنے والی بھی تو عورت ہی تھی یعنی موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ تھی-

نماز کے اوقات اور صبح کی نماز میں قرائت کی مسنون مقدار:-

﴿عَنْ سَارِيَةَ ابْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَ اَبِيْ عَلٰى بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهٗ اَبِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِرَ الَّتِيْ. تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَ يُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰى رَحْلِهٖ فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَآءَ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ

حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهٗ وَ يَقْرَءُ بِالسِّتِّيْنَ اِلَى الْمِاَةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَلَا يُبَالِيْ بِتَاْخِيْرِ الْعِشَآءِ اِلٰى ثُلُثِ الَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(مشکوٰۃ شریف باب تعجیل الصلوٰۃ)

ترجمہ:۔''حضرت سار یہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں میں اور میرے والد ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے میرے والد نے کہا آنحضرت ﷺ فرض نماز کیسے ادا فراتے تھے۔ فرمایا دوپہر کی نماز جسے تم پہلی نماز کہتے ہو اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔ اور عصر پڑھنے کے بعد ہم اپنے گھر واپس آتے۔ اور مکان مدینہ کی دوسری جانب ہوتا اور ابھی سورج صاف ہوتا (دھوپ کا رنگ نہ بدلتا) اور مغرب کے متعلق انھوں نے جو کچھ فرمایا مجھے بھول گیا اور عشا کی نماز جسے تم عتمہ کہتے ہو اسے دیر سے پڑھنا پسند فرماتے تھے اور اس سے پہلے سونا ناپسند فرماتے تھے اور عشا کے بعد باتیں کرنا مکروہ سمجھتے اور صبح کی نماز سے جب واپس آتے اور آدمی اپنے ساتھی کو پہچان سکتا اور صبح کی نماز ساٹھ سے سو آیت تک کے درمیان پڑھتے اور ایک روایت میں ہے عشا کی نماز میں تہائی رات تک دیر کی پرواہ نہ کرتے اور اس سے پیشتر سونا اور اس کے بعد باتیں کرنا ناپسند فرماتے'' (بخاری اور مسلم)

مندرجہ بالا حدیث کا مفہوم یہ ہے نماز اسلام کا ایک رکن ہے دوسرے ارکان سے نماز کے اوقات میں وسعت رکھی گئی ہے اس کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی۔ پہلے آخر اور درمیانے وقت نماز درست ہے۔ نیک کاموں میں تاخیر اور دیر کرنا پسندیدہ فعل نہیں اس بات کا مطلب یہ ہے کہ نماز اول وقت میں ادا کی جائے عصر کی نماز میں دیر کو آنحضرت ﷺ نے خاص طور پر ناپسند فرمایا ہے۔ صبح کی نماز آپ اندھیرے میں پڑھتے لیکن صبح صادق کھل جاتی تھی۔ ظہر کی نماز گرمیوں میں کسی قدر دیر سے خصوصاً

جہاں سایہ وغیرہ کا انتظام نہ ہوتا یا سفر کی صورت ہوتی - اسے ابراد سے تعبیر فرمایا ہے-
البتہ عشا کی نماز میں تاخیر پسند فرماتے بلاضرورت بعد از نماز عشا گفتگو کو پسند نہ فرماتے
تا کہ نماز عشاء کے بعد سو جائے اور صبح کی نماز میں صحیح وقت پر شریک ہو سکے- نماز
ضائع ہو جانے کی صورت میں بعض لوگوں نے ایک حیلہ تراشا ہے- وہ نماز کے بدلہ
میں کچھ غلہ بطور صدقہ دیتے ہیں- یا قرآن مجید اور کچھ نقدی آپس میں ایک دوسرے کو
ہبہ کرتے ہیں آخر میں یہ ہبہ امام مسجد کو مل جاتا ہے یہ حیلہ بالکل غلط ہے- میت کو اس
سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ یہ مال ضائع ہو جاتا اور یہ شریعت کے ساتھ ایک مذاق
ہے- اَللّٰھُمَّ احْفِظْنَا- ترجمہ: اے اللہ ایسی باتوں سے ہماری حفاظت فرما- اور
مذکورہ حدیث میں جو عتمہ کا لفظ آتا ہے- اس کا مطلب یہ ہے- عَتَمَۃٌ اول رات کے
اندھیرے میں اونٹیوں کے دودھ نکالنے کے کہتے ہیں عشاء کو اسی لئے عتمہ کہا گیا ہے-
اس حدیث کے آخری سطور میں ایک بات ہے جو نہایت غور طلب ہے کہ نبی ﷺ صبح
کی دو فرضوں میں ساٹھ سے لے کر سو آیات کے درمیان قرائت کیا کرتے تھے اب یہ
مسنون بھی قرائت کہاں گئی میں اپنے بھائیوں اہل سنتوں اہل حدیثوں سے پوچھتا
ہوں کہ رفع الیدین سنت ہے- امین بالجہر سنت ہے- سینے پر ہاتھ باندھنا سنت ہے-
اور بھی کئی چیزیں سنت ہیں- اور صبح کی نماز میں ساٹھ آیات سے لے کر سو آیات تک
پڑھ کر اس سنت محمدی کو کون ادا کرے گا- میں مؤلف کتاب ھٰذا اپنے علماء- حفاظ-
قراء- کو تاکید عرض کرتا ہوں اس سنت کو بھی ادا کر کے سو شہید کا ثواب حاصل کریں-
سلفی علماء کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں خود بھی ۳۵ سال بفضل خدا امامت خطابت کے
فرائض سرانجام دیئے ہیں نمازوں کی قرائت کے معاملہ سنت مصطفیٰ کا خاص خیال رکھا
ہے آج تو بعض اہل سنت اہل حدیث آئمہ مساجد کا یہ حال ہے کہ فرضوں کی جماعت
صرف دس منٹ میں ختم کر دیتے ہیں ایسے بعض دوستوں کی اقتدا میں نماز پڑھنے کو دل
نہیں کرتا لیکن اختلاف سے بچنے کے لئے پڑھ لی جاتی ہے- ایک صاحب ایک دفعہ
بیان کر رہے تھے صبح کی نماز میں نبی علیہ السلام ۳۰ آیات سے لے کر ساٹھ آیات پڑھا

کرتے تھے۔ بندہ نے جواب میں عرض کی عزیزم نبی علیہ السلام سے ساٹھ آیات سے لے کر سو آیات کا ثبوت آتا ہے پھر خاموش ہو گئے۔

﴿عَنْ جَابِرِ ابن سَمُرَةَ رضی الله عنه قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى الله عليه وسلم يَقْرَءُ فِي الْفَجْرِ بِقٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيْدُ وَنَحْوَهَا وَكَانَتْ صَلٰوتُهُ بَعْدُ تَخْفِيْفًا.﴾ (رواہ مسلم۔مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:۔ ''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ صبح کی نماز کے فرضوں میں سورۃ قٓ اور اس طرح کی بڑی بڑی سورتیں پڑھا کرتے تھے اور اس کے بعد کچھ تخفیف فرما دی تھی۔''

مطلب یہ ہے کہ اتنی بڑی بڑی سورتیں حضور علیہ السلام صبح کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ اور کچھ تخفیف کرنے کا یہ مطلب ہے کہ کچھ آیات کم کر دی تھیں۔

جمعہ کے دن صبح کی نماز میں مسنون قرائت:۔

﴿وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ الله عنه قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَءُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِآلٓمٓ تَنْزِيْلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ﴾ (مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ ''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا۔ آنحضرت ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز پہلی رکعت میں سورہ السجدہ پڑھا کرتے تھے اور دوسری رکعت میں سورہ دھر پڑھتے یہ روایت بخاری مسلم کے حوالہ سے مشکوٰۃ شریف میں ہے۔''

میرے بھائی کئی اہل سنت اہل حدیث ان میں بھی کمی کر جاتے ہیں مؤلف کتاب ھذا تنقید نہیں کرتا البتہ سنت محمدی کی طرف ازروئے ہمدردی ضرور دعوت دیتا ہوں کہ میرے عزیز بھائیو اگر اہل سنت ہم اہل حدیثوں نے ہی سنت کو نہ اپنایا تو مسلمانوں کے دیگر مذاہب میں کون ہاتھ کھڑا کر کے یہ کہے گا کہ میں سنت پر عمل کروں گا۔

نماز جمعہ میں دوطرح کی مسنون قرائت:۔

﴿وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابن اَبِىْ رَافِعٍ قَالَ اِسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ اَبَا هُرَيْرَةَ رضى اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَخَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ فَصَلّٰى لَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ رضى اللّٰه عَنْهُ اَلْجُمْعَةَ فَقَرءَ سُوْرَةُ الْجُمْعَةِ فِى السَّجْدَةِ الاولٰى وَفِى الْاٰخِرَةِ اِذا جَآئَكَ الْمُنَافِقُوْنَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرءُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمْعَةِ.﴾ (رواہ مسلم۔مشکوۃ شریف)

ترجمہ:۔عبیداللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مروان نے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ مقرر کیا اور خود مکہ میں گیا۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی پہلی رکعت سورہ جمعہ پڑھی اور دوسر رکعت میں سورہ منافقون پڑھی فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ کو سنا کہ جمعہ کے دن یہ دونوں سورتیں تلاوت فرماتے تھے۔لیکن نعمان بن بشیر کی روایت میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نماز جمعہ میں پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ اور دوسری میں سورہ غاشیہ پڑھا کرتے تھے۔ لہٰذا دونوں کی قرائتیں حضور ﷺ سے ثابت ہیں۔''

پیچھے آپ پڑھ چکے ہیں کہ نبی ﷺ ہر جمعہ والے دن صبح کی نماز میں سورہ سجدہ اور سورہ دھر بلا ناغہ یہی دوسورتیں پڑھا کرتے تھے اس کا سبب شارحین نے یہ لکھا ہے جیسے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں اس میں بھید یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں میں مذکورہ وہ کام جو جمعہ کے دن ہوئے ہیں اور ہوں گے مثلاً آدم علیہ السلام کی پیدائش قیامت کے دن کا تذکرہ بندوں کا حشر نشر وغیرہ تو یہ دونوں سورتیں پڑھ کر نمازیوں کو یہ امور نبی ﷺ یاد دلاتے تا کہ نمازی عبرت حاصل کریں اور آئندہ کے لئے تیاری کریں حوالہ (فتح العلام) ہمارے یہاں حنفی المذھب لوگ اپنے بعض ناقص خیالات پر یہ دوسورتیں جمعہ والے دن صبح کی نماز یعنی فرضوں میں پڑھنا اچھا

نہیں جانتے لھذٰ وہ یہ یاد رکھیں کہ آنجناب ﷺ فِدَاهُ اَبِیْ وَ اُمِّیْ) مبلغ اور مُبَیِّن تھے اور حکم اور مصالح شریعت آپ جانتے تھے کوئی امتی دوسرا کبھی ان کی واقفیت اور مہارت نہیں حاصل کرسکتا خواہ وہ آسمان سے اترنے کا دعوٰی کیوں نہ کرے۔ لھذٰ تاجدار مدینہ ﷺ کی سنت کو معمولی جاننا کمال درجہ کی جہالت اور نادانگی کا نتیجہ ہے۔

﴿اَللّٰهُمَّ اِمْلَاءُ قُلُوْبَنَا بِحُبِّ رَسُوْلِکَ اٰمِین.﴾

ترجمہ:۔ "یا اللہ ہمارے دلوں کو اپنے رسول ﷺ کی محبت سے بھر دے۔"

صبح کی دوسنتوں میں مسنون قرائت:۔

﴿وَعَنْ اَبِیْ هریرة رضی اللّٰه عنه اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ فِیْ رَکْعَتِیَ الْفَجْرِ قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ.﴾

(رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:۔ "حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں بے شک نبی ﷺ پڑھا کرتے تھے صبح کی دوسنتوں میں قل یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور قل هو اللّٰه احد اروایت کیا اس حدیث مسلم نے بحوالہ مشکوٰۃ شریف۔"

صبح کی دوسنتیں پڑھ کر داہنی کروٹ پر لیٹ جانا:۔

﴿وَعَنْ عائشة رضی اللّٰه عَنْهُ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذا صَلّٰی رَکْعَتِیَ الْفَجْرِ اِضْطَجَعَ عَلٰی شِقِّهِ الْاَیْمَنِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.﴾

ترجمہ:۔ "اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں تھے نبی ﷺ جب صبح کی دورکعتیں سنت پڑھتے تو داہنے پہلو پر لیٹ جاتے۔"

اور دوسری بعض روایات میں آتا ہے کہ لیٹ کر دعا- اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَصَرِيْ الحدیث آخر تک یہ دعا پڑھا کرتے تھے-

دوسری حدیث اسی ضمن میں-

﴿وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ فَلْيَضْطَجِعْ عَلٰى جَنْبِهِ الْاَيْمَنِ.﴾ (رواه احمد وابی داؤد والترمذی و صحیحه)

ترجمہ:- ’’حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی صبح کی دو سنتیں پڑھے تو داہنی کروٹ پر لیٹ جائے-‘‘

یہ دونوں حدیثیں اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ صبح کی دو سنتیں پڑھ کر ذرہ لیٹ جانا چاہئے- یہ سنت بھی دوسرے مسلمانوں کے مذاہب بل کل نہیں ادا کرتے- اور میرے بھائیوں بزرگوں عزیزوں دوستوں اہل سنتوں اہل حدیثوں میں بھی یہ سنت مفقود ہوتی جارہی ہے اور اس جدید دور میں نئی نسل کو تو پرواہ ہی نہیں پرانے سلفی بزرگ ان اشیاء پر سختی سے کاربند تھے- ہم جو زندہ ہیں ہمیں ہر سنت پر اللہ رب العزت کاربند رہنے کی توفیق بخشے اور جو بزرگ اس دار فانی کو چھوڑ کر عالم برزخ میں پہنچ گے ہیں خداوند قدوس ان کو جنت الفردوس میں باوقار عمدہ جگہ عنائت فرمائے آمین یا الہ العلمین-

جمعرات کی نماز مغرب میں مسنون قرائت:-

﴿وَعَنْ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَءُ فِيْ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ.﴾ (شرعیه السنه)

ترجمہ:- ’’حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز مغرب میں جمعہ کی رات کو سورہ الکفرون اور سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔''

نوٹ یہ حدیث ابن حبان میں بھی ہے۔ جمرات کی مغرب کی نماز میں الکفرون اور اخلاص پڑھنے کی حدیث ضعیف ہے لھٰذا مذکورہ دونوں سورتیں نماز مغرب میں مسنون نہیں لہٰذا سنت سمجھ کر نہ پڑھے ویسے پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

جمعرات کی عشاء کی نماز میں مسنون قرائت:۔

ابن حبان میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کے آگے یہ حدیث کے الفاظ بھی موجود ہیں۔وَفِي الْعِشَآءِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ وَالْمُنَافِقُوْنَ۔یعنی جمعرات کی عشاء کی نماز میں نبی ﷺ سورۃ جمعہ اور منافقون پڑھا کرتے تھے۔اور بندہ عاجز مؤلف کتاب ھٰذ نے سلفی علما کی اقتدا میں بارہا نمازیں پڑھی ہیں وہ اپنی نمازوں میں مسنون قرائت کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے ۳۵ سال کے قریب خود بھی امامت خطابت کے فرائض ادا کیے ہیں دوسری مسنون قرائتوں کے ساتھ جمعرات کی عشاء کی نماز میں یہ دونوں سورتیں سورہ جمعہ اور سورۃ منافقون پوری پڑھتا رہا ہوں اب ہمارے بعض آئمہ مساجد کا یہ حال ہے کہ جمعرات کی عشاء کی پہلی رکعت میں سورہ جمعہ کی آخری تین آیات اور دوسری میں سورۃ منافقون کی آخری تین آیت پڑھ لیتے ہیں نہ آئمہ مساجد سنت کا خیال کرتے ہیں اور نہ ہی مساجد کے نمازی اور انتظامیہ اپنے محترم آئمہ مساجد کو کہتے ہیں بس جلد بازی کی دوڑ لگی ہوئی ہے ہر آدمی یہ کوشش کر رہا ہے میں بہت جلد نماز سے فارغ ہو کر نکل جاؤں دنیا کا ہر کام پوری محنت مشقت سے کیا جاتا ہے لیکن بدقسمتی سے نماز ہی ایک ایسا عمل ہے جس میں عام عوام الناس محنت مشقت خشوع خذوع کو ضروری نہیں جانتے۔اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ۔ایک اللہ تعالیٰ کے بندہ نے کیا خوب کہا ہے۔

دیتی ہے بے خبر تجھے حق کی خبر نماز
لیکن جو حضور دل سے ادا ہو اگر نماز

ایک اور بزرگ لکھتے ہیں:

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
کئی ہزار سجدوں سے دیتا ہے تجھ کو نجات

ایک اور صاحب لکھتے ہیں:

سفر سے پہلے اپنے گناہوں کی معافی مانگ
شائد یہ تیری زندگی کا آخری سفر ہو

اب میں اپنے بھائیوں بزرگوں عزیز نوجوانوں نماز کے اماموں سے التماس کرتا ہوں اگر کوئی رفع الیدین نہ کرے سینے پر ہاتھ نہ باندھے امین بالجہر نہ کرے تو آپ اسے اہل سنت اہل حدیث نہیں کہتے۔ جس تاجدار مدینہ ﷺ کی یہ سنتیں ہیں۔ اسی پیغمبر خدا ﷺ کی یہ بھی سنت ہے کہ آپ جمعرات کی عشاء کی نماز کے فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون پوری پڑھیں تاکہ سنت کی ادائیگی کی وجہ سے آپ بھی سنت کے بارے پابند ہو کر محبت رسول میں سرشار ہوں آپ ماشاء اللہ خود بھی لوگوں کو دعوت دیتے ہوئے یہ حدیثیں لوگوں کو سناتے ہیں۔

﴿مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ.﴾

(مشکوۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ: ''حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس آدمی نے ایسے وقت میں میری سنت پر عمل کیا جبکہ بدعات کا دور دورہ ہو تو اللہ تعالی ایسے آدمی کو ایک شہید کا ثواب نہیں دیں گے بلکہ سو شہید کا ثواب عنائت فرمائیں گے۔''

دوسری حدیث:

﴿مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ.﴾

(مشکوۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ:۔ ''حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس آدمی نے میری سنت کے

ساتھ پیار رکھا اس نے میرے ساتھ پیار رکھا اور جس نے میرے ساتھ پیار کیا وہ جنت میں میرا رفیق ساتھ ہوگا۔''

اور آپ لوگوں کو یہ بھی سناتے ہیں جیسے حدیث شریف میں آتا ہے۔

﴿مَنْ ضَيَّعَ سُنَّتِي حُرِّمَتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِي.﴾ (شرعة الاسلام)

ترجمہ:۔''تاجدار مدینہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے میری سنت کو ضایع کیا اس پر میری شفاعت اس کے حق میں حرام کی گئی ہے۔''

یعنی نجات کے لئے میری شفاعت اسے نصیب نہیں ہوگی لھذا ایسے فرامین رسول ﷺ کو ملحوظ رکھ کر گزارش کرتا ہوں کہ ہر مسلمان توحید باری تعالیٰ کی پابندی کے ساتھ ساتھ سنت رسول ﷺ پر بھی عمل کرے اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق بخشیں امین ثم امین۔

جمعہ اور عیدین کی نماز میں مسنون قرأت:۔

﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِى اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم كَانَ يَقْرَءُ فِي صلوٰةِ الْجُمُعَةِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ وَالْمُنَافِقُوْنَ رواه مُسْلِمٌ وَلَهُ عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ رضى الله عنه كان يَقْرَءُ فِي الْعِيْدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَهِ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَهَلْ اَتٰکَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَه.﴾ (یہ مسلم شریف کی روایت ہے بحوالہ بلوغ المرام باب صلوٰۃ الجمعہ)

ترجمہ:۔''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نماز جمعہ میں سورۃ جمعہ اور سورہ منافقون پڑھا کرتے تھے روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے اور اس میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ عیدین اور نماز جمعہ میں سورہ اَعْلٰی اور سورۃ غاشیہ پڑھا کرتے تھے۔ لہٰذا جمعہ اور عیدین میں یہ دونوں طرح کی قرائتیں حضور ﷺ سے ثابت ہیں۔''

اب تھوڑا سا مفہوم جو شارحین نے بیان کیا ہے عرض کرتا ہوں سورۃ جمعہ میں جمعہ کی نماز پر آنے کی ترغیب دی ہے- اور آپ کی نبوت کی فضیلت اور اس کی چار حکمتیں اور امت پر آپ کا احسان جتلایا ہے- نیز ذکر الٰہی کی ترغیب فرمائی ہے اس لئے آپ اس سورہ مبارکہ کو پہلی رکعت میں پڑھا کرتے تھے- دوسری رکعت میں سورۃ منافقون اس لئے پڑھتے تھے کہ نفاق سے زجر و توبیخ ہو یعنی نفاق سے ڈانٹ ڈپٹ ہو کہ نفاق کتنی بری چیز ہے اور اس سے توبہ کرنے کی ترغیب ہو- اور اس لئے بھی کہ اس کے آخر میں ذکر الٰہی سے غافل ہونے کی ممانعت بھی موجود ہے- اور صدقہ خیرات کرنے کی دعوت بھی ہے- اور جس جمعہ میں سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ پڑھتے تھے تو ان کا مطلب یہ ہوتا کہ ان دونوں سورتوں میں قیامت کے دن کے حالات قیامت کی یاد دلائی گئی ہے- اور اللہ کی رحمت اور غضب کا وعدہ بیان فرمایا گیا ہے اور نماز جمعہ میں ایسے ہی واقعات اور مسائل امور بیان کرنے مناسب ہیں جن سے مسلمانوں کی عملی زندگی کی اصلاح ہو- اور آخرت کا ڈر پیدا ہو-

رنگ راگ گانے بجانے سننے سنانے کی قباحت:-

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ. وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِیْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ.﴾ (پارہ ۲۱ رکوع ۱۰)

ترجمہ:- ''بعض لوگوں میں سے وہ شخص ہے کہ خرید لیتا ہے غافل کرنے والی بات کو تاکہ گمراہ کرے خدا تعالیٰ کے راستہ سے بغیر علم کے اور پکڑے اس کو ٹھٹھا- یہ لوگ ان کے لئے عذاب ہے رسوا کرنے والا- اور جب پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے آیتیں ہماری پیٹھ پھیر لیتا ہے تکبر کرتا ہوا- گویا کہ نہ سنا ان کو- گویا کہ اس کے کانوں میں بوجھ ہے- آپ اس کو درد

ناک عذاب کی بشارت دے دیں۔''

مفہوم یہاں بیان ہو رہا ہے ان بدبختوں کا جو کلام اللہ سن کر نفع حاصل کرنے سے باز رہتے ہیں اور بجائے اس کے گانے بجانے باجے گاجے ڈھول تاشے سنت ہیں چنانچہ اس آیہ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم اس سے مراد گانا بجانا اور راگ ہے۔ ایک اور آیت میں ہے کہ آپ سے اس آیہ کریمہ کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے تین دفعہ قسم کھا کر فرمایا کہ اس سے مقصد گانا اور راگ راگنیاں ہیں۔ یہی قول حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت جابرؓ۔ حضرت عکرمہ۔ حضرت سعید بن جبیر۔ حضرت مجاہد۔ حضرت مکحول۔ عمرو بن شعیب۔ علی بذیمہ رحمۃ اللہ علیھم اجمعین کا ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیہ کریمہ گانے بجانے۔ باجوں گاجوں کے بارہ میں اتری ہے۔ ابن کثیر۔ اس جدید دور میں ٹیپ ریکارڈ ہو۔ ٹیلیویژن ہو۔ وی سی آر ہو۔ یہ سب اشیاء دوسرے آلات موسیقی کی بدترین چیزیں جیسے دوسرے لہولعب ناجائز ہیں یہ بھی اس طرح خلاف شرع ہیں۔ اگر کوئی صاحب ٹیپ کے ذریعہ تقریر یا تلاوت قرآن سنے تو یہ ایک علیحدہ بات ہے لیکن کون ایسا خوش نصیب ہوگا جو ایسی اشیاء کو صرف قرآن و حدیث کے لئے مختص کرے۔ جن کھاتے پیتے علماء صوفیاء' بزرگ پیروں' حجاج کے گھروں میں یہ الات ہی جا کر دیکھیں کہ کیا یہ رنگ راگ گانے بجانے۔ بے حجاب عورتوں کا ڈانس وغیرہ بدترین قسم کی چیزوں کو نہیں دیکھتے سب کچھ دیکھتے سنتے سناتے ہیں ہر ناجائز چیزوں سے محظوظ ہوتے ہیں لطف اندوز ہوتے ہیں۔ نہ خدا تعالیٰ سے شرم اور نہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور سنت رسول سے حیا۔ آج تو حال یہ ہے اپنے دشمن اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے دشمن انڈیا کی فلموں ہندوؤں کی فلموں کو بنظر غور پورے پیار محبت سے دیکھا جاتا ہے۔ واہ مسلمانوں کب آپ کو شرم آئے گی ایک طرف تو ہندو بنیا کشمیر میں آپ کی بہو بیٹیوں ماؤں بہنوں خواتین کی عصمتیں لوٹ رہا ہے مسلمان بچوں بوڑھوں مرد عورتوں کو خون میں نہلا رہا ہے اور دوسری طرف آپ ہیں کہ یہ ان کے ہر پروگرام کو آپ بنظر

عمیق دیکھتے ہیں اور بسنت کا منانا آپ نماز روزہ سے بھی زیادہ اہم اور فرض جانتے ہیں خدا احکم الحاکمین آپ سب مسلمانوں مومنوں کو اپنی ہدایات سے نوازیں اور ہر قسم کے فسق فجور لہولعب شیطانی کاموں سے باز رکھیں اٰمین یَااِلٰہَ الْعٰلَمِیْن.

﴿قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ جَزَاءً مَّوْفُوْرًا. وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا. اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا.﴾ (پارہ ۱۵ رکوع ۷)

ترجمہ:-''فرمایا جا تو اور جس نے تابعداری کی تیری ان سے تحقیق جہنم جزا ہے تمہاری جزاء پوری- اور بہکا لے تو ان کو اپنی آواز کے ساتھ- اور کھینچ لے تو ان پر سوار اپنے اور پیادے اپنے اور شریک ہو تو ان کے مالوں اور اولادوں میں- اور وعدہ دے تو ان کو اور نہیں وعدہ دیتا ان کو شیطان مگر فریب اور دھوکے والا تحقیق جو میرے سچے بندے ہیں ان پر تیرا کوئی قابو نہیں چلے گا اور کافی ہے تیرا رب کارساز-''

مفہوم آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد جب فرشتوں کو مع ابلیس کے آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کے متعلق حکم دیا تو فرشتوں نے حکم خداوندی کو بجا لایا- ابلیس نے انکار کیا بلکہ یہ کہا کہ آدم جو مٹی کا پتلہ ہے میں اس کے سامنے سجدہ کروں یہ تو ہو ہی نہیں سکتا پھر ابلیس نے یہ بھی کہا کہ اس آدم کو تو نے مجھ پر بزرگی دے رکھی ہے اگر تو مجھے مہلت دے دے تو میں اس کی اولاد کو گمراہ کر کے تباہ و برباد کر دوں گا- اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اور جو تیرے تابعدار ہوں گے جو میرے مقابلہ تیری باتیں مانیں گے تم سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا- اب بات یہ ہے کہ میں تجھے وارننگ دیتا ہوں تو اپنا زور طاقت استعمال کر لے اپنی آواز اپنے سوار پیادے سب ان پر استعمال کر اور ان کے مالوں اولادوں میں بھی انکا شریک بن جا اور ہر طرح کے غلط وعدے دیتا رہ

تمہارے یہ سب وعدے دھوکے اور فریب والے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے صوت سے مراد رنگ راگ گانا بجانا رقص وسرود ہے موجودہ جتنی بھی گانے بجانے والی اشیاء ہیں یہ سب صوت میں داخل ہیں۔ ان آیات بابرکات میں بِصَوْتِکَ کا لفظ ہے اب فرقان حمید کے نص سے گانا بجانا قوالی سماع وغیرہ سب ناجائز ہے اور قوالی کو یہ صوفیا سماع کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بندے گانے بجانے قوالی کی محفل میں بھی نہیں جاتے :-

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا.﴾

(پارہ ۱۸ ارکوع ۴)

ترجمہ:- ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے باطل اور جھوٹی لغو باتوں کے معاملات میں حاضر نہیں ہوتے۔''

بلکہ مشکوٰۃ شریف کی مشہور حدیث میں ہے۔

﴿عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عليه وسلم اَلْغِنَآءُ ينبت النفاق فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَآءُ الزَّرْعَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الايمان.﴾ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:- ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گانا رنگ راگ دل میں نفاق کو اگاتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اگاتا سرسبز و شاداب کرتا ہے روایت کیا اس حدیث کو البیہقی نے شعب الایمان میں۔''

مفہوم اس حدیث سے پتہ چلا کہ کھیتی اگنے کے بعد جب کئی ایام کئی ہفتے پانی نہ دیا جائے یا بارش نہ ہو تو زراعت کی انگوری خشک ہونا شروع ہو جاتی ہے اور کسان پانی دیتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے خیر و برکت کی بارش ہو جاتی ہے زمین کی کھیتی لہرانے لگتی ہے وہ سوکھنے والی کھیتی ہری ہو جاتی ہے ایسے یہ جس آدمی نے گانا بجا دیکھا سنا تو ایسے آدمی کے دل میں نفاق پیدا ہو کر منافق بن جاتا ہے اس لئے ہر مسلمان کے لئے

یہ ضروری ہے کہ اگر وہ پورا مسلمان مومن بن کر زندگی گزارنا چاہتا ہے تو ٹیپ ریکارڈ- ٹیلی ویژن- وی سی آر- اور قوالوں کنجروں ڈوموں کے گانوں سے بچے- اس حدیث سے پہلے ۱۸ پارہ کی آیت میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندے جھوٹی- باطل- لہولعب کے قریب تک نہیں جاتے یعنی گانے بجانے وغیرہ سے مکمل پرہیز کرتے ہیں- تاجدار مدینہ ﷺ کے دور حسنہ میں حضور ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ گانا گا رہا تھا اور اس آدمی نے آپ کو نہیں دیکھا تھا آپ نے فرمایا یہ شیطان ہے- نبوت کی زبان سے یہ پتہ چلا کہ گانے بجانے والا آدمی انسانی روپ میں ابلیس و شیطان سے کم نہیں بلکہ وہ شیطان ہے-

﴿وَعَنْ نَافِعٍ رضی اللہ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَؓ فِيْ طَرِيق فَسَمِعَ مِزْمَارًا فَوَضَعَ اصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ وَاَنَا عَنِ الطَّرِيْقِ اِلٰى الْجَانِبِ الْاٰخِرِثُمَّ قَالَ لِيْ بَعْدَ اَنْ بَعْدَ يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا قُلْتُ لَا فَاَخْرَجَ اِصْبَعَيْهِ مِنْ اُذُنَيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّم فَسَمِعَ صَوْتًا فَصَنَعَ مِثْلَ مَاصَنَعْتُ قَالَ نَافِعٌ اِذْ ذَاكَ صَغِيْرًا.﴾ (مشكوة شريف)

ترجمہ:- ''حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ راستہ میں جا رہا تھا آپ نے سارنگی کی آواز سنی اپنی انگلیوں سے اپنے کانوں کو بند کر لیا اور میں راستہ کی دوسری جانب تھا پھر کچھ فاصلہ پر جا کر پوچھا کہ اے نافع کیا اب آواز آتی ہے میں نے عرض کی نہیں- پھر آپ نے اپنی انگلیوں کو کانوں سے نکالا پھر نافع کو فرمایا کہ میں بھی ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کے ساتھ تھا آپ نے بھی ایسی آواز سنی میری طرح ہو بہو آپ نے کانوں کو بند کر لیا تھا- حضرت نافع فرماتے ہیں کہ میں اس وقت چھوٹا سا تھا-''

آپ نے قارئین کرام اس حدیث کے متن یعنی عبارت کو پڑھ کر یہ دیکھ لیا ہے

جس طرح راگ۔ گانا حرام ہے اسی طرح تمام الات موسیقی بھی حرام اور ناجائز ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنھما نے کمال اتباع سنت کی وجہ سے اتفاقیہ سارنگی کی آواز سے پرہیز کر کے یہ ثابت کر دیا کہ صحابہ کرام اقائے ﷺ دو جہاں سے جو چیز دیکھی یا سنی اس پر عمل کر کے قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ایک مثال قائم کر دی کہ اگر آدمی مسلمان ہوسکتا ہے تو اسی شکل میں ہوسکتا کہ اتباع نبویؐ کی کسوٹی کا ہر وقت خیال رکھے اور پابند ہو۔ حدیث۔

﴿اِنَّمَا نَهَيْتُكُم عَنْ صَوْتَيْنِ فَاجِرَيْنِ اَحْمَقَيْنِ صَوْتَ النَّوْحَةِ وَ صَوْتَ الْغِنَاءِ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ كَانَ اِبْلِيْسُ اَوَّلُ مَنْ نَّاحَ وَ اَوَّلُ مَنْ تَغَنّٰى.﴾ (مشکوۃ شریف)

ترجمہ:۔ ”نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں دو بدترین آوازوں سے روکا ہے جو حماقت آمیز آوازیں ہیں ایک بین کرنے والی عورت کی آواز ہے اور دوسری گانے کی آواز ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے ابلیس علیہ العنت نے نوح کیا تھا اور گانا گایا تھا۔“

چونکہ حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔ فَاجِرَيْن اَحْمَقَيْنِ۔ برے آواز حماقت بیوقوفی کے بھرے ہوئے۔ اور دوسرا یہ بھی پتہ چلا کہ گانے اور بین کی آواز کا ایجاد کرنے والا ابلیس ہے۔ ان دونوں کی ابتدا کرنے والا ابلیس ہے۔ مسلمانوں اگر اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول سے پیار ہے ان دونوں ہستیوں سے محبت ہے تو پھر ابلیس کی نہ مانوں بلکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی مانوں جو اللہ تعالیٰ ہمارا خالق رازق مشکل کشا حاجت روا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہمارے شفیع ہیں۔ جنت کا دروازہ آپ کھلوائیں گے۔ حوض کوثر پر آپ موجود ہوں گے اپنے ہاتھوں سے اپنے تابعدار امتیوں کو حوض کوثر کا پانی پلائیں گے جس نے حضورؐ کی تابعداری کے بجائے شیطان کی تابعداری کی ایسی ہر چیز سے محروم ہو کر دوزخ میں جائے گا۔ بلکہ حضور ﷺ نے

فرمایا-

﴿اِسْتِمَاعُ الْمَلَا هِیَ مَعْصِیَةٌ وَالْجُلُوْسُ اِلَیْهَا فِسْقٌ وَالتَّلَذُّذُبِهَا مِنَ الْکُفْرِ.﴾ (ایسی بعض روایات تفسیر معالم التنزیل معجم طبرانی میں بھی ہیں)

ترجمہ:-''مزامیر کا سننا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور ایسی مجلس میں بیٹھنا سخت گناہ ہے اور سن کر لذت اختیار کرنی کفر ہے-''

اب اللہ والو اس حدیث پر بھی غور کرو یہ کیسی عمدہ دعوت دیتی ہے- قرآن عظیم میں تو اللہ احکم الحاکمین نے ان بندوں کا زبردست شکوہ کیا ہے فرماتے ہیں-

﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَکُوْنَ وَلَا تَبْکُوْنَ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا.﴾ (پارہ ۲۷ رکوع ۷)

ترجمہ:-''کیا اس قرآن عظیم کلام الٰہی کو سن کر تعجب کرتے ہو اور ہنستے مذاق اڑاتے ہو اور روتے نہیں اور تم غفلت میں ہو تکبر کرتے ہو-''

اور سَامِدُوْنَ کے مفہوم میں علما نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ تم راگ گاتے ہو اس لئے مسلمانوں اس چند روزہ زندگی میں فرقان عظیم اور حدیث مصطفیٰ میں غور کرو تاکہ اس دنیا میں آنے کا مقصد پورا ہو جائے اور جنت کا قیمتی مقام حاصل ہو جائے-

﴿وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ.﴾ (پارہ ۷ رکوع ۱)

ترجمہ:-''اور جب سنتے ہیں وہ اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے رسول کی طرف اتاری ہے تو آپ ان کی آنکھوں کی طرف دیکھتے ہیں کہ ان کے آنسو بہہ نکلتے ہیں اس لئے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا پھر کہتے ہیں اے رب ہمارے ہمیں گواہوں کے ساتھ لکھ دیجئے-''

اس آیہ کریمہ سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہر وقت قرآن پڑھتے یا سنتے ہیں اور قرآن عظیم کی تاثیر کی وجہ سے آن کو رونا آجاتا ہے اور اپنے گناہوں کو

اپنے تصور میں لا کر عاجزانہ رو پڑتے ہیں- اور جب آدمی خوف خدا سے رو پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اس کی آنکھوں پر حرام کر دیتے ہیں- اللہ رب العزت اپنے تابعدار بندوں کو اپنے نبی ﷺ کی معرفت بشارت دیتے ہوئے یہاں تک فرمایا-

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ.﴾

(پارہ ۲۳ رکوع ۱۶)

ترجمہ:- ''اے میرے نبی ﷺ میرے ان بندوں کو بشارت دیجئے جو قرآن حکیم کی عمدہ باتیں سنتے ہیں اور ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں-''

کتنے خوش نصیب وہ مسلمان ہیں کتنے خوش بخت وہ لوگ ہیں جو ذوق وشوق سے قرآن سنتے ہیں اور ہر معاملہ میں قرآن وسنت پر عمل کرتے ہیں- اہل مکہ کے کفار کا یہ حال تھا کہ بیت اللہ شریف کے احترام کا وہ اقرار بھی کرتے تھے اور اپنے برے عقیدہ کی بنا پر بے ادبی کی بھی انتہا کر دیتے تھے چنانچہ قرآن عظیم نے بیان کیا ہے-

﴿وَمَا کَانَ صَلٰوتُهُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ اِلَّا مُکَآءً وَّ تَصْدِیَةً.﴾

(پارہ ۹ رکوع ۱۸)

ترجمہ:- ''اہل مکہ کے کفار کی نمازیں بیت اللہ شریف کے پاس یہی تھیں کہ وہ سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹتے تھے-''

اس آیہ کریمہ سے یہ ثابت ہوا کہ رنگ راگ کی قسم سے سیٹیاں بجانا اور تالیاں مارنا بھی ہے اب موجودہ مسلمانوں میں یہ دونوں چیزیں بکثرت موجود ہیں اللہ تعالیٰ بچائے اور پناہ دے امین ثم امین-

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ ذٰلِکَ هُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ هَادٍ.﴾ (پارہ ۲۳ رکوع ۱۷)

ترجمہ:- ''اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی بہتر بات جو کتاب ہے ملتی جلتی بار

بار دہرائی گئی ہے جس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کے بدن نرم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس کے ذریعہ ہدایت کرتا ہے اور جس کو وہ گمراہ کرتا ہے اسے کوئی بھی ہدایت کرنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن عظیم کی پاک اور بااثر آیات کا مومنوں کے دلوں پر نور پڑتا ہے۔ وہ انہیں سنتے ہی خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ سزاؤں اور دھمکیوں کو سن کر ان کا کلیجہ کپکپانے لگتا ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور انتہائی عاجزی اور بہت بڑی گریہ وزاری سے ان کے دل خدا کی طرف جھک جاتے ہیں اس کی رحمت ولطف پر نذریں ڈال کر امیدیں بندھ جاتی ہیں۔ قرآن عظیم کے ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔''

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الذین اذا ذکر اللّٰہ وَجِلَتْ قُلُوْبھم وَ اِذا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ. اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ.﴾ (پارہ۹رکوع۱۵)

ترجمہ:۔''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایماندار وہ لوگ ہیں جن کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے۔ میرے راستہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ جو سچے ہیں ان کے لئے درجات ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے۔''

قارئین کرام یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے بندوں کی صفات قرآن وحدیث سن کر ان

کو مزہ آتا ہے یا قرآن عظیم پڑھ سن کر ان کے دلوں میں خشیت مولا پیدا ہوتی ہے دلوں کا ڈر جانا ایمان کی زیادتی کا یہی چیزیں سبب ہوتی ہیں- نماز کا باقائدگی کے ساتھ پڑھنا اپنے مالوں کو اپنی استعداد کے مطابق اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا یہی ان کے ایمان کی تکمیل کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لئے بخشش اور عمدہ روزی کی بشارت ہے- یہ مسلمانوں مومنوں کی علامات ہیں- اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو رنگ راگ گانے بجانے دیکھنے سننے کی تو ضرورت ہی نہیں اور نہ ان کا یہ شیوہ ہے- ایک حدیث میں آتا ہے-

﴿عَنْ اَبِیْ مَالِکِ الْاَشْعَرِیِّ رَضی اللّٰہ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یَقُوْلُ لَیَکُوْنَنَّ فِیْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ یَّسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّ وَالْحَرِیْرَ وَالْمَعَازِفَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.﴾

ترجمہ:- ''حضرت ابی مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سنا آپ فرماتے تھے البتہ ہوں گی میری امت میں کئی قومیں جو حلال سمجھیں گے زنا سرود اور ریشمی لباس کو- اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں نقل کیا ہے-''

اب اگر کسی مسلمان کو رنگ راگ گانا بجانا سننے سے روکا جائے منع کیا جائے تو من گھڑت قرآن و حدیث کے خلاف جواز میں کئی ثبوت پیش کرتے ہیں- لہٰذا حضور ﷺ نے جو فرمایا ہے یہ بل کل ہی صحیح ہے اگر یہ لوگ ایسی چیزوں سے نفرت کرتے تو جواز کے دلائل پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی قرآن عظیم کے ایک اور مقام پر اللہ رب العلمین نے ارشاد فرمایا-

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَاتَسْمَعُوْا لِھٰذَ الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْفِیْہِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ.﴾ (پارہ ۲۴ رکوع ۱۷)

ترجمہ:- ''اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے نہ سنو تم اس قرآن کو بلکہ شور غل کیا کرو تا کہ تم غالب آ جاؤ-''

اس آیہ کریمہ سے یہ ثابت ہوا کہ اہل مکہ کفار کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر لوگوں نے قرآن سنا اور اس کے اثرات سے مستفیض ہوئے تو اسلام قوی ہو جائے گا مسلمانوں کی تعداد بڑھ جائے گی اور ہماری تنظیم انفرادی اور اجتماعی لحاظ سے بل کل ناتواں اور کمزور ہو جائے گی اس لئے مناسب ہے جب محمدؐ قرآن پڑھے نہ سنو بلکہ شور غل مچایا کرو۔ کفار کے مقابلہ میں اور ان کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ.﴾

(پارہ ۹ رکوع ۱۴)

ترجمہ:- ''جب قرآن عظیم پڑھا جائے سنایا جائے تو تم اسے خاموشی کی حالت میں سنو تاکہ اللہ کی طرف سے تم پر رحمتیں نازل ہو۔''

آپ اندازہ کریں قرآن کریم پڑھنے پڑھانے سننے سنانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتیں اترتی ہیں اور جب گانا بجانا کیا سنا سنایا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنتیں اترتی ہیں۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ۔ سورہ لقمان کی یہ آیہ کریمہ کی تفسیر میں مفسرین تفسیر کشاف اور تفسیر بیضاوی اور تفسیر احمدی والوں نے لکھا ہے حضور ﷺ جب مکہ میں قرآن کریم سناتے تو آپ کے مقابلہ میں نضر بن حارث آپ کی مخالفت کرتا چونکہ یہ ظالم دوسرے ممالک میں جایا کرتا تھا وہاں سے رستم اور اسفندیار کے قصے کہانیوں کی کتابیں خرید لایا کرتا تھا جب نبی ﷺ لوگوں کو قرآن حکیم سناتے جس میں توحید و شریعت کی باتیں ہوتیں اور قوم عاد ثمود کے وغیرہ پہلی امتوں کے واقعات بھی ہوتے تو یہ مذکورہ ظالم لوگوں کو قصے کہانیوں کی کتابیں سنا کر پوچھتا کہ محمدؐ جو آپ کو قرآن سناتا ہے قوم عاد ثمود کے واقعات سناتا ہے اس میں لطف ہے یا جو میں رستم اور اسفندیار کے قصے سناتا ہوں ان میں لطف ہے۔ ان ہی مفسیرین کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ غیر ممالک سے گانے والی مغنیہ لونڈیاں باندیاں خرید لایا کرتا تھا اور مکہ میں ان مغنیہ لونڈیوں سے گانا گواتا اور رقص کریا کرتا تھا تاکہ لوگ اسلام قبول نہ کریں اور کفر کے پابند رہیں جو اسلام

قبول کرنے کا ارادہ کرتا اس کے سامنے ان لونڈیوں سے رقص اور گانا گواتا تاکہ لوگ دین اسلام کے فیض سے محروم رہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جو شخص بھی اسلام قبول کرتا توحید وسنت کا جس پر رنگ چڑھ جاتا وہ مذکورہ گندی چیزوں کا خیال تک نہ کرتا۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ کی تفسیر سے طریقہ محمدیہ میں منقول ہے کہ سب سے پہلے جس نے رقص وسرود شروع کیا ہے وہ شیطان ہے۔ اور سب سے پہلے جنہوں نے رقص کیا وہ سامری کے پیروکار ہیں۔ بیسری بجانے کی ایجاد کرنے والے کفار قریش ہیں یہ ان کی ایجاد ہے۔ کیوں جب تاجدار مدینہ ﷺ قرآن حکیم پڑھنا سنانا شروع کرتے تو وہ کافر بانسری بجاتے تھے اور اس طرح کی کئی رنگ راگ والی اشیاء اپناتے تھے۔ گانے بجانے کی تردید کے مضمون پر میں نے جو واقعات عرض کیے ہیں انشاء اللہ آپ بخوبی جان چکے ہیں کہ یہ گانا بجانا سننا سنانا کتنا بدترین فعل ہے اگر آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے پیار ہے تو ہر طرح کے لہولعب سے پرہیز کریں گے۔ اور میں اپنے محترمین علمائے کرام خطبائے عظام مقررین عزیز ان سے گزارش کرتا ہوں کہ اپنے درس وتدریس میں اپنے خطبات جمعہ میں اس مضمون کو ضرور بیان کیا کریں تاکہ آپ کی طرف سے تبلیغی فریضہ ادا ہو سکے اور عوام الناس گانے بجانے رقص وسرود کی قباحتوں سے اگاہ ہوسکیں آگے پیچھے بھی کبھی کبھی بیان کیا کریں لیکن ہر سال میں ایک ماہ کے چار جمعے اس مضمون پر پڑھایا کریں تاکہ عوام ان گندی اشیاء سے اگاہ ہوسکیں۔ عاجز بندہ مؤلف کتاب ھٰذٰ نے اپنے علمائے کرام کے لئے مختلف تفاسیر اور احادیث کی کتابوں کی ورق گردانی کر کے اس مضمون کو مع دلائل نقل کیا ہے اور بذات خود مجھے مع اپنے اہل وعیال کے رنگ راگ گانا بجانا سننے سے نفرت ہے اور تصویر کشی اور گھر میں رکھنے سے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں رکھا ہوا ہے اور مزید دعا ہے کہ اللہ رب العلمین میری زندگی کے بعد بھی میرے بال بچوں کو توحید وسنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔ اور ہر مسلمان مرد عورت اور ان کے بال بچوں کو توحید وسنت کی پابندی کی توفیق دے امین۔

راگ بتوں اور جاہلیت کے امور کی برائی :-

﴿وَعَنْ اَبِی اُمَامَةَ رضی اللّٰہ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ تعالٰی بَعَثَنِیْ رحمة للعلمین وَهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ وَاَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِمَحْقِ الْمُعَازِفِ والمزامِیْرِ وَ الْاَوْثَانِ وَالصُّلُبِ وَ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ وَحَلَفَ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ بِعِزَّتِیْ لَایَشْرَبُ عَبْدٌ مِنْ عُبَیْدِیْ جُرْعَةً مِنْ خَمْرٍ اِلَّا سَقَیْتُهُ مِنَ الصَّدِیْدِ مِثْلَهَا وَلَا یَتْرُکُهَا مِنْ مَّخَافَتِیْ اِلَّاسَقَیْتُهُ مِنْ حِیَاضِ الْقُدْسِ رَوَاهُ اَحْمَدُ.﴾

ترجمہ:- ''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور ہدایت بنا کر- اور میرے رب عزت و بزرگی والے نے مجھے حکم دیا ہے ساتھ مٹانے باجوں- مزامیر- اور بتوں- اور سولیوں- رسومات و عادات جاہلیت کے اور قسم کھائی میرے رب عزت والے بزرگی والے نے- کہ مجھے اپنی عزت کی قسم جو بندہ بھی میرے بندوں سے شراب کی گھونٹ پیئے گا مگر میں اس کو دوزخیوں کی پیپ اسی کی مقدار پلاؤں گا- اور جو آدمی میرے ڈر کی وجہ سے شراب چھوڑ دے گا میں اسے اپنے پاک حوضوں سے شراب طہور پلاؤں گا-''

اس حدیث میں رنگ راگ گانے بجانے شراب نوشی کی کتنی برائی موجود ہے اور اس کے عذابات کی وعید بھی ہے لیکن جو آدمی اللہ رب العزت سے ڈر کر شراب وغیرہ جرائم سے بچ جاتا ہے اللہ رب العزت کے ہاں کتنی ناز و نعمتیں بھی ہیں-

تین قسم کے آدمیوں پر جنت حرام ہے:-

﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللّٰہ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ

وسلم قَالَ ثَلٰثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ علیه الْجَنَّةَ مُدْمِنَ الْخَمْرِ وَالْعَاقُ وَالدَّيُّوْثُ اَلَّذِیْ یُقِرُّ فِیْ اَهْلِهِ الْخُبْثَ.﴾ (راوا احمد و انسائی۔ مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:۔''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا تحقیق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین قسم کے آدمی ایسے ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرمادی ہے۔ ایک ہمیشہ شراب پینے والا۔ دوسرا ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔ تیسرا دیوث جو اپنے اہل عیال میں فحش معلوم کرے اور پھر ان کو منع نہ کرے۔''

اس حدیث سے پتہ چلا کہ جیسے بدترین فعل شرابخوری کا ہے اور اس کی سزا بھی سخت ہے ایسے سزا وعذاب ماں باپ کے نافرمان پر ہے اور دیوث کی سزا بھی یہی ہے یعنی جو آدمی اپنے گھر بیوی بچوں میں کوئی برائی دیکھے اور موثر طریقہ سے انہیں اس برائی سے نہ باز کرے نہ منع کرے تو وہ بھی جنت میں داخل ہونے سے محروم رہے گا آج حال یہ ہے کہ بیوی پردہ نہیں کرتی۔ جوان بچیاں پردہ نہیں کرتیں گھر میں ٹیلی ویژن وغیرہ بے حیائی کے سامان موجود ہیں نہ خود باز رہتا ہے نہ اولاد کو منع کرتا ہے۔

﴿وَعَنِ ابن عَبَّاسٍ رضی اللّٰه عنه قَالَ اِنَّ اللّٰه تعالٰی حَرَّمَ الْخَمْرَ وَ الْمَیْسَرَ وَالکوبةَ وَقَالَ کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ قِیْلَ الْکُوْبَةُ اَلطَّبْلُ رواه البیهقیُّ فِیْ شعب الْاِیْمانَ.﴾ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:۔''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا اللہ تعالیٰ نے شراب جوا طبل بجانا اور جو چیز نشہ والی ہے ان سب چیزوں کو حرام کیا ہے۔ شراب۔ جوا۔ طبل۔ یعنی ڈھول وغیرہ یہ سب اشیاء حرام ہیں یعنی جیسے ایک حرام چیز کا کھانا حرام ہے اور بدن کی کوئی عبادت اللہ رب العزت کے ہاں قبول نہیں ایسے یہ ان تینوں اشیاء سے فائدہ حاصل کرنا بل کل بلا اختلاف حرام ہے۔''

کفر وشرک اور فسق و فجور اور عشقیہ اشعار پڑھنے حرام ہیں:-

﴿وعن اَبِیْ سَعِیْدِنِ الخدری رضی اللّٰہ عنہ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ نَسِیْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ اِذْ عَرَضَ شَاعِرٌ یُنْشِدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم خُذُوْا الشَّیْطٰنَ اَوِ امْسِکُوا الشَّیْطٰنَ لَاَن یَّمْتَلِیَٔ جوف رَجُلٍ قِیْحًا خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَمْتَلِیءَ شِعْرًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ.﴾ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:- ''حضرت ابی سعید حدری رضی اللہ عنہ روایت ہے جب چلتے تھے ہم ساتھ رسول اللہ ﷺ عرج کی سرزمین میں اچانک ہی ایک شاعر رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ نکلا- اس حالت میں کہ وہ گندے اشعار پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا- اس شیطان کو پکڑو- یا فرمایا اس کو روک لو جانے نہ دو- آدمی کا پیٹ بھرنا گندے شعروں کے بھرنے سے بہتر ہے-''

اس حدیث سے پتہ چلا کہ شرکیہ بدعات والے اشعار عاشقی معشوقی و فجور والے اشعار سخت ناجائز ہیں ان کا پڑھنا یا ذکر نا وغیرہ بھی سخت ناجائز ہے توحید وسنت خدا اور رسول ﷺ کے خلاف ہیں-

حضور ﷺ نے فرمایا تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں:-

﴿وَعَنْ عُبَادَۃَ ابْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اضْمَنُوْا لِیْ سِتًّا مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَضْمَنُ لَکُمُ الْجَنَّۃَ اَصْدِقُوْا اِذا حَدَّثْتُمْ وَ اَوْفُوْا اِذَا وَعَدتُّمْ وَ اَدُّوْا اِذْئْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَکُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ وَ کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ.﴾ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:- ''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی ﷺ نے فرمایا تم ضامن ہو میرے لئے چھ چیزوں کے میں ضامن ہوں گا تمہارے لئے جنت کا - فرمایا جب بات کرو سچی بات کرو - اور جب وعدہ کرو پورا کیا کرو - اور جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو ادا کر دیا کرو - اور اپنے ستر کی حفاظت کرو یعنی بدکاری نہ کرو - اور اپنی نذروں کو سچی رکھو - اور بند رکھو اپنے ہاتھوں کو - یعنی ناجائز چیزوں کو ہاتھ نہ لگاؤ -"

اس حدیث مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے سچائی کی طرف دعوت دی ہے اور قرآن عظیم میں بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے -

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْ قَوْلًا سَدِیْدًا یُصْلِحْلَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزً فَوْزً عَظِیْمًا.﴾ (پارہ۲۲ رکوع ۶)

ترجمہ:- "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ رب العزت سے اور سچی بات کہو اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح فرما دیں گے اور تمہارے گناہوں کو بخش دیں گے اور جس آدمی نے بھی اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اتباع کی وہ یقیناً کامیاب ہو گیا -"

جب ایک مسلمان آدمی سچائی پر گامزن رہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پیارا لگتا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب اسی لئے صدیق ہوا کہ ہمیشہ یہ سچ بولا کرتے تھے - ابوجہل نے کہا ابوبکرؓ کیا کوئی آدمی آسمانوں پر جا سکتا ہے اور آن کی آن میں واپس آ سکتا ہے صدیقؓ نے فرمایا کہ نہیں ابوجہل نے کہا تیرا یار محمدؐ کہتا ہے کہ میں آسمانوں پر ہو کر آیا ہوں - چونکہ معراج کی بابت اب تک حضور ﷺ نے ابوبکرؓ کو اطلاع نہیں دی - ابوبکر صدیقؓ نے جواب میں فرمایا اگر حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ یہ کہتے ہیں کہ میں آسمانوں پر گیا ہوں تو یقیناً آپ سچ فرماتے ہیں آپ گئے ہیں - اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب مل گیا - بدکاری سے بچنا یہ بھی بہت بڑی

خوبی ہے لواطت اور اس طرح کے تمام افعال بد سے بچنا ہے۔ وعدہ پورا کرنا امانت اچھی طرح ادا کرنا خیانت نہ کرنی ستر کی حفاظت کرنی آنکھوں اور ہاتھوں کو غیر مناسب جگہ پر نہ استعمال کرنا یہ بھی ایک مومن کی بہت بڑی شان وعظمت ہے۔ تب یہ تو نبی ﷺ جنت کی زمانت دے رہے ہیں۔ پیچھے میں نے ایک حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے لکھی ہے جو مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے اور اس میں ایک لفظ اَلدَّیُّوث ہے جس کی کچھ تشریح کر آیا ہوں۔ سید نواب صدیق الحسن خان رحمۃ اللہ علیہ جب علوم دینیہ سے فارغ التحصیل ہو کر اپنی ریاست بھوپال میں واپس تشریف لائے اسی دوران میں والی ریاست قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا اور اس کی بیگم رانی کا نکاح ثانی کرنے کا خیال ہوا دیکھ بھال کے بعد سید نواب صدیق الحسن خاں صاحب سے اس کی شادی خانہ آبادی ہو گئی ایک دن سیر وسیاخت کے لئے یہ دونوں شوہر بیوی بھگی پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے راستہ میں اچانک ہی ایک آدمی سامنے آ گیا اور سواری کھڑی کرنے کا اشارہ کیا اور سواری کھڑی ہو گئی سوال کیا کہ (دیوث کی کیا تفسیر ہے) جواباً نواب صاحب نے فرمایا کہ میں دیوث ہوں اس آدمی نے عرض کی کہ کیسے۔ فرمایا اس لئے کہ میری بیوی بے پردہ بغیر نقاب کے میرے ساتھ بیٹھی اور جا رہی ہے لیکن میں اسے روک نہیں سکتا شرعی پردہ کی بابت میں اسے کہ نہیں سکتا اتنی بات کا بیگم پر اتنا اثر ہوا کہ وہیں پردہ اوڑھ لیا نقاب کر لیا اور کہنے لگی نواب صاحب واپس گھر کو چلو گھر واپس آ گئی اور سب سیر وسیاحت بے پردگی کی حالت ختم کر دیں۔ ایسا پردہ شرعی کیا کہ مثال قائم کر دی اور اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول کو خوش کر دیا یہ تھا تقویٰ پرہیزگاری جو زندگی بھر قائم رہا۔ اور نواب صاحب کی زبان کی عملی تاثیر کا یہ عالم ہوا کہ مسئلہ سنتے ہی واپس گھر آ گئیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پر ثابت قدم رہیں رحمۃ اللہ علیہا۔ میرے محترم بزرگو و عزیز ساتھیو لفظ عورت کا معنیٰ ہی پردہ ہے اگر کسی آدمی نے اپنی بیگم بیٹیوں کو پردہ والے عمل سے محروم دیکھا اور ان سے پردہ نہ کروایا تو یہی اس کے لئے جہنم میں جانے کا سبب بن جائے گا۔ چنانچہ ایک حدیث

میں آتا ہے کہ ایک عورت کو اس کی بداعمالی کے سبب اللہ تعالیٰ حکم دیں گے کہ تو جہنم کو جا۔ وہ جواب میں عرض کرے گی یا اللہ مجھے اکیلی کو جہنم میں بھیج رہے ہو اللہ میری بداعمالی سے چار قسم کے میرے خویش واقارب تھے ان کا حق بنتا تھا کہ وہ مجھے ایسے جرائم سے روکتے لیکن انہوں نے یہ اپنا حق ادا نہیں کیا لھذٰ ان کو بھی میرے ساتھ دوزخ کو بھیجو اللہ عالم الغیب فرمائیں گے وہ کون کون ہیں عرض کرے گی یا اللہ میرے شوہر نے مجھے نہیں روکا۔ میرے والد صاحب نے۔ میرے بھائی نے۔ میرے بیٹے نے نہیں روکا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ان چار آدمیوں کی معیت میں اسے جہنم کی طرف لے جاؤ۔ اور یہ ان کو لے کر جہنم میں جائے گی۔ اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے شعر ؎

ایک دن جو بے پردہ نظر آئیں چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے پردہ تمہارا وہ کیا ہوا
کہنے لگیں عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

تین قسم کے آدمیوں کی نماز قبول نہیں ہوتی اور نہ ان کے نیک اعمال آسمانوں کو جاتے ہیں :۔

﴿وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللّٰہ عَنْہُ قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ لَاتُقْبَلُ لَھُمْ صَلٰوۃٌ وَلَا تَصْعَدُ لَھُمْ حَسَنَۃٌ ن اَلْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلٰی مَوَالِیْہِ فَیَضَعَ یَدَہٗ فِیْ اَیْدِیْھِمْ وَالْمَرْاَۃُ السَّاخِطُ عَلَیْھَا زَوْجُھَا وَالسُّکْرَانُ حَتّٰی یَصْحُوَ رَوَاہُ الْبُیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ۔﴾ (مشکوٰۃ شریف باب النکاح)

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تین قسم کے آدمی ہیں جن کی اللہ تعالیٰ

کے ہاں نماز قبول نہیں ہوتی اور ان کی کوئی نیکی آسمانوں کی طرف نہیں جاتی - پہلا وہ آدمی جو کسی کا غلام ہے اور وہ مالک سے بھاگ گیا ہے جب تک واپس آ کر اپنا ہاتھ اپنے مالکوں کے ہاتھ میں نہ دے اور دوسری وہ عورت جس کا شوہر اس پر ناراض ہے- تیسرا وہ نشے والا آدمی جب تک کہ وہ ہوش میں آئے اس حدیث کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے-

قارئین کرام آپ اس حدیث کی عبارت اور ترجمہ پڑھ چکے ہیں کہ اکثر برے اور ناجائز اعمال اتنے بدترین ہیں کہ ان کی نحوست کی وجہ سے نیک اعمال بھی شرف قبولیت اللہ تعالیٰ کے ہاں حاصل نہیں کرتے - اس لئے ہر غلام خادم نوکر کا فرض ہے کہ وہ اپنے مالک کی خدمات کا خیال کرتے ہوئے اطاعت بجالائے - ہر خاتون و عورت اپنے شوہر کی خدمات میں کمی نہ کرے- ہر مسلمان نشہ آور اشیاء سے مکمل طور پر اجتناب کرے اور حرام جانے وگرنہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مواخذہ ہوگا-

تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت امت پر

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُم بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ الرَّحِیْمٌ ○ (پارہ ۱۱ رکوع ۵)

ترجمہ: البتہ تحقیق آئے تمہارے پاس رسول تمہارے نفسوں سے۔ ناگوار گزرتا ہے آپ پر تمہارا تکلیف میں پڑ جانا۔ تمہاری بھلائی کے آپ حریص ہیں۔ مومنوں کے ساتھ شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔

مفہوم: اس آیہ کریمہ میں اللہ رب العزت نے مومنین پر اپنا احسان جتایا ہے اپنا احسان ظاہر کیا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں ایک رسول بھیجا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی کہ۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِنْ مِنْ اَنْفُسِهِمْ الخ

ترجمہ: اے ہمارے رب ان میں رسول مبعوث فرما جو ان میں سے ہی ہو۔

اور دوسری جگہ قرآن عظیم میں فرمایا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْبَعَث فِیْهِمْ مِنْ اَنْفُسِهِمْ الخ

ترجمہ: البتہ تحقیق احسان فرمایا اللہ رب العزت ایمانداروں پر کہ ان کے نفسوں سے ہی ان کے لئے ایک رسول حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب کیا۔

مفہوم: مفسرین کرام نے بیان کیا ہے کہ جب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نجاشی بادشاہ سے' اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے سفیر کسریٰ سے کہا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ

نے ہم میں ہماری ہی قوم کا ایک رسول بھیجا ہے جس کے حسب نسب سے ہم خوب واقف ہیں، جس کی صفات جانتے ہیں، جس کے اٹھنے بیٹھنے آنے جانے صدق وامانت سب ہی باتوں سے آشنا ہیں، زمانہ جاہلیت میں سے بھی جس کے خاندان پر کوئی دھبہ نہیں- تاجدار مدینہ ﷺ نے فرمایا ہے میرا سارا نسب بر بنا، نکاح رہا کہیں کسی سفاح کا شائبہ نہیں- آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اب تک میرے آباؤ اجداد میں کوئی بغیر نکاح کے پیدا نہیں ہوا- قولہ تعالیٰ-

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ.

ترجمہ: یعنی آپ کی امت پر کوئی تکلیف ہو آپ کو شاک و ناگوار گزرتی ہے-

ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا-

بُعِثْتُ بِالْحَنَفِيَّةِ السَّمْحَةِ.

ترجمہ: تاجدار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں آسان دین لے کر آیا ہوں-

حدیث صحیح میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شریعت نہایت آسان اور سہل ہے- اللہ رب العزت نے بہت آسان کر کے بھیجا ہے آپ کو بڑی تمنا رہتی تھی کہ تم ہدایت پاجاؤ اور دنیوی اور آخروی نفع اندوزی کر سکو-

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے تھے:

کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں اس قدر معلومات عامیہ دی ہیں کہ فرض کرو، کوئی پرندہ بھی جو آسمان میں اڑتا ہے اس کے بارہ میں بھی معلومات بخشیں ہیں- تاجدار مدینہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جنت سے قریب کرنے والی اور دوزخ سے دور کرنے والی کوئی ذرا سی بات بھی ایسی باقی نہیں رہی جو میں نے تمہیں نہ بتا دی ہو- تاجدار مدینہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العزت نے ہر حرام اور ناجائز چیز کے متعلق

مکمل طور پر تمہیں سمجھا دیا ہے۔ اگر تم اس کے بیان کردہ محرمات سے دور نہ رہو گے تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ کہ دوزخ کے ایسے شعلوں میں گرو گے جیسے پروانہ شمع پر گرتا ہے۔

فرقان حمید میں اللہ رب العزت کا دوسری جگہ ارشاد گرامی ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ.

(پارہ ۲۱ رکوع ۱۷)

ترجمہ: نبی ﷺ اپنے امتیوں مومنوں پر ان کی جانوں اور نفسوں سے بھی زیادہ مشفق و مہربان ہیں۔

یعنی آدمی کا نفس جان بھی اس قدر مومن پر مشفق و مہربان نہیں۔ جس قدر والیئے بطحا اپنی امت پر مشفق و مہربان ہیں۔

سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ ٥

ہمارے پیغمبر ﷺ ہم پر ہماری جانوں ہمارے ماں باپ سے بھی ہم پر زیادہ مشفق و مہربان ہیں۔

ایک حدیث شریف میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْ قَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَائَتْ مَاحَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِیْ تَقَعُ فِی النَّارِ یَقَعْنَ فِیْهَا وَجَعَلَ یَحْجِزُهُنَّ وَیَغْلِبْنَهٗ فَیَتَقَحَّمْنَ فِیْهَا فَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَ اَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ فِیْهَا هٰذِهِ الرِّوَایَةُ الْبُخَارِیِّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوُهَا وَقَالَ فِیْ اٰخِرِهَا قَالَ فَذٰالِكَ مَثَلِیْ وَمَثَلُكُمْ اَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُوْنِیْ تَقَحَّمُوْنَ فِیْهَا مُتَّفَقٌ

عَلَیہِ مشکوٰۃ شریف بَابُ الاِعتِصَامِ بِالْکتَابِ وَالسنۃ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے آگ جلائی۔ جب اس کا گرد وپیش روشن ہوگیا تو پروانے اور جانور اس میں گرنے شروع ہوئے۔ اور وہ آدمی انہیں روکنے لگا۔ اور وہ اس پر غالب ہونے لگے اور بزور گرنے لگے میں تمہیں کمر سے پکڑ کر آگ میں گرنے سے بچاتا ہوں اور تم بزور اس میں گر رہے ہو (بخاری شریف اور مسلم شریف میں بھی اسی طرح ہے اس کے آخر میں فرمایا میری اور تمہاری مثال یہ ہے کہ تمہیں کمر سے پکڑتا ہوں۔ اور یہ کہتا ہوں کہ میری طرف آؤ۔ میری طرف آؤ تم غالب ہوکر بزور اس میں گرتے ہو (بخاری ومسلم)۔

اس حدیث شریف سے پتہ چلا کہ تاجدار مدینہ ﷺ نے اپنی ۲۳ سالہ نبوت کی زندگی اور عمر میں تمام حرام اور ناجائز ومنع اشیاء کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔ جیسے کوئی آگ روشن کرے اور کہے کہ اؤ میری طرف آگ کی طرف نہ جاؤ آگ میں داخل نہ ہو تباہ وبرباد ہو جاؤ گے جل کر زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اسی طرح حضور ﷺ نبوت کی پوری زندگی میں امت کو نیک کاموں کی دعوت دیتے رہے اور ہر طرح کے بد اور ناجائز کاموں سے روکتے رہے۔ کفر سے شرک بدعات اباؤ اجداد کے غلط رسومات سے بتوں کی عبادات شراب خوری جوابازی اس وقت کی جتنی بھی لادینی اور معاشرہ کی خرابیاں تھیں حضرت سید الانبیاء ﷺ کی ذات گرامی نے ایک ایک کی نشاندہی کی اور ممانعت پیش کی۔ بلکہ معاشرہ کی جتنی خرابیاں بھی قیامت تک ہونے والی تھیں اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کے دماغ وسینہ مبارک میں القیٰ کر دیں تھیں آپ ﷺ نے امرونہی کے دو عدد ہتھیاروں سے پوری یک جہتی وطاقت سے بفضل خدا تبلیغ کی نہ رات آرام سے گزاری نہ دن بےفکری وسستی میں گزارا۔ نہ سفر وحضر میں نہ بیماری وتندرستی میں الغرض حَبِیبِ خُدا اَشْرَفِ اَنْبِیَاء ﷺ نے۔

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنَ الرَّبِّکَ.

ترجمہ: اے میرے رسول آپ تبلیغ کر دیں اس چیز کی جو تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے۔

کی پوری محنت و مشقت سے آیہ مذکورہ کا حرف بحرف اور نقطہ بنقطہ عمل کر کے دکھایا۔ اور بعض دفع اس تبلیغ دین کے سلسلہ میں آپ کو زخمی ہونا پڑا۔ زخم اٹھانے پڑے نامناسب باتیں بلکہ گالی گلوچ تک سنی پڑیں لیکن یہ سب باتیں آپ برداشت کرتے رہے۔ لیکن امت کی خیر خواہی اور خبر گیری سے ایک بال برابر بھی کمی نہیں کی۔ اسی لئے تو اللہ رب العلمین نے فرمایا۔

لَقَدْ جَآئَکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ مَاعَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِاالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ الرَّحِیْمٌo (پارہ ۱۱ رکوع ۱۵)

آیہ مذکورہ اور معنیٰ پیچھے گزر چکا ہے۔

مفہوم: یعنی لوگو تمہارے پاس تم ہی میں سے عربی قریشی شخصیت ایک پیغمبر آ چکا ہے تمہاری تکلیف اس کو ناگوار ہے۔ یعنی تم برے و ناجائز کام کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب میں پڑو یہ اس کو شاک گزرتا ہے۔ تمہاری بھلائی کی ان کو لو لگی ہے۔ یعنی رات دن یہی حرص ہے اور ان کی یہی کوشش ہے جس طرح بھی ہو سکے تم دوزخ سے بچ جاؤ اور دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کرو۔

نبی ﷺ نے وحشی کافر اپنے چچا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل کو دعوت اسلام دی:

حدیث شریف آتا ہے کہ تاجدار مدینہ ﷺ وحشی کو زمانہ کفر میں دعوت دی کہ تو مسلمان ہو جا یہ وحشی وہ شخص ہے جو سید الانبیاء ﷺ کے محبوب چچا حضرت امیر حمزہ سید الشھداء کا قاتل تھا۔ جب نبوت کے قاصد نے اس کے سامنے دعوت اسلام پیش کی تو اس نے اپنے جرائم کے پیش نظر۔ سورہ فرقان کی ایت کا معنیٰ و مفہوم پیش کر کے

انکار کر دیا کہ مجھے اپنی حالت پر رہنے دی جیسے وہ کہنے لگا کہ میں نے قتل کئے ہیں- میں نے شرک کیا ہے- میں نے زنا وغیرہ جرائم بکثرت کئے ہیں اور تمہارا قرآن میرے خلاف بیان کرتا ہے اور ساتھ ہی اس نے یہ ایت پڑھی-

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَالِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًاo سورہ الفرقان (پارہ۱۹رکوع۴)

ترجمہ: اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا سے اسے سابقہ پڑے گا- کہ قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا- اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل ہو کر رہے گا-

وحشی کے انکار کا مقصد یہ تھا کہ میرے اعمال کے بارہ جب قرآن حکیم میں عذاب وسزا موجود ہے تو مجھے اسلام قبول کرنے کا کیا فائدہ ہے تاجدار مدینہ ﷺ کے قاصد نے نبوت کے دربار میں حاضر خدمت ہو کر مؤدبانہ عرض کی کہ آقا جی وحشی نے قرآن حکیم کی کچھ ایات پر معترض ہو کر جواب دیا ہے کہ میرے افعال بد کا قرآن حکیم میں خلاف موجود ہے لھٰذ میں اسلام قبول نہیں کرتا مجھے اپنے حال پر ہی رہنے دیں- اس پر اس کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ رب العزت نے آگے والی آیہ نازل فرمائی-

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرً رَحِيْمًاo (پارہ۱۹رکوع۴)

ترجمہ: مگر جو شخص توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک اعمال کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ بدل ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان ہیں-

تاجدار مدینہ ﷺ نے اس ایہ مذکورہ کا حکم دے کر اپنے قاصد کو تیسری مرتبہ پھر بھیجا ایہ بالا کا حکم سنایا- تو یہ ایہ مبارکہ بھی سن کر وحشی نے اعتراض کر کے جواب دے دیا کہنے لگا اس ایہ کے شرائط بہت مشکل ہیں سب سے پہلے میں توبہ کروں- پھر ایمان لاؤں- پھر نیک اعمال شروع کروں اس کے بعد میری بخشش کی کوئی صورت

بن سکتی ہے لھذٰ مجھے یہ شرائط بھی منظور نہیں۔ چوتھی مرتبہ پھر تاجدار مدینہ ﷺ نے اپنے قاصد کو آیہ کریمہ۔

اِنَّ اللّٰهَ لَايَغْفِرُ اَن يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَالِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًاo (پارہ ۵ رکوع ۱۵)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتے یہ کہ شریک کیا جائے ساتھ اس کے اور بخش دیتے ہیں اس کے سوا جس کو چاہے اور جو شخص بھی شریک ٹھہراتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

آیہ دے کر بھیجی اور آیہ مذکورہ وحشی کے سامنے پڑھی اور سنائی گئی وحشی پھر آیہ کریمہ کے معانیں اور مفہوم پر بنظر غور تدبر اور سوچ بچار سے کام لیا اور معترضانہ حالت میں کہنے لگا کہ اس آیہ میں لفظ یشاء ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہیں معاف کر دیں اور جسے نہ چاہیں نہ معاف کریں لھذٰ مجھے کامل یقین نہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دیں گے۔ لھذٰ میں اسلام قبول نہیں کرتا اور یہی چیز میرے لئے اسلام قبول کرنے سے مانع ہے۔ تاجدار مدینہ ﷺ نے پانچویں مرتبہ پھر اپنے قاصد کو فرمایا ایک دفع پھر وحشی کے پاس جاؤ اور آیہ کریمہ۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اَنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُo

(پارہ ۲۴ رکوع ۳)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میرے بندو جنھوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا تعالیٰ کے رحمت سے ناامید نہ ہو بالیقین اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا بہت بڑی رحمت والا ہے۔

یہ آیہ مذکورہ قاصد رسول ﷺ نے پڑھ کر سنائی اور بیان کی اب اور کیا تھا اور کون سا عذر تھا کہ وحشی انکار کرے اور کوئی اعتراض پیش کرے اب لاجواب ہو کر

اسلام کی صداقت اور خلق محمدی سے آشنا ہونا پڑا- اور جواب میں کہا ہاں یہ بل کل ٹھیک ہے اور بیساختہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا- کبھی وہ وقت تھا کہ وحشی کافر و ظالم خدا اور رسول کا باغی تھا اب وہ وقت آ گیا کہ وحشی تمام جرائم سے توبہ تائب ہو کر صحابی رسول بن گیا- تاجدار مدینہ ﷺ کی شفقت و رحم کرم کو دیکھو اتنے بڑے غیر مسلم کو اور پیارے چچا کے قاتل کو صرف قاتل ہی نہیں بلکہ سید الشھدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا سینہ چاک کر کے آپ کا کلیجہ نکال کر ہندہ کو دیا اور اس نے چبایا لیکن نگل نہ سکی اور ڈال دیا- اسی لئے خلق محمدی اور سیرت مصطفیٰ کے بارہ میں اللہ کے ایک نیک بندہ نے کیا خوب کہا ہے شعر-

دعوت دشمنوں کو دیتے ہیں وہ اسلام کی
یا میرے خدا کیسی ہے شفقت محمدؐ رسول کی

(حوالہ مجموع التفاسیر پارہ دوم) قارئین کرام آپ نے وحشی کے سامنے دعوت اسلام پیش کرنے اور اس کے اعتراضات آپ نے پڑھے ہیں جن سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس دور کے کفار کو قرآن عظیم کی کچھ سوجھ بوجھ تھی تب ہی تو وحشی نے بار بار اعتراضات کئے تھے- آپ کہیں گے کہ ان کی زبان عربی تھی تب ہی تو وہ تدبر اور سوچ و بچار کا ملکہ رکھتے تھے اور ہم غیر عربی ہیں اس لئے ہم ایسے نکات کو نہیں سمجھتے محترم اس کا جواب عاجز کی طرف سے یہ ہے کہ ہماری زبان پنجابی و اردو ہے کیا اکثر تفاسیر کے تراجم اردو میں نہیں ہوئے صحائح ستہ اور پورے احادیث کے دفتر کے معانیں تراجم شرحیں عام فہم اردو زبان میں ہو چکی ہیں لیکن اکثر مسلمان ان کا مطالع ہی نہیں کرتے چونکہ کاروبار اور رنگ راگ کا دور ہے کبھی ٹیلیویژن- وی سی آر- گانے بجانے دیکھنے سننے ہوتے ہیں لھذٰ ٹائم ہی نہیں ملتا فرصت ہی نہیں ہوتی کب ان مذکورہ کتب کا مطالعہ کیا جائے- ہاں البتہ ناول' گندی حکایات فواحش اور فضول کتابیں اس جدید دور میں جدید مسلمان پڑھ سکتے ہیں لیکن ان کو قرآن و حدیث کی کتابوں کے لئے وقت کا حصہ نکالنا مشکل ہے- اور بعض مسلمان قرآن عظم سادہ اور ترجمہ بھی پڑھتے

ہیں بعض اسلامی کتب کا مطالعہ بھی کرتے ہیں لیکن قرآن وحدیث کے نقات کو سمجھنا اور ان میں تدبر اور اپنے عمل کی اصلاح کرنا ان کے لئے مفقود ہے- الا ماشاءاللہ-

تاجدار مدینہ ﷺ کا نماز تہجد میں ایک ہی ایہ کا پڑھنا:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز تہجد شروع کی اور قرائت پڑھتے ہوئے جب اس اس ایہ پر پہنچے-

وَاِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُo

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن دربار خداوندی میں عرض کریں گے یا اللہ اگر تو ان کو عذاب کرنا چاہے تو تیرے بندے ہیں اگر تو انہیں معاف فرمادے تو تو غالب ہے حکمت والا- بس تہجد کی نماز کی ایک ہی رکعت کے پورے قیام میں اسی ایہ کو پڑھتے رہے اور روتے رہے حتیٰ کہ صبح کی نماز کی آذان کا وقت ہوگیا آپ کا اس ایہ کو بار بار پڑھتے اور روتے رہنے کا سبب اپنی امت محمدیہ کو بخشوانے کا سبب تھا- (حوالہ تفسیر وحیدی)

حضور ﷺ کا دو آیات پڑھ کرامت کے بارہ میں رو پڑنا:

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنَ عَمْرِ ابْنِ الْعَاصِ رضی اللّٰه عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَاقَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ اِبْرَاهِيْمَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَقَالَ عِيْسٰى اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ وَبَكٰى فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَاجِبْرَائِيْلُ اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ فَسْئَلْهُ مَايُبْكِيْهِ فَاَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ فَسَاَلَهٗ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ فَقَالَ اللّٰهُ لِجِبْرَئِيْلَ اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ

اُمَّتِکَ وَلَا نَسُوْئُکَ رَوَاہ مُسْلِمٌ (مشکوٰۃ شریف باب الحوض والشفاعۃ)

ترجمہ: اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یہ کہ تحقیق نبی ﷺ نے پڑھا اللہ تعالیٰ قول بیچ بیاں عرض کرنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کہا اے پروردگار میرے ان بتوں نے گمراہ کیا ہے بہت لوگوں کو جس نے پیروی کی میری وہ مجھ سے ہے۔ اور پڑھا آپ نے قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اے اللہ اگر تو ان کو عذاب کرے تو تیرے بندے ہیں اگر تو ان کو بخش دے تو تیری بخشش میں گنجائش ہے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اللہ رب العزت کے دربار میں اٹھایا اور عرض کی اے اللہ میری امت کو بخش دے۔ میری امت کو بخش دے۔ پھر آپ ﷺ نے رونا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اے جبرئیل محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور تیرا رب خوب جانتا ہے۔ آپ ﷺ سے پوچھو کہ آپ کیوں روئے ہو۔ جب جبرئیل امین دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ جناب اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ کیوں روئے ہو آپ کو کس چیز نے رولایا ہے آپ نے اپنی امت کی خیر خواہی اور بخشش کا پورا ماجرا بیان فرمایا۔ تو دوبارہ اللہ رب العزت نے جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ آپ محمد کریم ﷺ کے پاس جائیں اور میری طرف سے کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم عنقریب تیری امت کے بارہ میں تمہیں راضی کر دیں گے۔ اور تمہیں ناراض اور رنجیدہ نہیں کریں گے۔

حدیث کا مطلب نمبر ۱:

یہ حدیث بہت بڑی امید والی ہے امت کے لوگوں کے لئے اور اس میں بیان

ہے آنحضرت ﷺ کی کمال بزرگی کا اور علو درجہ کا۔ حضرت جبرئیل امین کے بھیجنے میں یہ حکمت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شان و بزرگی واضح ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ آپ کا درجہ بہت بلند ہے۔ اللہ رب العزت آپ کی خوشنودی چاہتا ہے۔ لیکن یاد رہے اہل بدعت پر آپ کبھی خوش نہ ہونگے اور ان کا نام سنتے ہی آپ فرمادیں گے۔ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي۔ یعنی دور کردو دور کردو جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل دیا۔

حدیث کا مطلب نمبر۲:

قارئین کرام آپ نے یہ پڑھ کر یہ باور کر لیا ہوگا کہ اس دنیا فانی میں امت کے لوگ کوئی والدین کے انتقال پر روتے ہیں کوئی بیوی کی وفات پر روتا ہے۔ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ بیوی کے فوت ہونے پر اتنا رویا کہ مجھے امکان ہو گیا کہ یہ بیوی کے فوت ہونے پر اتنی بے صبری کا مظاہرہ کر رہا ہے کہ اس کا دماغی توازن خراب ہو جائے اور شائد کہ بیوی مرحومہ کے پیچھے یہ بھی چل بسے میں نے قرآن و حدیث کے کئی واقعات بیان کر کے اسے حوصلہ تسلی دی وہ بفضل خدا ٹھیک ہو گیا۔ کوئی بیٹے اور بیٹی کے فراق فوت ہونے پر روتا ہے۔ کوئی اپنے کسی دوست یا قریبی رشتہ دار کے الوداع ہونے پر روتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں تو اپنی امت کے عفو کرم کے لئے روتے ہیں۔ حبیب خدا اشرف انبیاء ﷺ اگر روئے ہیں تو جہنم کی آگ سے بچاؤ کے لئے۔ عذابات خدا سے نجات کے لئے۔ جنت کے داخلے کے لئے کہ میری ساری امت جنت میں جائے اور وہاں کے باغ بہاریں استعمال کریں۔ لیکن امت کے بعض ظالم لوگوں کا حال ہے۔ بے نماز ان میں موجود ہیں۔ بے روزہ ان میں موجود ہیں۔ استطاعت ہوتے ہوتے ہوئے زکوٰۃ نہ دینے والے ان میں موجود ہیں۔ استطاعت ہوتے ہوئے حج کا فریضہ نہ ادا کرنے والے ان میں موجود ہیں۔ چور اچکے راہ زن ڈکیتیاں کرنے والے ان میں موجود ہیں۔ سود دینے لینے والے ان

میں موجود ہیں- رشوت دینے لینے والے ان میں موجود ہیں- قاتل خونی' بدکار' زنا کار' جوا باز' شراب خور' نشہ آور اشیاء استعمال کرنے والے ان میں موجود ہیں- حجامت لباس خلاف سنت والے ان میں موجود ہیں- شادی وغمی میں ہر طرح کے ناجائز رسومات ان میں موجود ہیں- قرآن وسنت کی ہر طرح کی بغاوت ان میں موجود ہے کیا کیا کچھ عرض کروں- ایک فارسی کا شعر ہی اس امت کے حال مطابق ہے اسی کو قلم نوک کرنا مناسب سمجھتا ہوں-

تن ہمہ داغ داغ شد پمبہ کجا کجا نہم

ترجمہ: تمام بدن زخم کے داغوں سے بھرا پڑا ہے روئی کا پمہ کہاں کہاں رکھوں-

حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نبی ﷺ کی ہمدردی وغمگساری وغمگینی کے متعلق لکھتے ہیں اور بیان کرتے ہیں- کہ میرے آقا سید الانبیاء کی طرف سے مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا-

اَشْفَعُ لِاُمَّتِیْ حَتّٰی ینادِیْنِیْ رَبِّیْ اَرَضِیتَ یَا مُحَمّدُ فَاَقُوْلُ نَعَمْ یَارَبِّ رَضِیْتُ.

ترجمہ: آپ نے فرمایا میں اپنی امت کے لئے سفارش کرتا رہوں گا سفارش کی دستک اللہ تعالیٰ کے دربار میں دیتا ہی رہوں گا جب تک کہ میرا رب مجھے ارشاد فرمائیں کے کہ اے محمد ﷺ آپ راضی ہوگئے ہیں میں عرض کروں گا اے میرے رب میں آپ سے راضی ہوگیا ہوں- (تفسیر ابن کثیر)

اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ آپ اپنی امت کے بارہ میں شفارش- شفاعت اور معروضات اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کرتے ہی رہیں گے جب تک اللہ رب العزت آپ کی شفارش قبول کر کے اپنی ذات عالی کی رضامندی کا اظہار کریں-

ایک مغالطہ کا ازالہ:

آج اس پرفتن دور میں ہر قسم کے لوگ یہی کہتے ہیں کہ خدا غفور الرحیم ہے بخش دے گا معاف کر دے گا لیکن اپنے جرائم کو آدھی نظر سے بھی نہیں دیکھتے کہ ہم کیا کر رہے- آدھے دل سے- آدھے دماغ سے بھی نہیں سوچتے کہ ہم کتنی سینہ زوری سے خدا کی ناراضگی اور غضب وغیظ کو دعوت دے رہے ہیں- بے نماز بھی کہتا ہے خدا معاف کر دے گا راشی سودی بدکار شراب خور جواریا ڈاکو نشہ آوور اشیاء استعمال کرنے والا قاتل خونی ظالم بدعتی پختہ قبروں کو چاٹنے والا اولیائے کرام کے مزاروں پر دعائی دینے والا برائے راست اللہ تعالیٰ کے فوت شدہ بندوں سے اپنی مرادیں مانگنے والا اولیائے کرام کے مزارات پر چادریں اور منتیں چڑھاوے چڑھانے والا ہر آدمی کا ہی یہی دعوٰی کے کہ خدا معاف فرمادیں گے- لیکن ایسے لوگوں نے کبھی قرآن کریم اور حدیث مصطفیٰ کی طرف سرسری نظر بھی نہیں کی کہ کیا ہمارے اس موقف کی تائید قرآن و سنت میں ہے یا نہیں- حالانکہ قرآن عظیم میں آتا ہے اللہ رب العلمین ارشاد فرماتے ہیں-

اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ. (پارہ رکوع)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نیکوں کے قریب ہے-

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ○ (پارہ ۹ رکوع ۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں میری رحمت نے ہر چیز کو سما لیا ہے یعنی میری رحمت ہر چیز سے زیادہ ہے میں عنقریب اپنی رحمت کو ان لوگوں کے حق میں لکھ دوں گا جو پرہیز گاری کرتے ہیں اور اپنے مالوں سے زکوۃ ادا کرتے ہیں اور ہماری تمام آیات پر ایمان لاتے ہیں-

تیسری جگہ فرقان حمید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں-

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا الرَّحِیْمًاo (پارہ۱۹ارکوع۴)

ترجمہ: مگر جو شخص اپنے جرائم سے توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور نیک اعمال کرے ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان ہیں۔

ان تین عدد مقامات اور اس طرح کے متعدد مقامات فرقان حمید میں ہیں جن میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا جب تک گناہ کبائر کے ارتکارب کرنے والے توبہ تائب نہیں ہوتے میں معاف نہیں کرتا۔ میری معافی اور بخشش تب ہی ہوگی جبکہ مجرم' ظالم' باغی' سرکش خدا اور مصطفیٰ کی مخالفت کو چھوڑ کر سچے دل سے توبہ کر لے۔ ایک اللہ والے نے کیا ہی خوب لکھا ہے۔

پڑھتے ہو کلمہ عمل نہیں کرتے کلمہ ہے یہ ترانا نہیں
بہروپ والو ڈاراما نہ سمجھو یہ اسلام ہے افسانہ نہیں ہے
کہیں گوڈری ہے کہیں بوڈری ہے کیا یہ ہے خدا کے ملن کا طریقہ
میں یہ نہیں کہتا کہ مانا نہیں ہے مانا تو ہے پہچانا نہیں ہے
وہ ہیں نَحْنُ اَقْرَبُ تو عرشِ معلیٰ دل ہی ہے لامکاں کا اشارہ
من کا منکہ پھرن ہے بہانہ تسی کا منکہ بہانہ نہیں ہے

اب میں ایک حدیث عرض کرتا ہوں جس سے اس مسئلہ کا اچھی طرح نکھار ہو جائے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھریرۃ رضی اللّٰہ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قِیْلَ وَمَنْ اَبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی رواہ البخارِیُّ۔ مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتبا و السنۃ۔

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ میری ساری کی ساری امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس شخص نے انکار کیا وہ داخل نہیں ہوگا آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ وہ انکار کرنے والا کون ہے آپ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اسی نے انکار کیا۔

اس حدیث شریف اور سابقہ ایات قرآنی سے یہ پتہ چلا کہ تمام قسم کے گناہوں کو آج کے مسلمان جو بڑی ڈھٹائی اور سینہ زوری سے کر رہے ہیں ان کو چھوڑ چھاڑ کر خدا کی رحمت و بخشش کی امید رکھیں اور انشاء اللہ بفضل خدا اللہ رب العزت انہیں معاف فرمادے گا۔

تاجدار مدینہ ﷺ کا فرمانا اے اللہ میری امت کو اور زیادہ دے:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں جب مندرجہ ذیل ایت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا میری امت کو زیادہ دے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ٥ (پارہ۳رکوع۴)

ترجمہ: مثال ان لوگوں کی جو اپنے مالوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ایک دانہ کی مثال ہے جس سے سات بالیں یعنی ٹے اگیں۔ اور ہر بال یعنی ٹے میں سو دانہ ہو اور اللہ تعالیٰ دوگنا کرتا ہے جس کے لئے چاہے۔ اور اللہ تعالیٰ وسعت والے جاننے والے ہیں۔

مَنْ ذَاالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (پارہ۲رکوع۱۶)

ترجمہ: جو شخص قرض دے اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ پس دوگنا کرتا ہے اللہ تعالیٰ دوگنا بہت اور اللہ تعالیٰ کمی کرتا۔ اور فراخی کرتا ہے۔ اور تم اسی کی

طرف پھیرے جاؤ گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے میرے رب میری امت کو اور زیادہ دے اس وقت پھر یہ آگے والی ایت نازل ہوئی۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○ (پارہ ۲۳ رکوع ۱۶)

ترجمہ: سوائے اس کے نہیں پورا دیئے جائیں گے صبر کرنے والے ثواب اپنا بے حساب۔

مجموع التفاسیر پارہ دوم ان ایات مذکورہ سے اور احادیث نبوی ﷺ سے ثابت ہوا کہ تاجدار مدینہ ﷺ اپنی امت کی خیر خواہی و خیر اندیشی امت کی بہتری و برتری کے کس قدر حریص تھے اتنے حقیقی ماں باپ بھی اپنی اولاد کے حریص نہیں ہو سکتے بلکہ آدمی کی جان بھی اس کی اتنی حریص نہیں۔ اسی لئے رب العلمین نے ارشاد فرمایا۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ.

ترجمہ: نبی ﷺ مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ مہربان ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

حَرِیْصٌ عَلَیْکُم بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ الرَّحِیْمُ ○

ترجمہ: نبی ﷺ کی ذات گرامی تمہارے بارہ میں تقویٰ پرہیز گاری نیک کاموں کے نیک اعمال کے حریص ہیں اور مومنوں پر شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔

تاجدار مدینہ ﷺ کا فرمان:

مسند امام احمد میں ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے میرے رب نے ستر ہزار آدمیوں کو میری امت میں سے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا حضور ﷺ کچھ اور زیادتی طلب کرتے۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو مجھے خوشخبری ملی کہ ہر ہزار کے ساتھ

ستر ہزار اور ہوں گے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور ﷺ اور برکت کی دعا کرتے آپ نے فرمایا میں نے پھر کی تو ہر ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار کا وعدہ ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر گذارش کی کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ اور کچھ بھی مانگتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے مانگا تو مجھے اتنی زیادتی اور ملی پھر دونوں ہاتھ پھیلا کر بتلایا کہ اس طرح راوی حدیث بیان کرتے ہیں اس طرح جب خدا تعالیٰ سمیٹے تو خدا ہی جانتا ہے کہ کس قدر مخلوق اس میں آئے گی۔

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ (ابن کثیر پارہ ۴ رکوع ۳)

حضرت ابودرداؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے حضرت ابوالقاسم ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں تمہارے بعد ایک امت کھڑی کرنے والا ہوں جو راحت پر حمد و شکر کریں گے اور مصیبت پر طلب ثواب اور صبر کریں گے حالانکہ انہیں علم و حلم نہ ہوگا' آپ نے تعجب سے پوچھا بغیر بردباری اور دوراندیشی اور پختہ علم کے یہ کیسے ممکن ہے رب العلمین نے ارشاد فرمایا میں انہیں اپنا حلم و علم عطا فرماؤں گا۔ دوسری ایک حدیث میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میری امت میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جائیں گے جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے سب یک دل ہوں گے میں نے اپنے رب سے گذارش کی کہ خدایا اس تعداد میں اور اضافہ فرما اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور بھی' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کر کے فرمایا کرتے تھے کہ پھر تو اس تعداد میں گاؤں اور دیہاتوں والے بلکہ بادیہ نشین بھی آجائیں گے (مسند احمد) تفسیر ابن کثیر پارہ ۴ رکوع ۳۔

حضرت عطا حضرت ابن عمر حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم:

یہ تینوں بزرگوار ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے در دولت پر حاضر ہوئے آپ کے اور ان کے درمیان پردہ تھا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا عبید بیٹا تم کیوں نہیں آیا کرتے؟ حضرت عبید رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی اماں جان صرف اس لئے کہ کسی شاعر کا قول ہے۔

زُرْغِبًا تَزْدَدْ حُبًّا.

ترجمہ: یعنی کم کم آؤ تا کہ محبت بڑھے۔

حضرب ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان باتوں کو چھوڑو۔ مائی صاحبہ ہم یہ پوچھنے کے لئے حاضر خدمت ہوئے ہیں سب سے زیادہ عجیب بات جو آپ نے آنخضرت ﷺ کی دیکھی ہو وہ ہمیں بتاؤ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رونے لگ گئیں اور فرمانے لگیں حضور ﷺ کے تمام کام عجیب تر تھے اچھا ایک واقعہ سنو ایک رات میری باری میں حضور ﷺ میرے پاس آئے اور میرے ساتھ سوئے پھر مجھ سے فرمانے لگے عائشہ رضی اللہ عنہا میں اپنے رب کی کچھ عبادت کرنی چاہتا ہوں مجھے جانے دے میں نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم میں آپ کا قرب چاہتی ہوں اور یہ بھی میری چاہت ہے کہ آپ اللہ رب العزت کی عبادت بھی کریں' اب آپ کھڑے ہوئے اور ایک مشک سے پانی لے کر آپ نے ہلکا سا وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے پھر جو رونا شروع کیا تو اتنا روئے کہ داڑھی مبارک تر ہو گئی پھر سجدے میں گئے اور اس قدر روئے کہ زمین تر ہو گئی پھر کروٹ کے بل لیٹ گئے اور روتے ہی رہے یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو نماز کے لئے بلایا اور آنسو رواں دیکھ کر دریافت کیا کہ اے خدا کے سچے رسول آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف فرما دیئے ہیں' آپ نے فرمایا بلال میں کیوں نہ روؤں؟ مجھ پر آج کی رات یہ آیت اتری ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ

ویل ہے اس شخص کے لئے جو اسے پڑھے اور اس میں غور و تدبر نہ کرے۔ عبد بن حمید کی تفسیر میں بھی یہ حدیث ہے اس میں یہ بھی ہے کہ جب ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے ہم نے سلام عرض کیا تو آپ نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ ہم نے اپنے نام بتائے اور آخر میں یہ بھی ہے کہ نماز کے بعد آپ اپنی داہنی کروٹ پر لیٹے رخسار کے نیچے ہاتھ رکھا اور روتے رہے یہاں تک کہ آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی اور آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جواب میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اور آیتوں کے نازل ہونے کے بارے میں عَذَابَ النَّارِ○ آپ نے تلاوت کی۔ ابن کثیر پارہ ۴ رکوع ۱۱۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ○ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ○ رَبَّنَا اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ○ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ○ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ○ (پارہ ۴ رکوع ۱۱)

ترجمہ: تحقیق بیچ پیدائش آسمانوں کے اور زمین کے اور آنے جانے رات کے اور دن کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے عقل والوں کے۔ وہ لوگ جو یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے اور بیٹھے اور اوپر کروٹوں اپنی کے اور فکر کرتے ہیں بیچ پیدائش آسمانوں کے اور زمین کے اے پرورد ہمارے نہیں پیدا کیا تو نے یہ بے فائدہ پاک ہے تو پس بچا لے ہم کو عذاب آگ سے۔ اے پروردگار ہمارے تحقیق تو جس کو داخل کرا آگ میں پس تحقیق

رسوا کیا تو نے اس کو اور نہیں ہے واسطے ظالموں کے کوئی مددگار- اے
رب ہمارے تحقیق ہم نے سنا پکارنے والا پکارتا ہے طرف ایمان کے یہ
کہ ایمان لاؤ تم ساتھ رب اپنے کے پس ایمان لائے ہم اے پروردگار
ہمارے پس بخش ہم کو گناہ ہمارے اور دور کر ہم سے برائیاں ہماری اور
فوت کر ہم کو ساتھ نیک لوگوں کے- اے پروردگار ہمارے دے ہم کو جو
کچھ وعدہ کیا تو نے اپنے پیغمبروں کی معرفت اور نہ رسوا کر تو ہم کو قیامت
کے دن تحقیق تو نہیں خلاف کرتا وعدے کو-

پہلی آیہ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ آسمان جیسی بلند اور وسعت والی مخلوق اور زمین جیسی پست اور سخت لمبی چوڑی مخلوق پھر آسمان میں بڑی بڑی نشانیاں مثلاً چلنے پھرنے والے اور ایک جگہ ٹھہرنے والے ستارے اور زمین کی بڑی بڑی پیداوار مثلاً پہاڑ اور جنگل اور درخت اور گھاس اور کھیتیاں اور پھل اور مختلف قسم کے جاندار اور کانیں اور الگ الگ ذائقے والے اور ہر طرح کی خوشبوؤں والے اور مختلف خواص والے میوے وغیرہ' کیا یہ سب آیات قدرت ایک سوچ سمجھ والے انسان کی رہبری خداوند تعالیٰ کی طرف سے نہیں کر سکتیں؟ جو اور نشانیاں دیکھنے کی ضرورت باقی رہے- پھر دن رات کا آنا جانا اور اس کا کم زیادہ ہونا پھر برابر ہو جانا یہ سب اس عزیز و علیم خدا کی قدرت کاملہ کی پوری پوری نشانیاں ہیں- اسی لیے پہلی آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا کہ ان عقلمندوں کے لئے کافی نشانیاں ہیں جو پاک نفس والے ہر چیز کی حقیت پہ نظریں ڈالنے کے عادی ہیں اور بیوقوفوں کی طرح آنکھ کے اندھے اور کان کے بہرے نہیں ہیں' جن کی حالت قرآن کریم میں اور جگہ بیان ہوئی ہے کہ وہ آسمان اور زمین کی بہت سی نشانیاں پیروں تلے روندتے ہوئے گزر جاتے ہیں اور غور فکر نہیں کرتے' ان میں اکثر باوجود خدا احکم الحاکمیں کو ماننے کے پھر بھی شرک سے نہیں چھوٹ سکتے - اب ان عقلمندوں کی صفتیں بیان ہو رہی ہیں کہ وہ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے خدا رب العزت کا نام جپا کرتے ہیں- صحیحین کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ حضرت عمران

بن حصین رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا- کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور یہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹے لیٹے ہی سہی، یعنی کسی حالت میں ذکر خدا سے غافل نہ ہو، دل میں اور پوشیدہ اور زبان سے ذکر خدا کرتے رہا کرو- یہ لوگ آسمان اور زمین کی پیدائش میں نظریں دوڑاتے ہیں ان کی حکمتوں پر غور کرتے ہیں جو اس خالق یکتا کی عظمت وقدرت علم وحکمت اختیار ورحمت پر دلالت کرتی ہیں-

حضرت شیخ سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گھر سے نکل کر جس جس چیز پر میری نظر پڑتی ہے میں دیکھتا ہوں کہ اس میں خدا تبارک وتعالیٰ کی ایک نعمت مجھ پر موجود ہے اور میرے لئے وہ باعث عبرت ہے-

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ:

کا قول ہے کہ ایک ساعت یعنی ایک گھڑی غور وفکر کرنا رات بھر کے قیام کرنے سے افضل ہے-

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے غور وفکر اور مراقبہ ایک ایسا آئینہ ہے جو تیرے سامنے برائیاں بھلائیاں پیش کر دے گا-

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

غور فکر ایک نور ہے جو تیرے دل پر اپنا پرتو ڈالے گا اور بسا اوقات یہ عربی کا شعر پڑھتے-

اِذا الْمَرْءُ كَانَتْ لَهٗ فِكْرَةٌ
فَفِيْ كُلِّ شَيْءٍ لَهٗ عِبْرَةٌ

ترجمہ: یعنی جس انسان کو باریک بینی کی اور سوچ سمجھ کی عادت پڑے گی اسے ہر چیز میں ایک عبرت اور رایت نظر آتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

خوش نصیب ہے وہ شخص جس کا بولنا ذکر اللہ اور نصیحت کا سننا اور اس کا چپ رہنا غور و فکر ہو اور اس کا دیکھنا عبرت اور تنبیہ ہو۔

حضرت لقمان حکیم کا یہ حکمت آمیز مقولہ بھی یاد رہے:

کہ تنہائی کی گوشہ نشینی جس قدر زیادہ ہو اسی قدر غور و فکر اور انجام بینی زیادہ ہوتی ہے اور جس قدر یہ بڑھ جائے اسی قدر وہ راستے انسان پر کھل جاتے ہیں جو اسے جنت میں پہنچا دیں۔

حضرت وہب منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جس قدر مراقبہ زیادہ ہوگا اسی قدر سمجھ بوجھ زیادہ ہوگی اور جتنی سمجھ بوجھ زیادہ ہوگی اتنا علم نصیب ہوگا اور جس قدر علم زیادہ ہوگا نیک اعمال بھی بڑھیں گے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ:

کا ارشاد ہے کہ اللہ رب العزت کے ذکر میں زبان کا چلانا بہت اچھا ہے اور خدا احکم الحاکمین کی کی نعمتوں میں غور و فکر کرنا افضل عبادت ہے۔

حضرت مغیث اسود رحمۃ اللہ علیہ:

مجلس میں بیٹھے ہوئے فرماتے کہ لوگو! قبرستان میں ہر روز جایا کرو تا کہ تمہیں انجام کا خیال پیدا ہو پھر اپنے دل میں اس منظر کو حاضر کرو کہ تم خدا تعالیٰ کے سامنے

کھڑے ہو پھر ایک جماعت کو جہنم میں لے جانے کا حکم ہوتا ہے اور ایک جماعت جنت میں جاتی ہے اپنے دلوں کو اس حال میں جذب کردو اور اپنے بدن کو بھی وہیں حاضر جان لو جہنم کو اپنے سامنے دیکھو اس کے ہتھوڑوں کو اس کی آگ کے قید خانوں کو اپنے سامنے لاؤ اتنا فرما کر داڑھیں مار مار کر رونے لگتے ہیں یہاں تک کہ بیہوش ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایک شخص نے ایک راہب سے ایک قبرستان اور ایک کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ ملاقات کی اس سے کہا اے راہب! تیرے پاس دو خزانے ہیں ایک خزانہ لوگوں کا یعنی قبرستان' ایک خزانہ ؤں کا یعنی کوڑا کرکٹ پاخانہ پیشاب ڈالنے کی جگہ۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما:

' کھنڈرات پر جاتے اور کسی ٹوٹے پھوٹے دروازے پر کھڑے ہو کر نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ آواز نکالتے اور فرماتے۔ اے اجڑے ہوئے گھر و تمہارے رہنے والے کہاں ہیں؟ پھر خود فرماتے سب زیر زمین چلے گئے سب فنا کا جام پی چکے' صرف ذات خدا کو ہمیشگی والی بقا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے:

دو رکعتیں جو دل بستگی کے ساتھ ادا کی جائیں اس تمام نماز سے افضل ہیں جس میں ساری رات گزار دی لیکن دل چسپی نہ تھی۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے ابن آدم! اپنے پیٹ کے تیسرے حصے میں کھا' تیسرے حصے میں پانی پی

اور تیسرا حصہ ان سانسوں کے لئے چھوڑ جس میں تو آخرت کی باتوں پر اپنے انجام پر اور اپنے اعمال پر غور وفکر کر سکے۔

بعض حکما کا قوم ہے:

جو شخص دنیا کی چیزوں پر بغیر عبرت حاصل کئے نظر ڈالتا ہے اس غفلت کے انداز سے اس کی دل کی آنکھیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔

حضرت بشیر بن حارث خافی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

اگر لوگ خدا تعالیٰ کی عظمت کا خیال کرتے تو ہرگز ان سے نافرمانیاں نہ ہوتیں۔

حضرت عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ میں نے بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سنا ہے ایمان کی روشنی اور جو غور وفکر اور مراقبہ ہے۔

حضرت مسیح ابن مریم سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے:

کہ ابن آدم اے ضعیف انسان! جہاں کہیں تو ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہ دنیا میں عاجزی اور مسکینی کے ساتھ رہ' اپنا گھر مسجدوں کو بنا لے' اپنی آنکھوں کو رونا سکھا' اپنے جسم کو صبر کی عادت سکھا' اپنے دل کو غور وفکر کرنے والا بنا' کل کی روزی کی فکر آج نہ کر۔

امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ:

ایک دفعہ مجلس میں بیٹھے ہوئے رو دیئے' لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا

میں نے دنیا میں اور اس کی لذتوں میں اور اس کی خواہشوں میں غور و فکر کیا اور عبرت حاصل کی جب نتیجہ پر پہنچا تو میری امنگیں ختم ہو گئیں حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کے لئے اس میں عبرت و نصیحت ہے اور وعظ و پند ہے۔

حضرت حسین بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ:

نے بھی اپنے اشعار میں اس مضمون کو خوب نبھایا ہے۔

گذشتہ ایات کا کچھ مفہوم اور مطلب:

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کی مدح و ثنا بیان کی جو مخلوقات اور کائنات سے عبرت حاصل کریں اور نصیحت لیں اور ان لوگوں کی مذمت بیان کی جو قدرت کی نشانیوں پر غور نہ کریں۔ مومنوں کی مدح میں بیان ہو رہا ہے کہ یہ لوگ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں زمین و آسمان کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدایا تو نے اس خلق کو عبث اور بیکار نہیں بنایا بلکہ حق کے ساتھ پیدا کیا ہے تاکہ بروں کو برائی کا بدلہ اور نیکوں کو نیکیوں کا بدلہ عطا فرمائے پھر خدا تعالیٰ پاکیزگی بیان کرتے ہیں کہ تو اس سے منزہ ہے کہ کسی چیز کو مہمل بنائے اے خالق خلق اے عدل و انصاف سے کائنات کو رچانے والے اے عیبوں اور نقصانوں سے پاک ذات ہمیں اپنی قوت و طاقت سے ان اعمال کی توفیق رفیق فرما جن سے ہم تیرے عذابوں سے نجات پالیں اور تیری نعمتوں سے مالا مال ہو کر جنت میں داخل ہو جائیں۔ یہ یوں بھی کہتے ہیں خدا جسے تو جہنم میں لے جائے اسے تو نے برباد کر دیا ذلیل اور خوار کر دیا اور مجمع حشر کے سامنے انہیں رسوا کیا' ظالموں کا کوئی مددگار نہیں انہیں نہ کوئی چھڑا سکے نہ بچا سکے نہ تیرے ارادے کے آگے آ سکے' اے ہمارے رب ہم نے پکارنے والے کی پکار کو سن لیا جو ایمان اسلام کی طرف بلاتا ہے۔ مراد اس سے آنحضرت ﷺ ہیں جو فرماتے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ ہم ایمان لا چکے اور تابعداری بجا لائے پس

ہمارے ایمان و اتباع کی وجہ سے ہمارے گناہوں کو معاف فرما ان کی پردہ پوشی کر ہماری برائیوں کہ ہم سے دور کر دے اور ہمیں صالح اور نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے تو نے ہم سے جو وعدے اپنے رسولوں کی زبانی کئے ہیں انہیں پورا فرمائے' تفسیر ابن کثیر پارہ ۴ رکوع ۱۱۔

ذیل کی حدیث میں تاجدار مدینہ ﷺ کے داعی ہونے کی مثال:

عَنْ رَّبِيْعَةَ الْجُرَشِيِّ رضی اللّٰه عَنْهُ قَالَ اُتِیَ نَبِیُّ اللّٰه صَلَّی اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ لَهُ لِتَنَمْ عَيْنُکَ وَلِتَسْمَعْ اُذُنُکَ وَلْيَعْقِلْ قَلْبُکَ قَالَ فَنَامَتْ عَيْنَایَ وَسَمِعَتْ اُذُنَایَ وَعَقَلَ قَلْبِیْ قال فَقِيْلَ لِیْ سَيِّدٌ بَنٰی دَارًا فَصَنَعَ فِيْهَا مَادُبَتَهُ وَ اَرْسَلَ دَاعِيًا فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِیَ دَخَلَ الدَّارَ وَاَکَلَ مِنَ الْمَادُبَةِ وَرَضِیَ عَنْهُ السَّيِّدُ وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّاعِیَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَاْکُلْ مِنَ الْمَادُبَةِ وَسَخِطَ عَلَيْهِ السَّيِّدُ قَالَ فَاللّٰهُ سَيِّدٌ وَمُحَمَّدٌ الدَّاعِیُ وَالدَّارُ اَلْاِسْلَامُ وَالْمَادُبَةُ اَلْجَنَّةُ رَوَاهُ الدَّارِیُ. مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب و السنۃ۔

ترجمہ: ربیعہ جرشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو (کشف کے طور پر) لایا گیا اور کہا گیا آپ کی آنکھیں سوتی رہیں اور آپ کے کان سنتے رہیں اور دل سمجھتا رہے۔ آپ نے فرمایا میری آنکھیں سو گئیں۔ کان سنتے رہے اور دل سمجھنے لگا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے کہا گیا کسی آقا نے مکان بنایا اور اس میں دعوت کی۔ اور ایک بلانے والے کو بھیجا۔ جس نے داعی کی بات مان لی۔ مکان میں داخل ہوا اور دعوت سے کھایا اور آقا اس سے خوش ہو گیا۔ اور جس نے داعی کی بات قبول نہ کی۔ نہ وہ مکان میں داخل ہوا نہ اس سے کھانا کھایا اور آقا

اس پر ناراض ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ آقا تو اللہ تعالیٰ ہے اور حضرت محمد ﷺ اس کے داعی ہیں۔ اور دین اسلام مکان ہے۔ اور جنت دعوت ہے۔

مفہوم: اس حدیث شریف میں نبی ﷺ کی دعوت الی اللہ کی عجیب مثال ہے تاجدار مدینہ ﷺ کا ہر قول ہر فعل ہی عجیب تر ہے۔ اور آپ نے اپنی دعوت کے فرائض منصبی کو ایسا ادا کیا کہ جس کی مثال تک کسی داعی کی تمثیل میں نہیں ملتی آپ کی دعوت حسنہ کو اللہ رب العزت نے چار چاند لگا دیئے صرف مکہ معظّمہ مدینہ طیبہ ہی کے باشندے آپ کی دعوت سے متاثر نہیں ہوئے بلکہ آپ کی دعوت تمام ممالک عربیہ میں شرق سے غرب تک پہنچ گئی اور لوگ چاروں اطراف سے جوق در جوق بدستور مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ کی راہ اختیار کرنے لگے جس شخص تک بھی آپ کی دعوت پہنچی اس نے نہ ماں باپ کا خیال کیا نہ زن وزندوں کا نہ خویش واقارب کا جو چیز بھی آڑے آئی اور رکاوٹ کا سبب بنی دعوت قبول کرنے والے پروانوں نے پاؤں کی ٹھوکر سے ٹھکرا دیا اور ھادی برحق کی دعوت کو قبول کر کے حق صحابیت ادا کیا نبی ﷺ کی زندگی طیبہ میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ کے قریب لوگ مسلمان ہوکر آپ کے صحابی بن چکے تھے صحابی اسے کہتے ہیں جس نے بحالت ایمان تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو دیکھا ہو۔ ایک حدیث میں آتا ہے جو حدیث کافی لمبی ہے جس کے کچھ اخری الفاظ یہ ہیں۔

وَلَن يَّقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِاَن يُّقُوْلُوْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيَفْتَحَ بِهَا اَعْيُنًا عُمْيًا و اٰذنًا صُمًّا وَ قُلُوْبًا غُلَفًاo

(بخاری شریف)

ترجمہ: اللہ اپنے نبی ﷺ کی روح مبارک کو اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک کہ ٹیڑھے مذہب والوں کو اللہ تعالیٰ سیدھا نہیں کر دیتے۔ جب تک کہ لوگ یہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں صرف اللہ

تعالیٰ ہی معبود ہے- اس کلمہ طیبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آندھی آنکھوں کو بینائی دے دے- اور بہرے کانوں والوں کو بہرہ پن ختم کو دیں- اور پردہ پڑے ہوئے دلوں والوں کے پردے دور کردیں-

اللہ تعالیٰ رب العزت نے آپ کا وصال اس وقت کیا جب کہ تمام زمین آپ کی ہدایت اور نور نبوت سے تاباں ودرخشاں ہو چکی تھی- اور آپ کی صحابیت کے لئے ایسے لوگوں کو متعین کیا جو نہایت متقی پرہیز گار اعلیٰ درجہ کے تابعدار ہمدرد اور غم گسار اور غم خوار مونس دلعزیز باادب باوقار اور باعزت آپ سے حسن سلوک کرنے والے آپ کے اشارات پر اپنی جانون کا نذرانہ پیش کرنے والے آپ کے لئے اپنی عزت ناموس اور اقتدار کو نچھاور کرنے والے تھے بس ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کریمانہ وضع طرز کے لوگ اس دنیا میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی اور تاجدار مدینہ ﷺ اتباع کے لئے ہی پیدا ہوئے ہیں-

صحابہ کرام رضوان اللہ کی فضیلت:

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللّٰه عَنْهُ قَالَ مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْمَاتَ فَاِنَّ الْحَيَّ لَاتُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ اُولٰئِكَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا اَفْضَلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَّاَعْمَقَهَا عِلْمًا وَاَقَلَّهَا تَكَلُّفًا اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِاِقَامَةِ دِيْنِهٖ فَاعَرْفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰى اٰثَرِهِمْ وَتمسكوا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ اَخلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ فَاِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَ الْمُسْتَقِيْمُ رواه رَزِيْنٌ. باب الاعتصام مشکوٰۃ شریف۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی راہ پر چلنا چاہے اسے ان لوگوں کی پیروی کرنا چاہئے جو فوت ہو چکے ہیں کیونکہ زندہ لوگ فتنہ سے محفوظ نہیں اور وہ لوگ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام

ہیں' اور وہ اس امت میں سب سے افضل تھے اور ان کے دل نیک تھے ان کا علم بہت عمیق تھا ان میں تکلفات بہت کم تھے اللہ تعالیٰ رب العزت نے انہیں اپنے نبی ﷺ کی رفاقت کے لئے پسند فرمایا اور دین کی اقامت کے لئے۔ ان کی فضیلت کو سمجھو ان کے اثار کی پیروی کرو' اور جہاں تک ہو سکے ان کی عادات اور اخلاق کو مضبوط پکڑ و وہ یقیناً مستحکم ہدایت پر تھے۔

مفہوم: اس حدیث میں اثر کا لفظ آتا ہے مطلب یہ ہے کہ اولاً انسان کو دلیل کی پیروی کرنا چاہئے اور اگر کسی انسان کی ضرورت محسوس ہو تو بلا تعین صحابہ کرام کی پیروی کرنی چاہئے۔ زندہ آدمی غلطی سے محفوظ نہیں ہوتا بھول سکتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ شخصی تقلید کا شریعت میں اسلام میں کوئی مقام نہیں۔ نبی ﷺ کے صحابی نے صحابہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا صحابہ کرام کا راستہ اختیار کرو چونکہ یہ بزرگوار تمام امت سے بہتر ہیں نیک دلوں والے بہت زیادہ علوم والے اور تکلفات میں بھی بہت کم ہیں۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی رفاقت کے لئے منتخب فرمایا۔ لھذا تم ان کی فضیلت کو پہچان لو اور ان کی اتباع کرو۔

فضائل صحابہ میں دوسری حدیث:

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِی اللّٰہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامِنْ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ فِیْ اُمَّتِہٖ قَبْلِیْ اِلَّا کَانَ لہ فِیْ اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ وَ اَصْحَابٌ یَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ ثُمَّ اِنَّھَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِھِم خَلُوْفٌ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ وَیَفْعَلُوْنَ مَالَا یُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِیَدِہ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِلِسَانِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِقَلْبِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَیْسَ وَرَاءَ ذَالِکَ مِنَ الایمان حَبَّۃُ حَرْدَلٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ مشکوٰۃ شریف بال الاعتصام۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر نبی کی امت سے اس کے حواری ہوتے ہیں اور اس کے ساتھی جو اس کی سنت کو لیتے ہیں اور اس کے حکموں کی اقتدا کرتے ہیں ان کے بعد ایسے لوگ رہ گئے جو کہتے ہیں کرتے نہیں اور جو کرتے ہیں اس کا ان کا حکم نہیں کیا گیا - جو ان کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے - اور جو زبان سے جہاد کرے - وہ بھی مومن ہے اور جو دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اس کے سوا ذرہ برابر کسی کا ایمان نہیں ہے - اس حدیث شریف کا بھی مطلب پہلی حدیث کے تحت لکھ آیا ہوں -

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول کی اتباع میں کیا حاصل کیا:

عَنْ عَلِيّ رضي اللّٰه عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰه اَبَابَكْرٍ زَوَّجَنِىْ اِبْنَتَهٗ وَحَمَلَنِىْ اِلٰى دَارِ الْهِجْرَةِ وَصَحِبَنِىْ فِى الْغَارِ وَ اَعْتَقَ بلالًا مِّنْ مَّالِهٖ رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ ان كَانَ مُرًّ تَرَكَهُ الْحَقُّ وَمَا لَهٗ مِنْ صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ رَحِمَ اللّٰهُ عُثْمَانَ يَسْتَحْيِىْ مِنْهُ الْمَلٰئِكَةُ رَحِمَ اللّٰه عَلِيًّا اَللّٰهُمَّ اَدِرِالْحَقَّ مَعَهٗ حَيْثُ دَارَ. (ترمذی شریف)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ رحمت کرے حضرت ابوبکر صدیقؓ پر جنہوں نے اپنی بیٹی مجھے نکاح میں دی اور سوار کر کے لے گئے مجھے ہجرت کے گھر کی طرف اور میرے ساتھی بنے غار میں اور اپنا مال خرچ کر کے حضرت بلال رضی اللہ کو آزاد کیا - اللہ تعالیٰ رحمت کرے حضرت عمر فاروق پر کہ وہ ہمیشہ حق ہی کہتے تھے گو حق کڑوا ہے ان کی حق گوئی کی وجہ سے ان کے کئی دوست احباب بھی ٹوٹ گئے - اللہ تعالیٰ کی رحمت کرے حضرت عثمان

رضی اللہ عنہ پر جن سے اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحمت کرے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اے اللہ پھیر دے حق کو جس طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ہو۔

مفہوم: آپ نے حدیث شریف کا متن پڑھا ہے کہ نبوت کی زبان طیبہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خوبیاں نیک اعمال اچھے کارنامے للّٰہیت والے نیک اعمال خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کے کام کرنے کی وجہ سے تاجدار مدینہ ﷺ ان کے اعمال کا تذکرہ کر کے ان کے بارہ میں رحمت کی دعائیں کر رہے ہیں۔ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ آپ اگر کسی ادنیٰ سے آدمی کے حق دعا کریں تو وہ بھی قبول ہو جاتی تھی تو کیا صحابہ کرام کے بارہ میں جو دعائیں کیں وہ نہیں قبول ہوئیں۔ کون ایسا بد بخت اور سیاہ بخت کمینہ ہو گا جلے ہوئے تن دل والا ہو گا جو صحابہ کرام کے بارہ غلط عقیدہ رکھتا ہو گا اور ان بزرگان کرام کو دین اسلام سے خارج بتاتا ہو گا جن کے حق میں حبیب خدا ﷺ رحمت کی دعا فرما رہے ہیں۔ بلکہ اللہ رب العزت نے جہاں اپنی توحید و شریعت کے احکامات بیان کئے ہیں وہاں نبی اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کے فضائل بھی بیان کئے ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ احکامات شریعت عبادات' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ کے تذکرے کئے وہاں صحابہ کرام کے فضائل اور ان کی خوبیاں اور ان کی بزرگیاں بھی بیان کی ہیں۔

تاجدار مدینہ ﷺ کا تین صحابہ کرام کی معیت میں احد پہاڑ پر چڑھنا:

عَنْ اَنَسٍ رضی اللّٰہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَ اَبُوبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعثمانُ فَرَجَفَ بِھِمْ فَضَرَبَہٗ بِرِجْلِہٖ فَقَالَ اثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَّصِدِّیْقٌ وَشَھِیْدَانِ. مشکوٰۃ شریف باب مناقب ھؤلا ثلثہ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک مرتبہ احد

پہاڑ پر تشریف لے گئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے تو احد پہاڑ ہلا یعنی حرکت میں آ گیا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ نے اپنے نبوت کے پاؤں سے ٹھوکر مار کر ارشاد فرمایا اے احد پہاڑ تو اپنی حالت پر رہ اس لئے کہ تجھ پر ایک اللہ تعالیٰ کا نبی ہے اور ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

مفہوم: آپ اندازہ کریں کہ تاجدار مدینہ ﷺ اپنے صحابہ کرام کے تقویٰ پرہیزگاری وفاداری جان نثاری پر کس قدر خوش و خرم تھے کہ احد پہاڑ کی حرکت پر اپنا نبوب کا پاؤں مبارک مار کر فرمایا تجھے پتہ نہیں کہ تجھ پر کون ہیں صحابہ کرام کا نام بتا کر ان کی افضیلت عظمت فوقیت بزرگی کا اعلان قیامت تک کے مسلمانوں میں کر دیا۔

تاجدار مدینہ ﷺ جب درس و تدریس وعظ و نصیحت فرماتے تو صحابہ کرام رو پڑتے:

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ ابن سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجَلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا فَقَالَ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَ اِنْ كَانَ عَبْدًا حَبْشِيًّا فَاِنَّهٗ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِىْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.

(مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب و السنۃ)

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے

فرماتے کہ ایک دن رسول خدا ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی - آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے یعنی چہرہ انور کو ہماری طرف پھیرا اور مؤثر وعظ فرمایا اور یہ وعظ و نصیحت سن کر ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل ڈر گئے ایک شخص نے عرض کی اے خدا کے رسول ﷺ! یہ وعظ و نصیحت تو ایسی (معلوم ہوتی ہے) جیسے کسی رخصت کرنے والے کی ہوتی ہے یعنی الوداعی وعظ - (آقا) ہم کو (مزید خاصی) وعظ فرمایئے جو زندگی بھر کام آئے) آقا ﷺ نے فرمایا (سنو!) کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور اپنے سردار امیر کی بات نیک کاموں میں) سننا اور ماننا - اگرچہ وہ سنانے والا غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو (ہاں ہاں یاد رکھنا) میرے بعد جو تم میں زندہ رہا وہ (مذہب میں) بہت اختلافات دیکھے گا (کہ بندگان حرص و آرزو علماء سو فرقے بندی پیدا کریں گے اور اپنے اپنے اقوال والا پر چلائیں گے - خبردار!) تم اس وقت میری سنت اور میرے خلفائے کے طریقہ کو اپنانا لازم پکڑنا' مضبوط پکڑنا - اور دانتوں سے بھی پکڑے رکھنا - صرف اور صرف حدیث' سنت اور تعامل صحابہ پر جم جانا) اور دین کے اندر) نئے نئے کاموں (بدعتوں کے جاری کرنے) سے بچنا اور بچتے رہنا - کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے -

معیار حق کا نعرہ نبوت کی زبان سے:

سرور رسولاں ختم نبیاں ﷺ نے اس حدیث شریف صحابہ کرام کو رولا دینے امت محمدیہ کو لرزا دینے والا خطبہ' قیامت تک روشن رہنے والی شمع کے اجالے میں صداقت کی وہ راہ دکھائی ہے' طالب حق کو سیدھا راستہ بتایا ہے کہ جس کا راہی کبھی دھوکا نہیں کھا سکتا' کبھی راہ نہیں بھول سکتا -

آنحضرت انور ﷺ نے اس رحصتانہ وصیت میں یہ بھی فرمایا کہ مذہب میں اختلاف کثیر ہو گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مذہب میں فرقے بندیاں اور گروہ سازیاں ہوں گی دین اسلام میں نئے نئے طریقے جاری ہوں گے۔ کئی مذہب نکل آئیں گے، فتنے جاگیں گے فساد سر اٹھائیں گے امت ٹولے ٹولے ہو جائے گی۔ ہاں تو ایسے نازک وقت میں اپنے ایمان کو بچانے کے لئے طرف سنت مصطفیٰ ﷺ ہی کام، تمام جھگڑوں فتنوں فسادوں اختلافوں میں سچائی کی کسوٹی اور حق کا معیار صرف حضور خواجہ دوسرا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صحیح حدیث ہی ہوگی۔ حدیث کے صحیح کا لفظ اس لئے کیا ہے آج من گھڑت منصوعی موضوع حدیثیں بعض اہل ہوا بدعتی پیش کر کے سادہ عوام الناس ہمارے بھولے بھالے بھائیوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ اور اگر حدیث کی سنت عملی صورت دیکھنی ہو تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ معلوم کرنا چاہئے۔ پھر مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِیْ۔ یہی سلامتی کا راستہ ہے۔ یہی راہ راہ نجات ٹھہری ہے۔ اور مسلمان کو وہ قرار پایا جو سنت اور اس پر عمل صحابہ کرام کو نگاہ رکھے۔ اسی کو دین اسلام جانے۔ معیار حق قرار دے اور جھگڑوں میں منصف اور جج اعلیٰ مانے۔

بدعات سے بچنے کی وصیت:

ایمان کے جواہر اور ہیروں کے ساتھ تولنے والی مذکورہ حدیث پاک میں حضور پرنور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔

وَاِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ.

اور بچو تم نئے نئے کاموں سے۔

یعنی دین اسلام مکمل ہو چکا ہے۔ کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو میں نے تمہیں بتا نہیں دیا۔ یاد رکھو میں نے تمہیں دین کی روشنی میں چھوڑا ہے۔ جہاں کوئی بھی تاریکی نہیں ہے۔ اس لئے خبردار! تم خود دین میں مسئلے گھڑنے شروع نہ کر دینا۔ نفس کی ٹکسال سے نئے نئے سکے ڈھالنے نہ لگ جانا۔ خبردار ایسا ہرگز نہ کرنا کوئی نیا طریقہ کوئی نئی بات

بدعت میری مکمل شریعت میں جاری نہ کرنا سنو سنو!

فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ.

بے شک بے شک ہر نئی بات جو دین اسلام میں نکالی جائے کار ثواب بتائی جائے مسئلہ بنا کر سنائی جائے وہ بدعت ہے۔

وَ کُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلاَلَۃٌ.

اور ہر بدعت گمراہی ہوگی۔

یعنی بدعت پر عمل کرنے کرانے والا سیدھی راہ گم کرے گا' راہ راست سے ہٹ جائے گا۔ اس سے صراط مستقیم چھوٹ جائے گی۔ وہ مَا اَنَا عَلَیْہِ اَصْحَابِیْ کی شاہرہ سے بھٹک کر شیطان کی پگڈنڈی پر چلنے لگے گا۔ بدعت کے عامل کی مہار شیطان کے ہاتھ میں ہوگی۔

شیطان کی پیشوائی:

اس فرمان ہدیٰ سے ثابت ہوا۔ کہ سنت اور حدیث پر چلنے والے کے پیشوا اور ہادی حضرت سید الانبیاء ﷺ ہیں۔ اور بدعات پر چلنے والے کا پیشوا اور ہادی شیطان لعین ہے۔ اب آپ کا فرض بدعت و سنت میں تمیز کریں۔ دونوں کو پہچانیں۔ اس طرح کہ جو کام حضور سید العرب والعجم ﷺ نے کیا ہے۔ یا کرنے کو ارشاد فرمایا ہے وہ سنت اور حدیث ہے اور جو کام مہبط وحی والہام ﷺ نے نہیں کیا ہے اور نہ کرنے کو کہا ہے بلکہ امت کے لوگوں نے اسے دین کے نام سے ایجاد کیا ہے وہ بدعت اور گمراہی ہے شیطان کی پیشوائی ہے' آگ کا انگارا ہے' دوزخ کا شعلہ ہے اس سے بچو پھر بچو کنارہ کرو الگ رہو۔

حضرت سید الانبیاء ﷺ کا فرمان کہ میرے صحابہ کرام کے بارہ میں اللہ رب العزت سے ڈرو:

عَنْ عَبْدِاللّٰہ ابن مُغَفَّلٍ رضی اللّٰہ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَللّٰهُ فِیْ اَصْحَابِیْ اَللّٰهُ اَللّٰهُ فِیْ اَصْحَابِیْ اَللّٰهُ اَللّٰهُ فِیْ اَصْحَابِیْ لَاتَتَّخِذُوْهُمْ عَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَاللّٰہ وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ فَیُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ

(ترمذی شریف)

ترجمہ: حضرت عبداللہ مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں میرے امتیو اللہ رب العزت سے ڈرو میرے صحابہ کرام کے بارہ میں- اللہ رب العزت سے ڈرو میرے صحابہ کرام کے بارہ میں- اللہ رب العزت سے ڈرو میرے صحابہ کرام کے بارہ میں- میرے بعد میرے صحابہ کرام کو نشانہ نہ ٹھہراؤ- تو جس مسلمان نے ان کو دوست رکھا میری محبت کی وجہ سے دوست رکھا ان کو اور جس نے بغض کیا ان سے تو میرے بغض سے بغض رکھا ان سے- اور جس نے ایذا دی ان کو تو اس نے ایذا دی مجھ کو- اور جس نے ایذا دی مجھ کو اس نے گویا ایذا دی اللہ رب العزت کو- اور جس نے ایذا دی اللہ تعالیٰ رب العزت کو تو قریب ہے اللہ رب العزت کہ اس کو پکڑ لے یعنی اپنے عذاب میں گرفتار کرلے اس کو-

مفہوم: تاجدار مدینہ ﷺ نے اس حدیث شریف میں تین بار امت کو تاکید اشاد فرمائی کہ میرے صحابہ کرام کے بارہ اللہ رب العزت ڈرتے رہنا- اور چھے مرتبہ ارشاد فرمایا کہ لوگوں مرے صحابہ کرام کے بارہ میں کوئی بات طعن طنز کی نہ کرنا- ہرگز

تمہاری زبان سے نازیبا بات نہ نکلنے پائے۔ اور ایسا نہ کرنا کہ تم میرے بعد میرے صحابہ کرام کو نشانہ بناؤ اوران پر طرح طرح کی بولیاں کسو اوران کی طرف ایسی بدنما اور ناشائستہ باتوں کو منسوب کرو ایسا بھی نہ کرنا۔ بلکہ میرے صحابہ کرام سے محبت رکھو اس لئے وہ میرے صحابہ کرام ہیں میرے ہم محبت اور میرے رفیق خاص ہیں ان سے محبت اور دوستی قائم کرو۔ اور یہاں آقا علیہ السلام نے اس حدیث میں فرمادیا کہ کہ جس نے میرے یاروں سے دوستی رکھی گویا اس نے مجھ سے دوستی رکھی اور جس نے ان سے دشمنی قائم کی گویا اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ لھٰذا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دِلی دوستی رکھنی دین آخرت اور دنیا کا فائدہ ہے صحابہ کرام سے دشمنی رکھنے کا دنیا دین واخرت میں انتہائی نقصان اور ٹوٹا ہے اللہ ہر مسلمان کو ایسے ٹوٹے اور خسارہ سے محفوظ رکھے امین ثم امین۔

تاجدار مدینہ ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ کرام کو برا مت کہو:

عَنْ اَبِی سَعِیْدُ الْخُدْرِیّ رَضِیَ اللّٰہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَابَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَ لَانَصِیْفَہٗ (بخاری مسلم)

ترجمہ: حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ کرام کو برا مت کہو اس لئے کہ اگر تم میں سے کوئی آدمی احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرے تو میرے صحابہ کرام کے ایک مد کو بھی نہیں بلکہ نصف مد کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا (مد کا وزن تقریباً ہندوستان جو سابقہ تولنے والے بٹے تھے ان کے سیر کے برابر ہوتا ہے۔

مفہوم: اگر کوئی آدمی پہاڑ کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرے خیرات کرے تو اس کو اس قدر ثواب نہ ہوگا جس قدر صحابہ کرام کے ایک سیر یا آدھا

سیر کا ثواب ہوگا- پھر جب خدا احکم الحاکمین کے ہاں اصحابہ رسول اللہ ﷺ کا ایسا بڑا مرتبہ ہے کہ ان کے ذرہ سے نیک کام میں احد کے پہاڑ کے برابر سونا خرچنے کے ثواب سے زیادہ ثواب ہے- اور محمد عربی ﷺ کے ساتھیوں نے بہت بڑے بڑے نیک کام کئے ہیں تو ان کو کسی صورت بھی برا کہنا بدزبانی کرنی تبرہ بازی کرنی تاجدار مدینہ ﷺ کی سخت قسم کی نافرمانی اور بغاوت ہے-

حضرت سید المرسلین ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ کرام کی عزت کرو:

عَنْ عُمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّھُمْ خِیَارُکُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ (نسائی شریف)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت و تعظیم کیا کرو اس لئے کہ وہ تم سب مسلمانوں سے بہتر ہیں- پھر ان کے بعد بہتر افضل وہ لوگ ہیں جو تابعین ہیں جنہوں نے صحابہ کرام کا زمانہ پایا ہے- پھر ان کے بعد اور افضل وہ لوگ ہیں جنہوں نے تابعین کا زمانہ پایا ہے یعنی تبع نبی ﷺ کے دور حسنہ سے لے کر جتنے بھی لوگ پیدا ہوئے ہیں- اور ہوں گے- سب سے افضل ترین صحابہ کرام ہیں- صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دور حسنہ ۱۱۰ھ تک رہا- ان کے بعد تابعین کا دور ہے جو صحابہ کرام کے بعد ہوئے وہ بزرگوار ۱۷۰ھ تک رہے- ان کے بعد اچھا دور افضل لوگ تبع ہیں یعنی وہ بزرگوار جو تابعین کے بعد ہوئے تھے ۲۶۰ھ تک باقی رہے تھے- اس حدیث میں نبی ﷺ کے بعد صحابہ کرام کی بہت زیادہ عزت و احترام کرنا چاہئے- ان بزرگوں کے تابعین کی- اور ان بزرگوں کے بعد تبع کی اعزاز و اکرام کرنا چاہئے-

حضور ﷺ نے فرمایا جس مسلمان نے مجھے یا میرے صحابہ کو دیکھا ان کو آگ نہیں چھوئے گی:

عَنْ جَابِرٍ رضی اللّٰہ عَنه عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِیْ اَوْرٰی مَنْ رَاٰنِیْ (ترمذی شریف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ کی آگ اس مسلمان کو نہیں چھوئے گی جس آدمی نے بحالت ایمان واسلام مجھے دیکھا- یا میرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا-

مفہوم: اس حدیث شریف سے پتہ چلا کہ محمد عربی ﷺ کے یاروں پروانوں جنت کے نوابوں کا کتنا مرتبہ وشان ہے ان کی ملاقات کی وجہ سے دوزخ کی آگ آدمی پر حرام ہو جاتی ہے-

نبی ﷺ اور صحابہ کرام اس امت کے لئے امن کا ذریعہ ہیں:

عَنْ اَبِیْ بَرْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلنُّجُوْمُ اَمَنَةٌ لِلسَّمَآءِ فَاِذَا ذَهَبَتِ النُّجُوْمُ اَتَی السَّمَآءَ مَا تُوْعَدُ وَاَنَا اَمَنَةٌ لِّاَصْحَابِیْ فَاِذَا ذَهَبْتُ اَنَا اَتٰی اَصْحَابِیْ مَا یُوْعَدُوْنَ وَ اَصْحَابِیْ اَمَنَةٌ لِّاُمَّتِیْ فَاِذَا ذَهَبَ اَصْحَابِیْ اَتٰی اُمَّتِیْ مَا یُوْعَدُوْنَ (مسلم شریف)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار نے نبی ﷺ سے بیان فرمایا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ستارے امن ہیں آسمان کے تو جب جاتے رہیں گے تو آسمان پر آجائے گا جو وعدہ دیا گیا اس کو- اور میں امن ہوں اپنے صحابہ کرام کا جب اس دنیا سے چلا

جاؤں گا تو میرے اصحابہ کرام پر جو وعدہ دیا گیا ہے آ جائے گا- اور میرے صحابہ کرام میری امت کے لئے امن ہیں جب یہ اس دنیا سے چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وعدہ جو ان کو دیا گیا ہے آ جائے گا-

مفہوم: اللہ تعالیٰ رب العزت نے یوں مقرر کیا ہے کہ جب آخری زمانہ آ جائے گا تو طرح طرح کی بدعتیں اور فسادات لڑائیں شروع ہو جائیں گی اور ہر قسم کے برے مذموم کام رائج ہو جائیں گے- اس لئے سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا جب تک کہ میرے صحابہ کرام اس دنیا میں رہے عموم قسم کے فتنے سر نہ اٹھائیں گے- لیکن صحابہ کرام کے الودع ہونے کے بعد ایسی نا ملائم نا مناسب باتیں ظاہر ہوں گی- اس لئے میرے صحابہ کرام کے سبب سے امت پر امن رہے گا- جیسے میں محمد الرسول اللہ ﷺ کے ذریعہ میرے اصحابہ کرام پر امن رہا- آپ ﷺ نے فرمایا جب میں نہ رہوں گا تو صحابہ کرام میں بھی اختلاف برپا ہوگا- لیکن یہ اختلاف بعض دوسری اقوام یہودی، عیسائی، مجوسیوں کی وجہ سے ہوا جن ظالموں نے صحابہ کرام کو مغالطے دے کر ناچاکی شروع کرادی- لیکن اختلاف صحابہ کرام امت کے بارہ میں موجب رحمت اور امن کا ذریعہ ہے- جیسے آسمان کے تارے نہ رہے تو آسمان بے نور ہو جائے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی-

تاجدار مدینہ ﷺ نے خم کے مقام پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

عَنْ زَيْدِ ابْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِينَا خَطِيْبًا بِمَآءٍ يُدْعٰى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَلَا يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَاُجِيْبُ وَاَنَا تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ هدى وَّنُوْرٌ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدٰى وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى الضَّلَالَةِ

فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ وَاَهْلُ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَّعِتْرَتِيْ وَاَهْلِ بَيْتِيْ وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِيْ فِيْهِمَا وَفِيْ رِوَايَةٍ يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَّا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ وَاَهْلَ بَيْتِيْ.

(مشکوٰۃ شریف باب مناقب اهل بیت)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن خطبہ کرنے لگے پانی کے مقام پر جسے خم کہا جاتا ہے مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ہے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ثنا و تعریف بیان کی اور حاضرین مجلس کو وعظ و نصیحت کی پھر فرمایا بعد اس کے خبردار اے لوگو میں ایک بشر ہوں- اب آئے گا میرے پاس قاصد میرے رب کی طرف سے یعنی ملک الموت اور میں حکم مانوں گا اللہ تعالیٰ کا یعنی میں وفات پا جاؤں گا- اور میں چھوڑے جاؤں گا تم میں دو بھاری چیزیں- پہلی چیز اللہ تعالیٰ رب العزت کی کتاب ہے اللہ تعالیٰ کی وہ رسی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے- جو آدمی اس پر چلے گا وہ نیک راہ پر ہے- اور جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ گمراہی پر ہے- اس میں نیک راستہ ہے اور منجانب اللہ نور ہے- لھٰذ مسلمانوں اللہ تعالیٰ کتاب کو مضبوط پکڑ و ترغیب دلائی اللہ تعالیٰ کتاب کی طرف- پھر فرمایا اور میرے اہل بیت یاد دلاتا ہوں تم کو اللہ رب العزت کو اپنے اہل بیت کے بارہ میں- یاد دلاتا ہوں تم کو اللہ تعالیٰ کو اپنے اہل بیت کے متعلق- یاد دلاتا ہوں تمہیں اللہ تعالیٰ کو اپنے اہل بیت کے معاملہ میں- اور ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ آپ نے فرمایا میری عترت اور میرے گھر والے ہرگز جدا نہ ہوں گے عزت اور کتاب جب

تک وارد ہوں میرے پاس حوض کوثر پر- اس لئے لحاظ رکھو کہ میرے بعد ان کے بارہ میں کیا کرو گے- اور ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑیں ہیں- اگر تم ان کو اختیار کرو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے- یعنی اللہ تعالیٰ رب العزت کی کتاب اور میری عزت اور میرے گھر والے-

اس حدیث شریف سے قرآن عظیم کی عزت عظمت کی انتہا ہو چکی ہے جس پر عمل کرنا ایک مسلمان کے لئے فرض عین اور اشد ضروری ٹھہرا ہے- اور اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی اہل بیت کی تعظیم واعزاز واکرام کی طرف توجہ دلائی ہے- چنانچہ سب اولیائے کرام رحمہم اللہ اجمعین جو سنت وتوحید کے پابند ہیں ان کے طریقے کار بھی اہل بیت پر منتہی ہوتے ہیں- لیکن جو اہل بیت ہونے کا دعویٰ کرے لیکن بدعات شرک اور رسومات کا پابند ہو اور یارانِ مصطفےٰ سے تیرابازی کرتا ہو وہ انتہائی ظالم و بدبخت و بے نصیب ہے-

سید العالمین ﷺ کی نبوت کی زبان سے دس صحابہ کرام کو جنت کی بشارت:

وَعَنْ عَبْدِالرحمٰن ابن عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ فِی الْجَنَّہِ وَعُمَرُ فِی الْجَنَّۃِ وَعُثْمانُ فِی الْجَنَّۃِ فِی الْجَنَّۃِ وَعَلِیٌّ فِی الْجَنَّۃِ وَطَلْحَۃُ فِی الْجَنَّۃِ وَالزُّبَیْرُ فِی الْجَنَّۃِ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ ابْنُ عَوْفٍ فِی فِی الْجَنَّۃِ وَسَعْدُ بْنُ اَبِی وَقَاصٍ فِی الْجَنَّۃِ وَسَعِیْدُ ابْنُ زَیْدٍ فِی الْجَنَّۃِ وَاَبُوْ عُبَیْدَۃُ الْجَرَّاحِ فِی الْجَنَّۃِ رَوَاہُ التِّرمِذِیُّ وَ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ زَیْدٍ.

(ترمذی ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں- حضرت عمر

رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔

مفہوم: ان دس صحابہ کرام کا عشرہ مبشرہ کے ساتھ مسمیٰ ہونے کی یہی حدیث دلیل ہے اور ان دس صحابہ کی بشارت بالجنت کے ساتھ مشہور ہونے کا ایک وجہ یہ ہے کہ ان بزرگوں کو بشارت ایک ہی حدیث میں واقع ہوئی۔ ورنہ بشارت ان دس میں ہی منحصر نہیں ہے دیگر صحابہ کرام کے لئے بھی دیگر بعض احادیث میں جنت کی بشارتیں آئی ہیں۔ صحابہ کرام کے جنتی ہونے کے بارہ قرآن وحدیث بھرے پڑے ہیں۔

شان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

سارے اصحابہ نالوں ودھ کے صدیق دا
ہر جاتے ڈٹھا اساں پیار وکھرا
سارے غم خوارہن مدنی دے یارہن
ایہہ ہے غم خوار غم خوار وکھرا
خود ایدے در اتے رب دا حبیب گیا
ایہو جیا رتبہ نہ کسے نوں نصیب تھیا
کافراں دی ننگی تلواراں وچوں لنگھیا
عشق نے کیتا ہے وپار وکھرا
اٹھاں والگوں بن کے سواری جھک جاوندا
پڑھ صلوا تاں نالے موڈھیاں تے چاوندا
پیراں وچوں پھراں تے رت پئی وگدی

خوش ہو آکھے ایہہ سوار وکھرا
پہلے جاکے غار وچ دتیاں بہاریاں
چولا پھاڑ پھاڑ کرے بند غاراں ساریاں
بچ گیا اک جاں سوراخ پیر رکھ کے
ہن بیٹھا ایہہ پہرے دار وکھرا
کالا ناگ ڈنگ اتوں ڈنگ پیا مار وا
پیر نہ ہلاوے ہے سی دھان اکو یار دا
لکھاں لکھاں جان اتے جھل کے مصیبتاں
غار وچ کیتا ہے دیدار وکھرا
تن من دھن دتی عزت حضورؐ نوں
بی بی عائشہ دختر دتی پر نور نوں
ہر ہر جاتے دیندا گیا قربانیاں
دین دا ہے خدمت گار وکھرا
آمنہ دے لال کیتا چندے دا اعلان جاں
تھوڑا تھوڑا لے کے آیا ہر کوئی سامان جاں
سوئی تک لے کے ایہہ سامان سارے گھر دا
کھڑکے لٹایا گھر بار وکھرا
ہر اوکھے ویلے رہیا مدنی دے نال ہے
ساری دنیا نوں فرمایا لج پال ہے
ایہہ یاں تعریفاں جہڑا دل نال کردا
رب انہوں دیندا ہے وقار وکھڑا
ہر ویلے خاکی بہہ کہ مندڑے کڈھیداہا
غاراں دے رفیق نوں ایہہ برا سجھیداہا

جدوں دا صدق نوں ہے دل نال تکیاں
ہن میرے دل نوں قرار وکھرا

شان رسول ﷺ مدح صحابہ کرام:

لکھن دشمن بھی تعریفاں لیاقت ایہہ جیئی ہوے
پیغمبر مقدی ہون امامت ایہہ جیئی ہوے
جیڑے کنڈے سٹن راہ وچ انہاں دیاں گھڑیاں چاوے
دعائیں نال بخشاوے شرافت جیئی ہوے
کٹن راتاں مصلے تے کھلوتیاں پیر سج جاون
خدا آکھے نہ جاگ اتنا عبادت ایہہ جیئی ہوے
اشاراں نال چن لہوے لگن طائف دے وچ پتھر
نہ دیندا بدعا کہیں نوں جو رحمت ایہہ جیئی ہوے
بلا کے توڑ عرشاں تے خدا مہمانیاں دیندا
سدے ول ول قریب اپنے ضیافت ایہہ جیئی ہوے

عظمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ:

محمد مصطفےٰ آئے فضواں مسکرا پیاں
گھٹاواں نور برساون ہواواں مسکرا پیاں
جتھوں دی لنگ دی جاندی سواری کملی والے دی
اوہ تھاواں بن گیاں جنت تے رواں مسکرا پیاں
تبسم آمنہ دے لال نے جس وقت فرمایا
حسن دیاں ساریاں رنگین اداواں مسکرا پیاں
خلیل اللہ دے خواباں دی ہوئی تعبیر اَج پوری

جو رو رو منگیاں سن اوہ دعاواں مسکرا پیاں
شفاعت مصطفےٰ دی دن قیامت دے جداں دیکھی
خطا کاراں نوں چین آیا خطاواں مسکرا پیاں
دعا دے واسطے صائم جدوں مدنی نے ہتھ چائے
خدا دیاں رحمتاں بن بن ہواواں مسکرا پیاں

شان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ:

حیا والا غنی اور جامع القرآن کہتے ہیں
وہ دماد نبیؐ ہم سب جنہیں عثمان کہتے ہیں
کوئی ظالم انہیں خائن کہے توبہ معاذ اللہ
اسے الزام کہتے ہیں اسے بہتان کہتے ہیں
انہیں کے واسطے بیعت رسولؐ اللہ نے لی تھی
جسے اللہ تعالیٰ بیعت رضوان کہتے ہیں
غنی تھے مال کیا ہے راہ حق میں جان تک دے دی
اسے ایثار کہتے ہیں اسے احسان کہتے ہیں
مخالف کوئی بھی ان کا ہو وہ گمراہ ظالم ہے
بھرے اجلاس میں ہم یہ علی الاعلان کہتے ہیں
خدا شاہد صحابہؓ سب کے سب عادل تھے عالی تھے
نہ ہو یہ جس کا ایمان اس کو بے ایمان کہتے ہیں
صحابہ کی وساطت سے امیں پہنچا ہے دیں ہم تک
اسی خاطر انہیں حجت انہیں برہان کہتے ہیں

شان حضرت علی کرم اللہ وجھہ:

پیر علی ہے بہادر جہاں میں تو بزدل بنانے کی کوشش نہ کرنا
وہ شیر خدا ہے کرے کیسے تکیہ یہ تہمت لگانے کی کوشش نہ کرنا
رفاقت نبی سے صلہ تو ملا ہے وہ صدیق و عادل غنی لافتاح ہے
بنایا ہے چوتھا خلیفہ خدا نے تو اول بنانے کی کوشش نہ کرنا
وہ شیر خدا جس نے خیبر اکھاڑا وہ مشکل کشا جس کو تو نے پکارا
بیعت کے لئے رسی پا کر گلے میں اسے کھینچ لانے کی کوشش نہ کرنا
شاہ کربلا نے سبق تو دیا ہے وہ سجدے میں جام شہادت پیا ہے
جاں جاتی ہے جائے ہوا اسلام زندہ کبھی حق چھپانے کی کوشش نہ کرنا
راہ اللہ! جس نے شہادت ہے پائی وہ زندہ ہے قرآن دی ہے گواہی
عزیٰ داری ماتم یہ واویلا کس کا یہ رونے لانے کی کوشش نہ کرنا
بناتا زیئے تو تجھے ہے اجازت گلی کوچے پھرنا نہیں ہے شرافت
یہ سب کام تیرے تجھی کو مبارک میرے در پہ آنے کی کوشش نہ کرنا
آ گنبد خضرا کے دیکھیں نظارے وہ صدیق و عادل ہیں مدفن پیارے
صحابہ کے منکر سے واصف یہ کہہ دو وہ مدینہ میں جانے کوشش نہ کرنا

شان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ:

چلہے وچ آگ نہیں بلدی پرانا بوریا بستر
گداگر بیجاون شاہیاں سخاوت ایہہ جیئی ہوے
شہنشاہ کفر دے کمبدے مگر پیوند کرتے تے
اٹھاوے بوجھ خود سرتے عدالت ایہہ جیئی ہوے

شان حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

پیغمبر اپنے ہوندیاں کر دیوے وارث مصلے دا
علیؓ مقتدی ہوون خلافت ایہہ جیئی ہوے
صحابہ تو جہڑا اول رہیا اول ستا اول
اُنھیں نال اول دے رفاقت ایہہ جیئی ہوے

شان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

کرے طاقت دے ہوندیاں وی نہ جہڑا جنگ مدینے وچ
زباں پڑھ دی ہوے قرآن شہادت ایہہ جیئی ہوے
کرے طاقت دے ہوندیاں وی نہ جہڑا جنگ مدینے وچ
زباں پڑھ دی ہوے قرآن شہادت ایہہ جیئی ہوے

شان حضرت علی رضی اللہ عنہ:

سکی روٹی جہڑا کھا کے اڑاوے کوٹ خیبر دے
کٹے مرحب جیہاں دے سر شجاعت ایہہ جیئی ہوے
تیرے رحم و کرم تے دید رکھدا پر خطا کمتر
نہ کھولیں عیب دفتر دے رعایت ایہہ جیئی ہوے

مدح صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین:

جہڑے غلام بن گیئے دربار مصطفٰے دے
بے شک انہاں دے رتبے رب کر دتے زیادے
فوج محمدی دی جو بن چکے سپاہی
اپنی رضا انہاں نے رب دی رضا بنائی

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ توں کیوں دید چاہنائی
جنت انہاں دی ہوگئی رب کر چکا ہے وعدے
رب ہے انہاں تے راضی
سارے اوہ رب تے راضی
کیتی نبی اینہاں تے ہر ہر جگہ فیاضی
جیدے ایمان پچھدا ایں ہر روز بن کے قاضی
شاگرد مصطفےٰ دے مقبول ہن کبریا دے
تحفے یُزَکِّیْھِمْ حضرت دتے جنہاں نوں
ظلم و غضب دے طعنے دیویں توں نت انہاں نوں
روضے دے وچ رنجایوں سرکار دو جہا نوں
افسوس دل توں پردے اٹھ گئے شرم و حیا دے
یک جان تے جگر ہن وانگوں کھنڈ تے کھیر ہس
ایمان والیاں دے سارے دے سارے ہی پیر ہن
شادی علیؓ دی جان تھی حیدر دے ایہہ مشیر ہن
کملا نکاح علیؓ دا تینوں رہنا نہ پاوے
صدیقؓ و عمرؓ ہن دو ہیں فاطمہ دے نانے
لاویں جنہاں تے اکثر گھڑ گھڑ فدک دے طعنے
اپنے ایمان وانگوں تینوں ہویا گمان
اسلام وچ مچایئوں کیوں مفت دا فسادے
اوہ بدنصیب جہڑا صند وچ عمر گزاری
جنہاں نوں پیندے ہر سال وار و واری
اسنوں ایمان سمجھن گئی مت ایتھاں دی ماری
دشمن صدیق و عمر دے پٹ پٹ جنہاں تے مردے

ضد نال دکھ نہ پیارے صد وچ ہزاراں مر دے
ضد والیاں دی بیڑی لگی کدے نہ پارے
بن جا انہاں دا خادم جیہڑے نبی دے یارے
ہم آشنا جو وسدے محبوب کبریا دے
کمتر جنہاں صحابہ دا بغض رکھیا سینے
او بدنصیب اکثر جاندے نہیں مدینے
موجاں تے بحر عصیاں کئی غرق ہوئے سفینے
اک مرض وچ اوہ مارے لائق نہیں شفا دے

در مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

درِ دل محبوب محمد دا آزما قسمت توں اک واری
لا دیدان نال محمد دے لج دار وی ویکھیں لج داری
دے چھوڑ توں اپنی ہر منشانہ سوچ سمجھ وچ وقت و نجا
کر تن من دھن قربان ذرا پھر ویکھ رسول دی دل داری
دلوں یار توں جہریاں وکدیاں تے انہاں واسطے حوراں سک دیاں نے
بن دے سردار اوہ حوراں دے دیدار دیندا رب ہر واری
تک یار بلال دا افسانہ لگا نال رسول دے یارانہ
پیئی جتنی مار وجود اتے کلمے دا ورد رہیا جاری
جیہڑے یار دے ناں تے مرجاندے ناں جگ تے اوہ زندہ کر جاندے
دیدار سجن دیاں موجاں وچ اوہ عشق دی تردے ہیں تاری
کلمہ جہنے یار دا پڑھیا اے بھج موجدی سیرھی چڑھیا اے
بھاویں جلدے رہن انگاراں تے نہیں ہوندے یار توں انکاری
حشمت اوہ حشمت والے ہین جو یار دے نال سمانے ہین
اوہ کیوں نکھڑن یار کولوں جو نال رہے عمراں ساری

درمل محبوب محمد دا ازما قسمت توں اِک واری
لادیداں نال محمد دے لجدار دی ویکھیں لجداری

شان توحید باری تعالیٰ:

درِ مصطفےٰ پہ جو آتا ہے یارو وہ در در پہ سر کو جھکاتا نہیں ہے
نبی کا ہے فرمان عبادت خدا کی وہ شیطان کو اپنا بناتا نہیں ہے
نبیوں نے توحید ہم کو سکھائی جسم اپنا پتھروں سے زخمی کرا کر
وہ کہتے تھے لوگو پڑھو لا الہ خدا کے سوا کوئی داتا نہیں ہے
بشر خود خدا نے کہا ہے نبی کو شہادت میں ہے عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہ
جو کرتا ہے انکار کلمے کا ظالم وہ جنت میں ہرگز ہی جاتا نہیں ہے
بشر اپنے جیسا جو سمجھے نبی کو وہ بدبخت ہے سن ذرا غور سے تو
صفت نور ہے پر بشر ذات ان کی بشر ایسا خالق بناتا نہیں ہے
ادب کر بے ادبی سے آ باز ورنہ محمدؐ کا دیدار ہرگز نہ ہوگا
جو ہوتا ہے عاشق وہ جاتا ہے در پر نبی کو وہ در در بلاتا نہیں ہے
نبی کی محبت کا لیبل لگا کر یہ حجروں مجرے اور عزت پہ ڈاکہ
غریبوں کا خوں چوس کر پینے والو نظر دن قیامت کا آتا نہیں ہے
نبی کا ہے دربار سب سے نرالا وہاں جا کے دیکھو جو تم کر رہے ہو
وہاں کوئی طبلہ سارنگی بجا کر بے پرد عورتوں کو نچاتا نہیں ہے
جو حق بات کہتا ہے وہ ہے وہابی جو فرض اور سنت کا تارک وہ عاشق
یہ الٹی ہی گنگا عجب چل رہی ہے میری سمجھ میں کچھ بھی آتا نہیں ہے
یہ تعظیم ولیوں پہ صدقے ہے خاکی انہوں نے تو ہے سیدھا رستہ بتایا
یہ گدی نشیں پیٹ اپنے کی خاطر چھپاتا ہے حق راہ بتاتا نہیں ہے

دلا غافل نہ ہو- از حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ قلعہ میاں سنگھ:

دلا غافل نہ ہو یہ دنیا یکدم چھوڑ جانا ہے
باغیچے چھوڑ کر خالی زمین اندر سمانا ہے
تیرا نازک بدن بھائی جو لیٹے سیج پھولوں پر
ہوئے گا اک دن مردار جو کرموں نے کھانا ہے
نہ بیلی ہو سکے بھائی نہ بیٹا باپ تے مائی
کیا پھرتا ہے سودائی عمل نے کام آنا ہے
جہاں کے شغل میں شاغل خدا کی یاد سے غافل
کرے دعویٰ جو یہ دنیا میرا دائم ٹھکانا ہے
کہاں وہ ماہ کنعانی کہاں تخت سلیمانی
گئے سب چھوڑ یہ فانی اگر ناداں و دانا ہے
عزیزا یاد کر وہ دن جو ملک الموت آوے گا
نہ جاوے ساتھ کوئی تیرے اکیلے تو نے جانا ہے
فرشتہ روز کرتا ہے منادی چار کوٹوں پر
محلاں اچیاں والے تیرا گوریں ٹھکانا ہے
غلام اک دن نہ کر غفلت حیاتی پر نہ ہو غرہ
خدا کی یاد کر ہر دم جو آخر کام آنا ہے

حمد باری تعالیٰ عزاسمہ:

اپنی وڈیائی کریں اِنِّیْ اَنَا اللّٰہ آکھ کے
دیں تسلی مومناں نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ آکھ کے
ناامید عاصیاں نوں پھر دے دتی امید تو

فضل تھیں لَاتَقْنَطُوْا مِنَ الرَّحْمِۃ اللّٰہِ آکھ کے
مال سارے دا تو مالک مال والے بھی تیرے
کردا ہیں آزمائشاں ہن وَاَقْرِضُ اللّٰہَ آکھ کے
علماں والے کرن خواہش کجھ ہو بھی پڑھ لئے
کیتاں توں پابند سب نوں اِتَّقُوااللّٰہ آکھ کے
عاصیاں دے واسطے بوہا کرم دے اکھولیا
پھر آوازاں ماریاں تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ آکھ کے
اثر قرآن دسیا پہاڑ تے جے اتر دا
خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ آکھ کے
چارہ نہیں صمصام نوں توحید دی طاعت بغیر
چارے پاسے روک لئے توں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ آکھ کے

تاجدار مدینہ ﷺ اور آپ کی امت کے لئے پہلے انبیاء اور امتوں سے زیادہ انعامات:

وَلَمَّا سَکَتَ عن مُّوْسَی الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ وَفِیْ نُسْخَتِھَا هُدًی وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ ھُمْ لِرَبِّھِمْ یَرْھَبُوْنَo (پارہ۹رکوع۹)

ترجمہ: جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ گیا یعنی تھم گیا تو ان تختوں کو اٹھالیا۔ اور بیچ لکھے ہوئے ان کے ہدایت اور رحمت تھی واسطے ان لوگوں کے جو پروردگار اپنے سے ڈرتے ہیں۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ تھم گیا تو انہوں نے تورات شریف کی تختیاں اٹھالیں جو شدت غضب کی وجہ سے پھینک دی تھیں۔ یہ حرکت بت پرستی پر غیرت اور غصے کی وجہ سے تھی۔ ارشاد گرامی ہے کہ اس کے اندر ہدایت اور

رحمت تھی ان لوگوں کے لئے جو اپنے خدا سے ڈرتے ہیں- اکثر مفسرین کہتے ہیں جب انہیں پھینک دیا تو وہ ٹوٹ گئیں تھیں- پھر انہیں جمع کیا- اور اسی بنا پر بعض سلف نے کہا ہے ان ٹوٹی ہوئی تختیوں میں ہدایت اور رحمت کے احکام درج تھے لیکن تفصیل سے متعلق احکام ضائع ہو گئے- گمان کیا گیا ہے کہ اسرائیلی بادشاہوں کے خزانوں میں دولت اسلامیہ کے زمانے تک یہ ٹکڑے موجود تھے- وَاللّٰهُ اَعْلَمُ- لیکن اس بات پر دلیل واضح ہے کہ پھنک دینے سے وہ ٹوٹ گئے تھے وہ تختیاں جوہر کی بنی ہوئی تھیں- اللہ رب العزت نے خبر دی ہے کہ انہیں اٹھالیا تو اس میں ہدایت ورحمت پائی- رہبت کے معنے خشوع وخضوع کے ہیں-

(اَخَذَ الْاَلْوَاحَ) سے متعلق امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ یا رب میں الواح میں لکھا ہوا پاتا ہوں کہ

ایک بہترین امت ہوگی:

جو ہمیشہ اچھی باتوں کو سکھاتی رہے گی اور بری باتوں سے روکتی رہے گی اے خدا وہ امت میری امت ہو یعنی بنی اسرائیل ہو- تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام وہ احمد ﷺ کی امت ہوگی- پھر عرض کی یا رب ان الواح سے ایک ایسی امت کا پتہ چلتا ہے جو سب سے آخر پیدا ہوگی- لیکن جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگی' اے خدا وہ میری امت ہو- اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ احمد ﷺ کی امت ہے- پھر عرض کی یارب ان کا قرآن ان کے سینوں میں ہوگا دل میں دیکھ کر پڑھتے ہوں گے حالانکہ ان سے پہلے کے سب لوگ اپنے قرآن پر یعنی اپنی آسمانی کتاب پر نظر ڈال کر قرآن پڑھتے ہیں دل سے نہیں پڑھ سکتے حتیٰ کہ ان کا قرآن یعنی ان کی کتاب ہٹالی جائے تو پھر ان کو کچھ بھی یاد نہیں اور نہ وہ کچھ پہچان سکتے ہیں- اللہ رب العزت نے ان کو حفظ

کی ایسی قوت دی ہے کہ کسی امت کو نہیں دی گئی- یا رب وہ میری امت ہو- اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تو احمد ﷺ کی امت ہے- پھر عرض کی یا رب وہ امت تیری ہر کتاب پر ایمان لائے گی' اور وہ گمراہوں اور کافروں سے قتال کریں گے حتیٰ کہ کانے دجال سے بھی لڑیں گے- الٰہی وہ میری امت ہو- تو خدا تعالیٰ نے فرمایا یہ احمد ﷺ کی امت ہو گی- پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا رب الواح میں ایک ایسی امت کا ذکر ہے کہ وہ اپنے نذرانے اور صدقات خود آپس میں ہی لوگ خود کھالیں گے حالانکہ اس امت سے پہلے تک کہ امتوں کا کیا یہ حال ہوگا اگر وہ کوئی صدقہ یا نذر پیش کریں گے اور وہ قبول ہو گئی تو اللہ آگ کو بھیجے گا اور آگ اسے کھا جائے گی- اور اگر قبول رد ہو گئی تو پھر بھی وہ اس کو نہ کھائیں گے بلکہ درندے اور پرندے آکر کھا جائیں گے- اور اللہ تعالیٰ ان کے صدقے ان کے امیروں سے لے کر ان کے غریبوں کو دے گا- یا رب وہ میری امت ہو- تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تو احمد ﷺ کی امت ہو گی- پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی میں الواح میں لکھا ہوا پاتا ہوں وہ اگر کوئی نیکی کا ارادہ کرے گی لیکن عمال میں نہ لا سکے گی تو پھر بھی ایک نیکی کے ثواب کی حق دار ہو گی- اور اگر عمال میں لائے گی تو دس حصے کے ثواب کی حق دار ہو گی- یعنی دس حصے ثواب ملے گا بلکہ سات سو حصہ تک- اے خدا وہ میری امت ہو- تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تو احمد ﷺ کی امت ہے- پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ میں الواح میں (یعنی تورات شریف کی تختیوں میں) لکھا ہوا پاتا ہوں کہ وہ دوسروں کی شفاعت بھی کریں گے اور ان کی بھی شفاعت دوسروں کی طرف سے ہو گی' اے خدا وہ میری امت ہو' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں یہ تو احمد ﷺ کی امت ہو گی- امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر الواح (یعنی تختیاں تورات) کی رکھ دیں اور عرض کی (یعنی دعا مانگی) یارب! مجھے اس احمد ﷺ کی امت میں سے بنا دے-

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی:

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ (پارہ۹ رکوع۹)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمارے لئے دنیا میں بھی بھلائی لکھ دیجئے اور آخرت میں بھی۔ اس لئے کہ ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے پاس عذاب بھی ہے میں جسے چاہوں پہنچادوں اور میری رحمت ہر چیز سے وافر ہے۔ میں عنقریب ضرور ان لوگوں کے حق لکھوں گا جو مجھ سے ڈرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

مفہوم: بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیہ مبارکہ کے یہ الفاظ وَ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ جب اترے تو ابلیس کے منہ میں بھی پانی بھر آیا اور کہنے لگا یا اللہ اگر تیری رحمت ہر چیز سے وافر اور زیادہ ہے تو میں بھی بحیثیت ابلیس ہونے کے ایک چیز ہوں لھٰذا اپنی اس رحمت سے مجھے بھی کچھ دیجئے۔ تو اللہ رب العزت نے اس آیہ کا بعد والا حصہ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ الخ اتار کر فرمایا کہ میں اپنی یہ رحمت ان لوگوں پر کروں گا جو متقی پرہیز گار ہیں۔ لھٰذ شیطان تو پرہیز گار نہیں تجھے میری رحمت سے کچھ بھی نہیں مل سکتا۔ آپ پیچھے تفسیر کے حوالہ سے پڑھ آئے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات شریف کے حوالہ سے خدا تعالیٰ رب العزت کے سامنے آٹھ سوالات کئے کہ یا اللہ فلاں فلاں خوبیاں اور فلاں فلاں کمالات میری امت بنی اسرائیل کو عطاء فرمادیجئے تو جواب ملا کہ کلیم اللہ یہ سب خوبیاں جن کا تو نے اپنی امت بنی اسرائیل کے لئے مطالبہ کیا ہے میں یہ خوبیاں اپنے محبوب اپنے حبیب پیغمبر حضرت

احمد ﷺ کو دے چکا- چونکہ نبی ﷺ کے ذاتی نام دو ہیں محمد و احمد باقی اسمائے گرامی آپ کے سب صفاتی ہیں- اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا احمد اسم گرامی لے کر دوہرا کر فرمایا کہ میں یہ خوبیاں اخر الزمان نبی ﷺ کی امت کو دے چکا ہوں- اب امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے وہ الواح یعنی تورات شریف کی تختیوں کو رکھ دیا اور عرض کی- یا رب! مجھے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی امت سے بنا دیجئے- یعنی یا اللہ مجھے اپنے اخر الزمان نبی ﷺ کا امتی بنا دو- یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی اور کلیم اللہ ہونے کی اتنی خوشی نہیں جتنی خوشی رسول اللہ ﷺ کے امتی ہونے کی تھی- اب اس حوالہ سے عاجز تمام مسلمانوں کو خواہ وہ پاکستانی ہیں- خواہ وہ ہندوستانی ہیں- خواہ وہ امریکہ میں رہتے ہیں- خواہ وہ برطانیہ میں رہتے ہیں- خواہ وہ سعودیہ عربیہ میں رہتے ہیں- خواہ وہ عراق میں رہتے ہیں- خواہ وہ کویت میں رہتے ہیں- خوہ وہ کسی بھی مسلم ممالک میں رہتے ہیں جن مسلم ممالک کی تعداد تقریباً ۵۵ یا ۶۰ کے قریب ہے رہائش پذیر ہیں- یا مغربی یورپین ممالک میں رہتے ہیں وہ سب مسلمان دور اندیشی اور مذہبی دین اسلام کے ادارہ میں رہ کر قرآن وحدیث میں غور وفکر کریں اپنی عالم برزخ اور قیامت کو تصور میں لا کر سوچیں کہ حضرت موسیٰ علیہ نبی ہو کر تاجدار مدینہ ﷺ کا امتی ہونے کی التجا کر رہے ہیں- اور یہ التجا کیوں کی- التجا اس لئے کی کہ نبی ﷺ کے فضائل اور آپ کی امت کے خواص کو دیکھ کر یہ انعامات مجھے بھی موصول ہو جائیں اور میں محمدی اور احمدی ہو کر اس دنیا سے جاؤں- اور مجھے اس بات کی خوشی ہو کہ میں حضرت محمد الرسول ﷺ کا امتی ہوں- کیا میں اس بات کی جسارت کر سکتا ہوں کہ پاکستانی مسلمانوں آپ کیا کر رہے ہو- کیا یہ ہی بداعمالیاں' بدکرداریاں' قتل وغارت' ڈکیتی راہ زنی' بدکاری' جوا' رشوت ستانی' سود خواری' شراب خوری' بھنگ چرس' منشیات کا استعمال' جھوٹے مقدمے' لوٹ کھسوٹ' زندہ اور فوت شدہ بزرگوں کی پوجا پاٹ' مزارات اور پختہ قبروں پر چادریں اور چڑھاوے اور نذریں چڑھانا کیا یہ سب افعال اللہ رب العزت کی قدردانی ہے-

کیا یہ سب منکرات اور برے افعال تاجدار مدینہ ﷺ کی نبوت و رسالت کی قدر و منزلت ہے بھائیو اللہ تعالیٰ رب العزت کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ محشر میں حوض کوثر کے پاس جب رسول اللہ ﷺ موجود ہوں گے تو کس طرح آپؐ کے ہاتھ مبارک سے حوض کوثر کا پانی حاصل کرو گے۔ آپ کے ان برے اعمال کی وجہ سے اگر آپ ﷺ یہ ارشاد فرمادیا۔

فَاَقُوْلُ سُحْقًا لِّمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ.

ترجمہ: میں کہوں گا یا اللہ ان لوگوں پر لعنت ہو یعنی رحمت سے دوری ہو۔

جنہوں نے میرے بعد دین اسلام کو بدل دیا بدعات قائم کردیں اور میری سنت کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے۔

خدا احکم الحاکمین کی رحمت کا تذکرہ پارہ ۹ رکوع ۹ میں آپ پڑھ آئے ہیں:

اسی رحمت کا تذکرہ کچھ احادیث نبوی ﷺ کے حوالہ سے عرض کرتا ہوں ایک حدیث شریف میں ہے۔

لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِيْ كِتَابٍ فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ اِنَّ رَحْمَتِيْ تَغْلِبُ عَلٰى غَضَبِيْ وَفِيْ رَوَايَةٍ غَلَبَتْ غَضَبِيْ وَفِيْ رَوَايَةٍ سَبَقَتْ غَضَبِيْ.

ترجمہ: فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور ایک کتاب لکھی جو اللہ تعالیٰ کے پاس عرش پر ہے اس میں یہ لکھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ اور ایک روایت میں ہے میرے غضب پر غالب ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے سبقت رکھتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے عہد مبارک

میں کچھ قیدی آئے اور ان میں ایک عورت تھی ہر طرف دوڑتی تھی جب قیدیوں میں اسے کوئی بچہ مل جاتا تو اس کو اٹھا کر اپنے سینہ سے لگاتی اور اسے دودھ پلاتی۔ تو حضور ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کیا اس عورت کو تم دیکھتے ہو کہ وہ اپنے بیٹے کو آگ میں ڈال دے گی صحابہ کرام نے عرض کی۔ اللہ کی قسم نہیں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا۔

فَقَالَ اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا. رواہ البخاری و مسلم۔

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بہت زیادہ رحمت کرنے والے ہیں اپنے بندوں پر نسبت اس شفقت کرنے والی ماں کے۔

ایک حدیث کی عبارت یہ ہے۔

اِنَّ لِلّٰه تَعَالٰى مِائَةَ رَحْمَةٍ اَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَّاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَائِمِ فَبِهَا لِيَتَعَاطَفُوْنَ وَبِهَا يَتَـراحَمُوْنَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰى وَلَدِهَا وَاَخَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰى تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ رَحْمَةً يَرْحَمُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ اِنَّ اللّٰهَ تعالٰى خَلَقَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقُ مَابَيْنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ فَجَعَلَ مِنْهَا فِي الْاَرْضِ رَحْمَةً فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلٰى وَلَدِهَا وَالْوَحْشُ وَالطَّيْرُ بَعْضُهَا عَلٰى بَعْضٍ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ اَكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ. بخاری مسلم۔

ترجمہ: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمان و زمین پیدا کئے اسی دن سو حصے رحمت پیدا کی۔ ہر رحمت اس قدر ہے جو آسمان و زمین کے مطابق ہے۔ ان میں سے ایک رحمت زمین پر نازل کی ہے اور ننانوے حصے اپنے پاس رکھے ہیں۔ اور یہ باشندے زمین والے اس ایک رحمت کی وجہ سے والدہ اپنے بچوں پر شفقت کرتی

ہے اور وحشی جانور اور پرندے ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں- پھر جب قیامت کا دن ہوگا اس رحمت کے ساتھ ان کو مکمل کر دے گا- یعنی اس رحمت کو جو دنیا میں نازل کی ہے ان کے ساتھ شامل کر کے ان کو پورا سو کر دے گا- قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم و کرم کرے گا- یعنی ایک سو حصے رحمتوں کے اللہ اپنے بندوں میں استعمال کر کے اپنے بندوں کے لئے عفو و کرم کا ذریعہ بنائیں گے- لیکن یہ یاد رہے کبھی نہ بھولیں- شرک و بدعت آباؤ اجداد کے خلاف شرع رسومات ادا کرنے والوں کو اس سو حصے رحمتوں سے ذرہ بھر بھی کچھ نہیں ملے گا چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ قید لگائی ہے-

اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ○

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکیوں کے قریب ہے- رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ○

حافظ محمد صاحب لکھوی رحمۃ اللہ علیہ وغفر اللہ لہ

مصنف کتاب احوال الآخرت اور آپ کے خاندان کے مختصر حالات:

غیر منقسم پنجاب کا ایک عظیم مصلح:

نام ونسب:

حافظ محمد بن حافظ بارک اللہ بن حافظ احمد بن حافظ محمد امین- آپ کا سلسلہ نسب چھبیسویں پشت میں امام محمد بن الحنیفہ کی وساطت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے والدین نے محمد نام رکھا بعد میں محمد حافظ مشہور ہوئے- آپ کی ولادت متحدہ پنجاب کے ضلع فیروز پورہ کے ایک گاؤں موضع لکھوکے میں ۱۲۲۱ھ یا ۱۲۲۵ھ میں ہوئی- صحیح سنہ ولادت معلوم نہ ہوسکا- آپ کے آباؤ اجداد کئی پشتوں سے مرجع خلائق چلے آتے تھے- آپ کے پردادا حافظ محمد امینؒ موضع ڈھنگ شاہ ضلع لاہور کے رہنے والے تھے- حافظ محمد امین کے دادا کا نام ابوداؤد ڈھنگ شاہ تھا- یہ گاؤں ان کی ملکیت تھی- اور ان ہی کے نام پر مشہور ہے- بعد میں کسی طرح سے سکھوں کے قبضے میں چلا گیا یہاں ان کی قبر پر میلہ لگتا تھا- اور بدعات وخرافات ہوتی تھیں- ان کے پوتے حافظ محمد امین نے اصلاح کی کوشش کی مگر مایوسی ہوئی اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنے دونوں بیٹوں حافظ محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر لاہور چلے آئے وہاں ان کی دینی تکمیل کرائی اور اس کے بعد فیروز پور شہر کو اپنا مسکن بنالیا-

آخر میں فوت ہوئے- بڑے بازار کے کنارے جہاں نوگزے کی مشہور قبر ہے دفن ہوئے- ان کے بعد ان کے صاحبزادے حافظ نور محمد نے موضع ''بارے'' کے متصل فیروز پور کو اور حافظ احمد نے موضع ''لکھوکے'' کو اپنا وطن بنالیا- اور اصلاحی و تبلیغی سرگرمیاں شروع کر دیں حافظ احمد رحمۃ اللہ علیہ خداداد علم و فضل اور تقویٰ کے باعث علاقہ بھر میں مرجع عوام و خواص بن گئے اسی کا اثر تھا کہ موضع ''طور'' کے ایک رئیس نے اپنی نیک سیرت بیٹی آپ کے عقد میں دے دی- جس کے بطن سے واحد فرزند حافظ بارک اللہ پیدا ہوئے- اس نیک ماں نے اپنے بیٹے کو کبھی بغیر وضو دودھ نہیں پلایا- حافظ بارک اللہ اپنے وقت کے شہرین مقتدر عالم و فقیہ تھے- اور ورع و تقویٰ کے لحاظ سے اعلیٰ مقام رکھتے تھے- ان کے متعلق مشہور ہے کہ نواب قطب الدین والی ممدوٹ سے ناراض ہوکر دریائے ستلج کے رستے کشتیوں کے ذریع ریاست بہاولپور میں چلے گئے- وہاں سے حجاز جانے کا ارادہ تھا ان کے جانے کے بعد ممدوٹ کا قلعہ دریائے ستلج کی طغیانی کی زد میں آ گیا- لوگوں نے نواب صاحب سے کہا کہ آپ کی ریاست میں ایک ہی بابرکت شخصیت تھی- اب ریاست کی خیر نہیں چنانچہ نواب صاحب نے اپنے سوار بھیجے اور نواب بہاولپور کے توسط سے حافظ بارک اللہ صاحب کو روک لیا گیا- اور بالآخر رضا مند کر کے واپس لائے-

والی ممدوٹ نے معافی مانگی- اور ''لکھوکے'' کا گاؤں بطور جاگیر پیش کیا- مگر حافظ بارک اللہ صاحب نے یہ کہہ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہمیں ایسی جاگیر نہیں چاہیے- جس کا لگان گورنمنٹ کے ہاں ادا کرنا پڑے- چنانچہ نواب صاحب نے وہ اراضی جو پہلے سے آپ کے والد حافظ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے عطا ہوئی تھی- اور جس کا لگان معاف تھا واپس کر دی- یہ اراضی تقسیم ملک تک حافظ بار اللہ صاحب کی اولاد کے پاس چلی آئی- حافظ صاحب کے رضا مند ہونے پر ستلج کا رخ پھر گیا اور ممدوٹ کا قلعہ جو دریا کی نظر ہو چکا تھا- اب تک دعوت نظارہ دے رہا ہے- فَاعْتَبِرُوْا یَاۤاُولِی الْاَبْصَارِ- معتبر روایت ہے کہ ریاست بہاولپور کے دوران قیام

آپ موضع حاصل ساڑو متصل موجود ہیڈ سلمانکی میں ٹھہرے تھے- غالباً اسی اثناء میں آپ سے مجاہدین کے ایک رکن سید جعفر علی کی ملاقات ہوئی- جس کا ذکر مولانا غلام رسول میر نے اپنی کتاب ''جماعت مجاہدین'' میں کیا ہے اور اس پر تبصرہ اخبار ''الاعتصام'' میں مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء میں کیا گیا ہے-

تعلیم وتربیت اور استعداد:

حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ فارسی' صرف ونحو' معانی منطق' اصول اور تجوید وغیرہ کا علوم عربیہ کی اکثر تعلیم گھر میں رہ کر اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی- سلسلہ بیعت بھی اپنے والد سے ہے- ایک روایت کے مطابق لدھیانہ میں کچھ عرصہ حبیب الرحمان لدھیانوی کے دادا کے ساتھ بعض علوم میں ہم سبق رہے یہ روایت راقم نے خود مولانا حبیب الرحمان کی زبان سے سنی تھی- سند حدیث حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ کو شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی اور مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ محشی بخاری سے اور ان کو شاہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہے- (بحوالہ رسالہ ایقاظ غفلاء الزمان فی الترجمہ الشیخ محی الدین عبدالرحمان بن حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ مصنف صوفی عبدالحق صاحب کوٹلوی)- (سرہندی مطبوعہ لدھیانہ ۱۳۱۲ھ)

آپ نے حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین صاحب دہلوی سے بھی[1] استفادہ کیا ہے- حضرت میاں صاحب آپ کی ذہانت اور قابلیت کے بے حد مداح تھے- فرمایا کرتے تھے کہ میرے حلقہ درس میں ایک طالب علم حافظ محمد پنجابی ہے جو میرے منہ سے بات نکلنے سے پہلے ہی سمجھ جاتا ہے- قوت حافظ کا عالم یہ تھا کہ جو کتاب

[1] علامہ شمس الحق رحمۃ اللہ علیہ نے غایۃ المقصود شرح ابوداؤد کے مقدمہ میں علامہ حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ کو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے- صفحہ نمبر ۱۳ پر دیکھئے اور الحیات بعد الممات صفحہ ۳۵۸- کہ آپ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قبل ''غدر'' کے شاگرد ہیں- واللہ اعلم بالصواب-

ایک دفعہ دیکھ لیتے۔اس کے حوالہ جات اور مضمون کے صفحے عبارتیں زبانی یاد ہو جاتیں تھی۔ اسی بنا پر حضرت میاں صاحب آپ کو ازراہ تفنن طبع آپ کو مہتمم کتب خانہ کہا کرتے تھے۔آپ کی علمی اور تصنیفی استعداد کا اندازہ آپ کی صاجزادیوں کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے کہ آخر عمر میں جب آپ تفسیر محمدی لکھا کرتے تھے تو ہم دیکھتیں تھیں کہ لکھتے ہی جاتے تھے اور کچھ سوچتے نہیں تھے۔مختلف کتب اردگرد پھیلائی ہوتی تھیں آنکھ اٹھا کر دیکھتے اور پھر لکھتے رہتے یہ بھی روایت ہے کہ کبھی مسودہ پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔

زہد و عبادت اور صدق اور اخلاص:

آپ کی اولاد فوت ہو جاتی تو آپ نے دعا کی اور جس طرح ام مریم علیہ السلام نے مریم علیہ السلام کے متعلق کہا تھا ویسے ہی ہوا۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ اولاد دے دے تو میں اس کو دین کی خدمت اور عبادت کے لئے وقف کردوں گا۔ اور اس سے کوئی دنیاوی خدمت نہیں لوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکا عنایت فرمایا جو الشیخ محی الدین عبدالرحمان کے نام سے مشہور ہوا۔ جن کے حالات میں مذکورہ کتاب ایقاظ عضلاء الزمان لکھی گئی ہے عمر بھر آپ نے اس لائق فرزند سے کوئی دنیاوی خدمت نہیں لی۔ ان کی پوری عمر تعلم و تعلیم ذکر اللہ اور عبادت میں گزری۔ اور آخر کار مدینہ منورہ میں پہنچ کر انتقال فرمایا۔ مولانا محی الدین کے مرتبہ کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے تکمیل علوم کے بعد بالہام ربانی روحانی استفادہ کے لئے غزنی تک کا دو مرتبہ پاپیادہ سفر کیا ایک جانثار ہمراہ تھا۔ جب آپ پہلی مرتبہ شیخ طریقت حضرت عبداللہ غزنوی کی خدمت میں پہنچے تو ہمراہی نے تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ ''پدر این در پنجاب چراغ است'' جواب ملا ''ایں انشاء اللہ آفتاب خواہد شد'' اپنے اس لڑکے سے حافظ محمد کو اس قدر وابستگی تھی کہ ان کی تعلیم کے لئے پچاس برس کی عمر میں خود ان کے ساتھ دہلی پہنچے۔ اور استاد الکل سید نذیر حسین کے حلقہ تدریس میں

داخل کیا اور تکمیل تک ساتھ رہے۔ نیز آپ کی عادت تھی۔ کہ رمضان شریف میں تمام رات قرآن خود سناتے یا شاگردوں سے سنتے۔ اور سحری کے وقت آ کر گھر والوں کو جگاتے کہ کھانا تیار کریں۔ اور کھانا تیار ہونے تک کچھ آرام کرتے۔ پھر طلباء کے لئے خود کھانا لے جاتے یہاں تک کہ فجر ہو جاتی۔ آپ کے قلبی ذوق وشوق پر آپ کا کلام ہی شاہد ہے۔

یا رب بخش محمد تائیں اپنا شوق مدامی
بھی تابعداری جب نبی ہور ال اصحاب تمامی
عمل عقیدے وچ انہاندی بخشیں تابعداری
باطل کل عقیدیاں کولوں دیویں اساں بیزاری

ماحول:

جس زمانہ میں حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اصلاح وتبلیغ کا بیڑہ اٹھایا غیر منقسم ہند کے عام حالات یہ تھے۔ کہ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد انگریز کی جڑیں ملک بھر میں مضبوط ہو چکیں تھیں۔ انگریزی اقتدار کا سورج نصف النہار پر تھا۔ ہندوستانی عوام اپنے سیاسی مستقبل سے مایوس ہو چکے تھے۔ ملک میں جہالت کا دور دورہ تھا۔ ہر قسم کی مذہبی اور دنیاوی تعلیم سے عوام بے بہرہ تھے۔ چاروں طرف جاہل ملاؤں اور مکار قسم کے پیروں نے اپنے جال بچھا رکھے تھے۔ قبر پرستی' بدعات' اور ہندوانہ رسوم عوام میں مذہب کی حیثیت اختیار کر چکی تھیں۔ ان حالات میں اصلاح وتجدید کا جو کام صحیح طور پر انجام دیا جا سکتا تھا۔ حضرت حافظ صاحب نے اسی کا بیڑہ اٹھایا۔ اور وہ تھا تدریس اور تصنیف کا کام۔

اصلاحی وتبلیغی خدمات:

چنانچہ ایک طرف آپ نے دینی درس گاہ کا اجراء کیا جس کا نام مدرسہ محمدیہ

رکھا ابتدا آپ خود اور راقم کے نانا حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ محدث تدریسی خدمات انجاد دیتے رہے۔ آپ کے آپ کی اولاد اور آپ کے اعزہ نے یہ کام باحسن طریق انجام دیا۔ اس کا ذکر خود اپنی تصنیف میں اس طرح کرتے ہیں۔

درس گاہ:

یہ چند ذیل میں سطریں پنجابی کے شعروں کی ہیں:-

اس عاجز بھی لکھو کیاں وچ مدرسہ اک اسلامی
دس برساں تھیں جاری کیتا پڑھن خواص عوامی
دینی علم اصول حدیثاں ترجمہ بھی تفسیراں
بھی صرف ونحو تے تھوڑی منطق کردے خوش تقریراں
اکثر مدد گار مدرسے لوگ غریب بیچارے
تھوڑے لوگ امیر بھی شامل طالب کرن گزارے
معلم دی تنخواہ بھی تھوڑی قدر موافق حالاں
باتحقیق پڑھاوے دل تھیں کوشش نیک خصالاں
صرف بہائیوں لے کر قطبی میر بھی قطبی تائیں
صحاح ستہ بھی نسے بخاری پڑھ گئے لوگ اتھائیں
دس بارہ کدی پندرہ سولاں پڑھ دے لوگ مسافر
پر چندہ تھوڑا خرچ گھنیرا طالب آون وافر
پہلے مسلماناں تے لازم اسہدی کرنی مدد گاری
جس نوں رب توفیق دیوے کچھ لائق اس نوں یاری

چنانچہ تقسیم ملک ۱۹۴۷ء تک یہ چشمہ فیض آپ کے مولد و مسکن لکھو کے میں جاری رہا۔ اور ہزاروں تشنگان توحید اس سے اپنی پیاس بجھا کر اور فیض یاب ہو کر جاتے رہے۔ تقسیم کے بعد یہ درس گاہ اوکاڑہ ضلع منٹگمری میں منتقل ہوگئی اور کامیابی کے

ساتھ جاری ہے۔ الحمدللہ۔

تصنیف:

دوسرا اہم ''Important'' کام جو آپ نے کیا۔ وہ تصنیف ہے اس ذریعہ سے آپ نے جو خدمت انجام دی ہے۔ اس کی کہیں نظر نہیں ملتی۔ مذہب کی پوری تعلیم کو آپ نے پنجابی نظم میں منتقل کر دیا ہے۔ اور اس میں خوبی یہ ہے کہ عالم اور جاہل دونوں اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات کے مطالعہ سے ہی آپ کے علم وفضل، تقویٰ وطہارت، خلوص قلبی اور روحانی ارتقاء کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ نے تصنیف کے ذریعہ دین حق کی تجدید کا حق ادا کر دیا۔ آپ کی چھوٹی متعدد تصنیفات ہیں۔ ان میں سے جن کا پتہ چل سکا ہے۔ ان کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔ اور اکثر ایسی ہیں۔ جو آپ کی زندگی میں شہرت ومقبولیت حاصل کر چکی تھیں۔ اب تک بے شمار دفعہ چھپ چکی تھیں اور ان کی افادیت علماء اور عوام کے نزدیک مسلم ہے۔

مصنفات:

نمبر (۱): فارسی ترجمہ رسالہ تطہیر الاعتقاد علامہ محمد بن اسماعیل الامیر مصنف سبل اسلام نے قبروں کے شرک وبدعات کی تردید میں ایک پرمغزر رسالہ تطہیر الاعتقاد لکھا تھا حافظ محمد صاحب نے اس کو فارسی کا لباس پہنایا یہ رسالہ مع متن لاہور میں طبع ہوا۔

نمبر (۲): انواع مولوی بارک اللہ، یہ کتاب دراصل حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ جو آپ نے اپنے والد ماجد کے ارشاد کی تعمیل میں لکھی تھی۔ اس لئے ان کے نام پر اس کا نام رکھا گیا۔ جب یہ لکھی گئی۔ اس وقت آپ کا مسلک فقہ حنفیہ کے مطابق تھا۔ اس میں تمام فقہی مسائل ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کا دریا کوزے میں بند ہے۔

نمبر(۳): انواع محمدی یہ کتاب اصل میں انواع مولوی بارک اللہ کی ناسخ ہے اس کتاب کی ابتدا میں اس بات کی تصریح کر دی گئی ہے کہ جب آپ نے دہلی جا کر حدیث پڑھی تو فقہی مسائل میں حدیث صحیح کی ترجیح کا مسلک اختیار کیا۔ جیسے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اذا اصح الحدیث فَهُوَ مذهبی اور پھر یہ کتاب لکھی۔ عام طور پر بلوغ المرام کی احادیث کا ترجمہ اور پنجابی نظم میں ان کی تشریحات ہیں۔

نمبر(۴): سیف السنّت پنجابی۔ یہ کتاب تردید شیعہ میں ہے۔

نمبر(۵): موت اور اس کے بعد پیش آنے والے حالات کے متعلق ہے۔ بے حد پر تاثیر کتاب ہے پنجاب کے ہر گھر میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے۔

نمبر(۶): توحید و سنت کی تعلیم اور شرک و بدعت کی تردید دلنشین انداز میں کی گئی ہے۔

نمبر(۷): عقائد محمدی اسلامی عقائد کے بیان میں۔

نمبر(۸): محامہ الاسلام۔ اسلام کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ بعض مقامات پر انگریز مئلفین تک حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ ترقی اسلام کے لئے اتحاد بین المسلمین پر زور دیا گیا ہے۔

نمبر(۹): رد نیچری۔ معتزلہ ہند۔ یعنی نیچریہ۔ یہ کتاب سر سید احمد خان بانی علی گڑھ یونیورسٹی کی پارٹی کی تردید میں ہے۔

نمبر(۱۰): تفسیر محمدی۔ قرآن مجید کی یہ تفسیر سات صحیح جلدوں میں ہے اسے آپ کی تصانیف کا شاہکار کہنا چاہیے دو ترجمے ہیں۔ ایک ترجمہ شاہ ولی اللہ کی فتح الرحمان سے لیا گیا ہے اور دوسرا ترجمہ پنجابی میں ان کا اپنا ہے۔ اس کے بعد ایک شعر میں آیت کا مطلب بیان کر دیا گیا ہے۔ جو عربی' صرف نحو' ادب' تاریخ' تصوف' غرضیکہ ہر لحاظ سے معیاری ہے۔ اور علمی و تحقیقی حلقوں میں مسلم ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے ہندوستان کے لوگوں کو قرآن حکیم کے فارسی ترجمہ سے روشناس کرا کے

اولیت حاصل کی تھی۔ مگر حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پنجابی بھائیوں کے سامنے پوری تفسیر کھول کر رکھ دی جس کی مثال آپ سے قبل یا بعد میں کہیں نہیں ملتی۔ اس کے علاوہ آپ کی اور بھی چھوٹی چھوٹی تصنیفات ہیں۔

نمبر (۱۱): مثلاً قصہ شیخ قصوری۔

نمبر (۱۲): حاشیہ بر شہباز شریعت مولانا نور محمد سوتروی۔

نمبر (۱۳): حاشیہ بر انواع مولوی عبداللہ لاہوری۔

نمبر (۱۴): حاشیہ سنن ابی داؤد یہ آپ نے قیام دہلی کے دوران لکھا تھا۔ عربی زبان میں ہے۔ کسی زمانے میں کانپور میں چھپ چکا ہے آج کل نایاب ہے۔

نمبر (۱۵): حاشیہ بر مشکوۃ۔

نمبر (۱۶): ابواب الصرف۔

نمبر (۱۷): قوانین الصرف یہ کتاب فارسی نظم ہے اس میں عربی علم و صرف کے قواعد بیان کئے گئے ہیں اس کتاب کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ آپ فارسی شاعری میں بھی کمال دسترس رکھتے تھے۔ شعروں میں قواعد و قوانین کا بیان کرنا آسان کام نہیں ہے۔ یہ دونوں کتابیں عربی درس گاہوں میں متداول ہیں۔

نمبر (۱۸): یہ کتاب آپ نے اوائل عمر میں لکھی تھی۔ یہ بھی پنجابی میں نظم تھی جو کہ بالکل نایاب ہے۔ اس کتاب میں حدیث اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃ کی تشریح کی گئی ہے۔ آپ کا ارادہ تفسیر محمدی کے طرز پر صحیح بخاری کی شرح لکھنے کا بھی تھا جو پورا نہ ہوا۔

وفات:

آخر عمر میں آپ کو پتھری کا عارضہ ہو گیا جس کے لئے آپریشن کرانا پڑا جو کہ کامیاب نہ ہوا اور مورخہ ۱۳ صفر ۱۳۱۱ھ میں آفتاب علم و عرفان ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ تاریخ وفات کے متعلق آپ کے تلامذہ یا

معتقدین کی طرف سے جو قطعات لکھے گئے منجملہ ایک درج ذیل ہے۔

لَقَد مَات مَوْلَی الْمَوَالِی مُحَمَّدٌ
بِتَائِیدِ حَیٍّ قَدِیْرٌ مُوَیَّدَ
بِحَیاتِ عَدْنٍ اَرَادَ السَّفَرَ
بِشَهْرِ اِلصَّفرِ یَوْمَ ثَالِثَ عَشَرَ
لَهٗ عِلْمُ فِقْهُ وَعِلْمُ الْکَلَامِ
وَعِلْمُ اَلتَّفَاسِیرِ خَیْرُ الْاَنَامَ
تَصَانِیْفُهٗ فِی الْوَرَای سَائِرَهٗ
اَحَادِیْثُهٗ بِالْهُدٰی شَاهِرَهٗ
اَمْرُنَا بِتَارِیْخِهٖ طَابَ مَثْوَاهُ
فَقُلِ الشَّیْخَ لَاتَقْنَطُوْ رَحْمَةُ اللّٰهِ

آپ کے خدمات کے نتائج واثرات:

آپ کی تصنیف اور تدریس کے الگ الگ نتائج بیان کرنا ذرا مشکل ہے اس لئے ہندو پاکستان خصوصاً متحدہ پنجاب کی اصلاح میں جو خدمات ہیں ہم تمیز نہیں کر سکتے کہ اس میں آپ کی تدریس کا کتنا حصہ ہے اور تصنیف کا کتنا پاک و ہند کے جید و خیار علماء مرحومین اور موجودین کی ایک طویل فہرست پیش کی جا سکتی ہے جنہوں نے آپ کی قائم کردہ درس گاہ سے فیض پایا۔ اور پھر اپنے اپنے وقت میں برصغیر کے مختلف اطراف میں جا کر بے پناہ اصلاحی، تبلیغی اور تدریسی خدمات سرانجام دیں اور اب بھی دے رہے ہیں۔ بالاختصار مرحومین میں سے مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد علی صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالوہاب صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، امام جماعت غرباء رحمۃ اللہ علیہم قابل ذکر ہیں۔ موجودین میں سے حافظ عبداللہ صاحب جامعہ محمدیہ اوکاڑہ،

مولانا حافظ محمد صاحب بھٹوی صدر مدرس مدرسہ عربیہ ڈھلیانہ' مولانا حافظ محمد اسحاق محمد صاحب صدر مدرس تقویۃ الاسلام لاہور' مولانا محمد اسحاق صاحب خطیب جامعہ مسجد فریدیہ اہل حدیث قصور' مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف مدرس جامعہ سلفیہ لاہور' استاذ الاستاد مولانا عبدالجبار صاحب کھنڈیلوی مدظلہ العالی' حضرت مولانا حافظ عبداللہ روپڑی مدظلہ العالی' والد محترم مولانا محمد علی لکھوی مدرس مسجد نبوی مدینہ منورہ' اخی المکیر م مولانا محی الدین صاحب لکھوی اوکاڑہ' ادام اللہ فیوضھم قابل قدر اصلاحی و تبلیغی اور تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار علمائے کرام کا نام طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا گیا ہے بہر حال مختصر الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ متحدہ پنجاب کا کوئی شہر' قصبہ یا گاؤں ایسا نہیں ہے جہاں آپ کی قائم کردہ درس گاہ یا آپ کی تصنیف سے بالواسطہ یا بلاواسطہ روشنی نہ پہنچی ہو۔

اور جماعت اہل حدیث کا کوئی فرد ایسا نہیں ہے جس نے آپ کی علمی خدمات سے بالواسطہ یا بلاواسطہ استفادہ نہ کیا ہو۔ آج برصغیر پاک و ہند کے اندر کتاب وسنت کے مطابق مسلک رکھنے والے لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ اور ان کی اصلاح میں آپ کا حصہ باقی تمام مصلحین سے زیادہ ہے آپ نے جو کام پنجابی زبان میں کیا ہے اگر یہی کام فارسی یا عربی میں کیا جاتا جس کی اہلیت آپ میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ تو آپ دنیائے اسلام میں ایک عظیم شخصیت شمار ہوتے۔ لیکن آپ نے اپنے اہل وطن کی خاطر پنجابی زبان کو ذریعہ اظہار خیال کیا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

جو واضح کر تفسیر لکھاں کجھ نال زبان پنجابی
جو لوگ پنجاب نہ جانن عربی جاہل رہن خرابی

راقم ۱۹۴۳ء میں حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے حلقہ درس میں تھا۔ آپ تفسیر محمدی کے بے حد مداح تھے۔ چنانچہ اپنی تفسیر سورۃ کہف میں جابجا طور پر حافظ محمد صاحب کی تفسیر کے اشعار لے آئے۔ مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیو بندی واں بھچراں ضلع میانوالی جو کہ صوفی مزاج عالم تھے۔ آپ نے قرآن کریم کی

تفسیر بلغۃ الحیران لکھی آپ بھی تفسیر محمدی کی تعریف فرمایا کرتے تھے- مولانا عبداللہ گھدووالہ تحصیل زیرہ ضلع فیروزپور کے رہنے والے تھے ایک صوفی منش اہل حدیث عالم باعمل گزرے ہیں- جوانی کی عمر تک علم سے بے تعلق رہے- ان کا پورا علاقہ قبر پرستی اور پیر پرستی میں گرفتار تھا- ان کا بیان ہے کہ ہم یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اولیاء بھی غیب جانتے ہیں اور ہماری پیر پرستی کی یہی بنیاد تھی- ایک دن ایک چھاپہ شدہ کاغذ کا پرزہ کوڑے کرکٹ میں سے میرے ہاتھ لگ گیا جس پر یہ شعر لکھا تھا-

جے کل غیوب رسولاں تا کیوں آدم دانہ کھاوے
تے یوسف نوں یعقوب کیویں ہتھ بھائیاں گل مراوے

فرماتے ہیں کہ اسی دن سے میرے خیالات تبدیل ہونا شروع ہو گئے چنانچہ بعد میں دینی تعلیم حاصل کی اور ہزاروں مخلوق کی ہدایت کا باعث ہے- یہ شعر حافظ محمد صاحب تصنیف زینت الاسلام جلد اوّل کا ہے- یہ واقعہ مولانا عبدالکریم فیروزپوری داماد مولانا عبداللہ صاحب نے بیان فرمایا-

۱۹۴۳ء میں راقم مولانا احمد علی صاحب مدظلہ کے حلقہ تدریس میں تھا- تو حضرت مولانا عبیداللہ سندھی نے ذکر کیا کہ بچپن میں مجھ پر اسلام کی حقانیت دو کتابوں کے مطالعہ سے واضح ہوا- ایک تقویۃ الایمان شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور دوسری تحفۃ الہند- تاہم اپنا آبائی مذہب ترک کر کے اسلام میں داخل ہونا ایک مشکل امر دکھائی دیتا تھا- مگر جس کتاب نے مجھے اپنا آبائی مذہب اور وطن چھوڑنے پر مجبور کیا وہ حافظ محمد صاحب کی کتاب احوال الآخرت ہے اس کے مطالعہ کے بعد میں نے سب کچھ چھوڑنے کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کیا-

جانشین اور اولاد:

حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمان خلف اکبر حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہما آپ جید عالم اور کامل اہل اللہ تھے- آپ کے روحانی و باطنی فیض سے ہزارہا لوگوں نے

استفادہ کیا آپ علامہ اقبال کے اس مصرعہ کا مجسم مصداق تھے۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتیں ہیں تقدیریں

اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد دو سال تک درس گاہ کا اہتمام کیا۔ سفر حج میں گئے اور ۱۳۱۳ھ مسجد نبوی مدینہ منورہ میں بحالت سجدہ وفات پائی جنت البقیع میں شرقی دیوار کے ساتھ مدفون ہیں۔ حضرت مولانا محمد حسین بن حضرت حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ متوفی محرم ۱۳۶۵ھ مولانا محی الدین کے بعد درس گاہ کا اہتمام آپ نے سنبھالا اور ۱۳۶۲ھ تک بڑی محنت اور استقلال کے ساتھ اس ذمہ داری کو نبھایا۔ آپ سادہ مزاج' جید عالم اور صاحب تاثیر خطیب تھے۔ آپ کو سند حدیث سید نذیر حسین سے حاصل تھی۔ آپ کے اخلاقی مواعظ و نصائح کی گونج اب تک عوام اپنے کانوں میں محسوس کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب محدث لکھوی رحمۃ اللہ علیہ بن حکیم حافظ غلام محمد لکھوی۔ آپ حضرت حافظ محمد کے حقیقی بھتیجے تھے۔ تکمیل علوم حافظ صاحب سے ہی کی۔ اور تقریباً پچاس سال جامعہ محمدیہ میں تدریس کا کام کیا۔ پیکر علم مجسم تقویٰ و اخلاص تھے۔ اسی سال کی عمر پا کر ۱۹۲۴ء میں وفات پائی۔ حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ حضرت مولانا عبدالقادر محدث لکھوی کے صاحبزادے اور حضرت حافظ محمد کے داماد ہیں۔ تکمیل علوم کے بعد چوالیس سال تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ بڑے بڑے قابل اور اہل علم آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ استاد پنجاب کے لقب سے مشہور ہیں۔ حد درجہ متواضع' متبحر عالم' اور اپنے عزم و ارادہ میں نہایت مستقل تھے۔ جامعہ محمدیہ کا وجود اور بقا سب سے زیادہ آپ کی کوششوں کا مرہون منت ہے۔ ۶۸ سال کی عمر پا کر دسمبر ۱۹۵۳ء میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

والد محترم حضرت مولانا حافظ محمد علی صاحب مدنی متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ:

آپ مولانا محی الدین عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے صاحبزادے ہیں- آپ کو علوم دین میں مہارت تامہ کے علاوہ علوم و سیاسیات پر بھی عبور حاصل ہے- اپنے والد کی طرف سے تصوف میں جذب و کیف کی نعمت سے بھی مالا مال ہیں- قریباً ۱۸ سال سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں جوار مسجد و روضہ نبویہ سے محظوظ ہو رہے ہیں- بس پرانے بزرگوں کی آخری یادگار ہیں- اللہ تعالیٰ آپ کی برکات سے ہم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے آمین-

جامع محمدیہ اوکاڑہ ضلع منٹگمری
یکم محرم ۱۳۷۷ھ/ ۱۳۹۷ھ

عاجز
معین الدین بن محمد علی بن محی الدین عبدالرحمٰن
بن حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ (مصنف کتاب ھٰذ ناظم جامع محمدیہ)

نوٹ: بندہ عاجز نے اس لکھوی خاندان کے متبرک و سلفی بزرگ حضرت مولانا محی الدین (رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ. وَغَفَرَ اللّٰهُ لَهُ) کے رج رج کے درس سنے ہیں اور کئی دنوں ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے- بزرگوار جب نماز پڑھاتے ٹھہر ٹھہر کر بڑے خشوع و خضوع سے پڑھاتے قرأت میں بھی کوئی تصنع نہ ہوتا- اور قدرتی لہجہ ایسا تھا کہ سامعین مقتدین پر اس سوز کی وجہ سے رقت طاری ہوتی اور خشوع سے لوگ مستفیض ہوتے- جب درس کرتے تو لوگوں پر عجیب کیفیت طاری ہوتی اور لوگ پورے انہماک سے آپ کا مواعظ حسنہ سنتے بلکہ چھوٹے بچے بھی ٹکٹکی لگا کر درس قرآن سنا کرتے تھے یہ بات منڈی عارف والا کے متصل چک ۲۵ ای بی کی ہے- حاجی کمال الدین صاحب جو عمر میں مجھ سے بڑے تھے اور میرے

ترجمہ قرآن کے شاگرد بھی تھے جو نہائت پرہیزگار اور شب بیدار زندہ دل انسان تھے پوری ڈوگر برادری میں نہائت محبوب ومقبول تھے برادری و جماعت میں کبھی کبھار کوئی جھگڑا و ناچاکی ہو جاتی تو حاجی صاحب رحمہ اللہ بجائے کسی فریق کی طرف داری کے دونوں کو صلح صفائی کی طرف آمادہ کرتے- حاجی صاحب رحمہ اللہ کے تین بیٹے- کرنل غازی محمد عمر فاروق صاحب جو جماعت اسلامی کی لاہور منصورہ میں یونیورسٹی ہے- وہاں ڈائریکٹر ہیں- دوسرے بیٹے عزیزم عبدالغنی' تیسرے بیٹے عزیزم احمد دین ہیں جو بفضل خدا سب کے سب صوم صلوٰۃ کے پابند ہیں- حاجی صاحب مرحوم کے بیٹے کرنل ڈاکٹر عمر فاروق بہت ذی علم ادیب وفاضل ہیں ہنس مکھ وخوش طبع جنہوں نے عربی بول چال کتاب الدلیل اور دوسری کتاب (تحقیق کے اصول وضوابط احادیث نبویہ کی روشنی میں) لکھی ہے بندہ نے پہلی دفع احادیث کے پن چھان کے سلسلہ میں ایسی کتاب دیکھی ہے- حاجی کمالدین رحمہ اللہ حضرت مولانا محی الدین رحمہ اللہ کے مرید و معتقد تھے سال میں ایک دومرتبہ ضرور اپنے گاؤں میں مولانا صاحب کو وعظ ونصیحت درس وتدریس کے لئے لایا کرتے تھے- اور حضرت مولانا صاحب اپنے دروس اور وعظوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر واذکار اور عملی مسائل بیان کیا کرتے تھے- اس چک ۲۵ ای بی مذکورہ میں بندہ بحیثیت خطیب ۱۸ سال رہا ہے خطبہ جمعہ اور صبح کی نماز کے بعد درس قرآن- اور بچوں کو تعلیم قرآن کے زیور سے آراستہ کرنا- بس اس طرح کی خدمات کے لئے اللہ رب العزت نے اتنا لمبا عرصہ مرحمت فرمایا جس بنا پر حضرت مولانا محی الدین رَحِمَهُ اللّٰهُ. وَغَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ سے ملاقاتیں ہوتی رہی تھی- اب حضرت مولانا معین الدین صاحب لکھوی- مَتَّعَنَا اللّٰهُ بِطُوْلِ حَيَاتِهٖ- بہت بڑے جید عالم دین ہیں- صرف علم دین ہی نہیں بلکہ دوسرے علوم وسیاسیات سے بھی بہرہ ور ہیں- اللہ رب العزت نے ان کو ہر طرح کے علوم وفنون کی مہارت تامہ عطا فرمائی ہے اور جوانی کی عمر سے لے کر محترم بزرگوار اپنے بزرگوں کی پرانی یادگار- جامعہ محمدیہ اکاڑہ ضلع ساہیوال کی آبیاری کر رہے ہیں اللہ رب العزت محترم بزرگوار کو بحالت

صحت طویل زندگی عطا فرمائے اور- قَالَ اللّٰهُ. وَقَالَ الرَّسُوْلُ- کی صدائیں بلند کرنے کی خدمات کو قبول فرمائے امین ثم امین- دیگر حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب لکھوی مدنی اور حضرت مولانا مولوی محی الدین صاحب لکھوی- رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا. وَغَفَرَ اللّٰهُ لَهُمَا دونوں اپنی اجل کا پیالہ پی کر اپنے مولائے حقیقی کے پاس پہنچ گئے ہیں اللہ رب العزت انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عنائت کرتے ہوئے جنت الفردوس عطا فرمائیں- امین ثم امین

الراقم

مؤلف کتاب ھٰذا عاجز فضل الرحمٰن عفی عنہ

حیات وخدمات

مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ:

مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی مرحوم ومغفور جملہ علوم اسلامیہ کے بحر ذخائر تھے آپ بہت بڑے مفسر قرآن' محدث' فقیہ' مجتہد' مورخ' محقق عربی اور فارسی کے مایہ ناز ادیب' دانشور' نقاد' مبصر' معلم اور بلند پایہ مدرس تھے- شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ' حافظ ابن القیم' حافظ ابن حجر' امام ابن حزم' اور علامہ شوکانی کی تحقیقات سے متعلق وسیع معلومات رکھتے تھے- اور اس کے ساتھ امام غزالی' رازی' ابن عربی' شاہ ولی اللہ' شاہ عبدالعزیز اور شاہ اسماعیل شہید کے افکار وخیالات سے مکمل آگاہی رکھتے تھے-

آپ فن تدریس کے امام' حافظ الحدیث' بحر العلوم' جامع منقول ومعقول' متکلم' فلسفی' اور مجتہد العصر تھے- حضرت حافظ صاحب رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ بمطابق ۱۸۹۷ء گوندانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے- تعلیم کا آغاز حفظ قرآن مجید سے کیا اس کے بعد ابتدائی تعلیم مولانا علاؤالدین (م ۱۳۳۹ھ) تلمیذ حضرت شیخ الکل مولانا سید

نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حاصل کی بعد ازاں آپ مزید تعلیم کی تحصیل کے لئے دار العلوم تقویۃ الاسلام امرتسر میں تشریف لے گئے یہاں آپ نے مولانا سید عبدالاول غزنوی (م ۱۳۱۳ھ) مولانا سید عبدالغفور غزنوی (م ۱۹۳۵ھ) حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی (۱۳۳۱ھ) مولانا محمد حسین ہزاروی سے جملہ علوم اسلامیہ یعنی تفسیر' حدیث' فقہ' اصول فقہ لغت وادب وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) سے بھی حدیث کی سند واجازت حاصل کی۔ علم معقول ومنقول کی تحصیل استاذ الفنون مولانا عبدالرزاق سے کی۔ طب کی تعلیم طبیہ کالج دہلی میں مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان م ۱۹۲۷ء سے حاصل کی۔ اور فاضل الطب والجراحت کا امتحان امتیازی نمبروں میں پاس کر کے کالج میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ اور گاندھی جی نے اپنے ہاتھوں سے آپ کو سند عطا کی۔

درس وتدریس:

فراغت وتعلیم کے بعد واپس اپنے وطن گوندلانوالہ میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۹۲۴ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور واپس آکر دوبارہ تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کی ساری زندگی درس وتدریس میں صرف ہوئی۔ آپ کی تدریسی زندگی ۶۰ سال پر محیط ہے حافظ محمد محدث گوندلوی نے جن مدارس میں تدریسی خدمات سرانجام دیں' ان کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) مدرسہ محمدیہ گوندانوالہ (۲) دارالحدیث رحمانیہ دہلی (۳) مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ (۴) جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ (۵) جامعہ دارالاسلام عمرآبادی مدارس (۶) جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ (۷) جامعہ سلفیہ فیصل آباد (۸) جامعہ الاسلامیہ مدینہ یونیورسٹی مدینہ منورہ'

تلامذہ:

حضرت حافظ صاحب کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے جس شخص نے ۶۰ سال تدریس میں گزارے ہوں ان کے تلامذہ کا شمار مشکل ہے آپ کے مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

(۱) مولانا عبید اللہ رحمانی مبارک پوری صاحب مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح۔

(۲) مولانا نذیر احمد رحمانی دہلوی صاحب ''اہل حدیث اور سیاست''۔

(۳) مولانا محمد یوسف کوکن عمری صاحب امام ابن تیمیہ۔

(۴) مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب التعلیقات السلفیہ۔

(۵) مولانا محمد علی جانباز شارح سنن ابن ماجہ۔

(۶) مولانا محمد خالد گرجاکھی مرعاۃ المفاتیح (نصف ثانی)۔

(۷) علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب تصانیف کثیرہ۔

(۸) مولوی ابو یحییٰ خان نوشہروی صاحب تراجم علمائے حدیث ہند۔

(۹) مولانا حافظ عبدالمنان نور پوری شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ۔

(۱۰) مولانا معین الدین لکھوی جامعہ محمدیہ اوکاڑہ۔

(۱۱) مولانا عبدالقادر ندوی مہتمم جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن۔

(۱۲) مولانا محمد حنیف ندوی صاحب تصانیف کثیرہ سابق ایڈیٹر ہفت روزہ الاعتصام۔

(۱۳) مولانا محمد اسحاق بھٹی سابق ایڈیٹر الاعتصام سہ ماہی المعارف لاہور۔

(۱۴) مولانا ابوالبرکات احمد مدرس سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ۔

تصانیف:

حضرت حافظ صاحب کی ساری زندگی درس وتدریس میں گزری- تاہم آپ تصنیف وتالیف سے غافل نہیں رہے- آپ کی تصانیف عربی اور اردو میں مجموعی تعداد ۲۲ ہے-

عربی:

(۱) شرح مشکوۃ المصابیح (کتاب العلم تک لکھی گئی)-
(۲) آمالی علی صحیح بخاری-
(۳) لفۃ الفحول شرح رسالہ اصول فقہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ-
(۴) تحفۃ الاخوان-
(۵) مسئلہ الایمان-
(۶) حواشی صحیح بخاری-
(۷) ارشاد القاری الی نقد فیض الباری-

اردو:

(۸) الاصلاح (۲ جلد)-
(۹) خیر الکلام فی وجوب الفاتحہ خلف الامام-
(۱۰) اثبات توحید فی ابطال التصنیف-
(۱۱) ترجمہ البدور البازغہ شاہ ولی اللہ دہلوی-
(۱۲) تنقید المسائل (مولانا مودودی کے بعض مضامین کا جواب)-
(۱۳) ختم نبوت-
(۱۴) معیار نبوت-
(۱۵) اسلام کی پہلی اور دوسری کتاب-
(۱۶) زہد وثواب-

(۱۷) ردمولودومروج۔

(۱۸) التحقیق الراسخ (مسئلہ رفع الدین پرایک تحقیقی کتاب)۔

(۱۹) زبدۃ السیان فی تنقیح حقیقۃ الایمان وتحقیق زیادۃ النقصان۔

(۲۰) صلوۃ المسنونہ۔

(۲۱) ایک اسلام (رسالہ دواسلام کا جواب)۔

(۲۲) دوام حدیث غلام احمد پرویز کی کتاب 'مقام حدیث' کا جواب۔

وفات:

حضرت حافظ صاحب نے ۱۶ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ یعنی ۴ جون ۱۹۸۵ء کو گوجرانوالہ میں انتقال کیا اور ۵ جون ۱۹۸۵ کو قبرستان کلاں میں سپرد خاک کیے گئے۔ نماز جنازہ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ مرحوم نے پڑھائی۔

غازی علم دین شہید کا تفصیلی واقعہ:

عاشق رسول غازی علم دین شہید ۴ دسمبر ۱۹۰۸ بروز جمعرات (لیکن ان کے مزار پر ۳ دسمبر ۱۹۰۸ درج ہے) بمطابق ۸ ذیعقدہ ۱۳۲۶ھ) کو چہ چابک سوارں محلہ سرفروشاں (سریانوالا) بازار اندرون رنگ محل لاہور میں شیخ میاں طالع مند کے ہاں پیدا ہوئے۔ جو پیشہ کے لحاظ سے ترکھان تھے آپ نے ابتدائی تعلیم تکیہ سادھواں کی مسجد سے اور بازار توہریاں اندرون اکبری دروازہ بابا کالو کے مکتب سے حاصل کی۔ اس وقت ہندوستان پر انگریزوں کی حکمرانی تھی۔ ہندو اپنی چالاکی اور ہوشیاری کی وجہ سے حکمرانوں کے قریب تھا۔ اس لئے اس نے مسلمانوں کے پیغمبروں کی شان کے خلاف زہر اگلنے کے لئے۔ شدھی'' اور سنگھٹن'' تحریکیں شروع کر رکھی تھیں اس سلسلہ میں سب سے پہلی سیرت کمیٹی کے'' بانی سید محمد اشرف شاہ کشفی نظامی مرحوم تھے جو پاکستان کے ممتاز قانون دان'' ایس ایم ظفر'' صاحب کے والد گرامی تھے۔ لاہور ایک

۲۱ سالہ نوجوان غازی علم دین شہید نے اپنی جان کا نذرانہ دے کر ہندوؤں سکھوں انگریزوں پر واضح کر دیا کہ مسلمان رسول عربی ﷺ کی حرمت و ناموس پر کٹ مرنے کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہے- دیال سنگھ کالج کے ایک پروفیسر نے ایک کتاب لکھی جس کا نام رنگیلا رسول (نعوذ باللہ) تھا اس کتاب کو راجپال نامی ایک ہندو جس کی دوکان ۳ ہسپتال روڈ نئی انارکلی نزد لائن پریس تھی نے چھپایا- اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد مسلمانان عالم کے مذہبی جذبات مجروح ہوئے اور انہوں نے جلسے جلوس شروع کر دیئے راجپال کے خلاف مقدمہ درج ہوا اس وقت سیشن جج نے راجپال کو چھ ماہ-

شاتم رسولؐ راجپال کو ہائی کورٹ نے بری کیا تو عاشق رسولؐ غازی علم دین شہید نے اسے جہنم واصل کر دیا-

کی سزا سنائی لیکن ہائی کوٹ نے بری کر دیا- اس سے مسلمانوں کے جذبات بے حد مشتعل ہوئے- ۶ اپریل ۱۹۲۹ بروز ہفتہ غازی علم دین شہید چھری ہاتھ میں لئے سیدھے اس ملعون کی دوکان پر پہنچے آپ شیر کی طرح گرجے اور للکار مار کر چھرا راجپال کے پیٹ میں گھونپ دیا- وہاں سے آپ سیدھے دویا ناتھ کے شمال پر پہنچے- وہاں نلکا چل رہا تھا آپ نے ہاتھوں کو ناپاک راجپال کے لہو سے پاک کیا- راجپال کے قتل کی خبر ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی- مسلمانوں نے اس عظیم مجاہد کو پر جوش خراج عقیدت پیش کیا- اور اس مقدمہ کی پیروی کے لئے مسلمان وکلا پر مشتمل ایک غازی علم الدین ڈیفینس کمیٹی بنائی گی جس کے سربراہ شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال تھے ممبران میں میاں عبدالعزیز مالواڈہ بیرسٹر ایم سلیم مولوی غلام محی الدین قصوری، ڈاکٹر تصدق حسین خالد' بیرسٹر فیروز الدین بیرسٹر میاں فرخ حسین' سر شیخ عبدالقادر اور میاں عزیز الدین شامل تھے- مقدمہ کی سماعت انگریز سیشن جج لاہور کی عدالت میں ہوئی جس میں سیشن جج نے مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۲۷ء کو سزائے موت کا حکم سنایا- کیونکہ

غازی علم الدین نے سرکار کے سامنے اقبال جرم کرلیا تھا- مسلمان وکلا اس فیصلے کے خلاف پنجاب ہائی کورٹ لاہور میں اپیل دائر کردی- قائداعظم محمد علی جناح نے غازی علم الدین کی وکالت کی جن کی معاونت بیرسٹر فرخ حسین نے کی اور دیوان رام اسٹنٹ سرکاری قانونی مشیر اور جے ایل کپور منجانب پیش ہوئے چونکہ ان دنوں سر شادی لال چیف جسٹس تھے جو مسلمانوں کے بارہ میں متعصبانہ رائے رکھتے تھے یہ بات ایک صاحب کو سابق چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ جسٹس خاں بشیر الدین احمد خاں نے بتائی- ہائی کورٹ کے دو ججوں مسٹر جسٹس براڈوے اور مسٹر جسٹس جان سٹون نے اپیل خارج کردی' سیشن جج لاہور مسٹر کے ایل نیلپ کا فیصلہ بحال رکھتے ہوئے سزا موت کنفرم کردی اور مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۲۶ کو فیصلہ سنا دیا- اور انہیں سینٹر جیل لاہور سے میانوالی جیل میں منتقل کردیا- میاں طالع مند نے لاہور ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف پریوی کونسل لندن میں اپیل کی جو خارج ہوگئی اور آخر کار ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۶ کو میانوالی جیل میں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا- انگریزوں نے زبردستی وہاں دفن کرنا چاہا لیکن مسلمانان لاہور نے احتجاج کیا کہ غازی علم الدین شہید کو ان کی وصیت کے مطابق'' میانی قبرستان میں'' دفن کیا جائے اس وصیت کو عملی جامعہ پہنانے کے لئے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت میں ایک وفد نے انگریز گورنر مورنسی سے ملاقات کی- جس میں مولانا محمد بخش مسلم' علامہ ڈاکٹر محمد اقبال احمد حسن بشیر احمد رفیقی' ملک لال دین قیصر اور شیخ غلام مصطفےٰ حیرت شامل تھے- گورنر نے کہا کہ ہمیں مسلمانوں سے خطرہ ہے- کہ غازی علم الدین کی لاش لاہور لائی گئی تو یہاں فرقہ وارانہ فساد شروع ہو جائے گا- علامہ اقبال نے فرمایا'' اگر فساد ہوگیا تو پھر مجھے پھانسی دے دیجئے گا- گورنر نے کہا'' میں کل ملٹری حکام سے مشورہ کرکے بتاؤں گا- چنانچہ ۱۳ دن جب میت کو جو (میانوالی جیل کے حاطہ میں مدفون تھی) نکالا گیا تو ہر طرف خوشبو پھیل گئی- غازی شہید کا چہرہ مبارک تر و تازہ تھا- یہ بات ایک صاحب کو مولانا محمد بخش مسلم نے فلیٹیز ہوٹل لاہور میں شہید اکیڈمی کے اجلاس میں بتائی- جو کہ انگریز ڈاکٹر کی رائے کے بالکل

برعکس تھی۔ چند روز بعد گورنر نے علامہ اقبال اور وفد کے

عاشق رسولؐ کی نماز جنازہ میں لاکھوں افراد شریک ہوئے تھے:

دوسرے ارکان کو بلا کر کہا کہ وہ شہید کی لاش لینے کے لئے پونچھ ہاؤس آ جائیں اور رسید دے کر لاش لے لیں چنانچہ علامہ اقبال مسلم رضا کاروں کا ایک دستہ لے کر وہاں پہنچے اور رسید دے کر لاش کو چوبرجی گرونڈ میں لے آئے۔ ہندوؤں نے اس دن ہڑتال کر دی۔ کیونکہ یہ سب کچھ ہندوؤں کی مرضی کے خلاف ادھر حفاظتی اقدامات کے طور پر مسلح پولیس کی بھاری جمعیت طلب کی گئی۔ اور بڑی بڑی سڑکوں پر مشین گن لگا دی گئی تا کہ فساد برپا نہ ہونے پائے عاشق رسولؐ علم الدین شہید کے جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی اور انہیں چوبرجی کے پاس ہی میانی کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ عاشق رسول ﷺ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے امین ثم امین۔ اس واقع کو تحریر کرنے والا (سیف الحق فیائی ایڈوکیٹ سپریم کورٹ)۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ دہلوی:

منشی محمد جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ (سابق اسیر جزائر انڈومان) نے تواریخ عجیبہ'' موسوم بہ سوانح احمدی) کے نام سے حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر ایک کتاب لکھی ہے اس کے طبع اول (۱۳۰۹ھ) کے صفحہ ۱۹۳ میں لکھا ہے ایک مرتبہ عید المبارک کا دن آیا تو سب موحدین نے جمع ہو کر حضرت مولانا شاہ صاحب شہید سے عرض کی کہ امام عید گاہ ایک بدعتی آدمی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا کسی دوسری جگہ نماز عید پڑھنے کا بندوبست کیا جائے۔ تب حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جماعت میں تفرقہ ڈالنے والوں پر وعید آئی ہے ہم تفرقہ مسلمین کے باعث نہ ہوں گے اور وہ) امام عید گاہ) ہمارے ہی چچا حضرت

مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں وہ یہ سب باتیں اپنی نفسانیت سے کہتے اپنے عقیدہ سے نہیں کہتے۔ دیکھئے! حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شدید مخالف کے پیچھے بھی نماز پڑھنے سے اجتناب نہیں کیا۔ امام عیدگاہ مخالف بھی ایسے تھے کہ (بقول مؤلف موصوف) کہا کرتے تھے کہ مولانا محمد اسماعیل شہید جس چیز کو حرام کہیں گے میں اس کو ضرور حلال کہوں گا۔ لیکن حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ ایسے مخالف عمل کی بھی توجیہ ایسی کی کہ جس سے اس پر اعتقادی کا الزام عائد نہ ہو سکے۔

نوٹ: ابن ماجہ صحائح ستہ کی چھٹی کتاب ہے جس میں آتا ہے کہ بدعتی آدمی کے روزے، نماز، صدقہ، خیرات، حج عمرہ وغیرہ کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتے اور وہ بدعت کی وجہ سے دین اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جماعت اہل حدیث کے بلند عالم دین تھے قاسمی صاحب لاہوری لکھتے ہیں میں نے بعض اپنے اکابر علماء سے سنا ہے کہ حضرت مولانا صاحب کی طبیعت میں تشدد بالکل نہ تھا۔ اپنے مسلک میں متعصب ہونے کے باوجود فقہا احناف اور آئمہ مجتہدین رحمہم اللہ کا پورا ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ بلکہ اپنے ہم عصر حنفی علماء و مشائخ سے بھی آپ کے مراسم تھے چنانچہ ایک دفعہ آپ نے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کے نام ایک سفارشی خط تحریر فرمایا جس میں حضرت پیر صاحب کو ان القاب کے ساتھ خط تحریر تھا۔ مجمع خیرات و برکات منبع حسنات و فیوضات یہ خط الفتوحات الصمدیہ" میں بھی شائع ہوا تھا منقول از رسالہ فرار" صفحہ ۲۶ مطبوعہ راولپنڈی۔

حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حنفی علماء دہلی:

محمد بہاء الحق قاسمی خطیب ماڈل ٹاؤن لاہور لکھتے ہیں اور یہ واقعہ کئی سالہا سال پہلے کا ہے- ایک صاحب کے ہاں ایک مطبوعہ اعلان دیکھنے کا مجھے سرسری موقع ملا- جو حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دہلی کے دوسرے علماء الحدیث اور حنفی علماء کی طرف سے شائع ہوا تھا- جس کا عنوان تھا'' اصلاح الفساد بین العبادی اس کا میں نے لفظ بلفظ تو نہیں پڑھا البتہ اس کا مفہوم یہ معلوم ہوا کہ حنفی اور اہل حدیث حضرات کو آپس میں فراخدلی اور رواداری برتنی چاہئے- اس اعلان کے آخر میں حضرت مولانا سید نذیر حسن صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علمائے اہل حدیث کے علاوہ علماء کرام احناف کی مہریں اور دستخط اور مہریں ثبت تھے-

نوٹ: قاسمی صاحب لاہوری نے یہ بہت اچھا لکھا ہے بیان کیا ہے لیکن یہ اتفاق اتحاد الحاج برداشت رواداری ایسی صورت میں ہوگی جبکہ تمام فریق مسلمانوں مومنوں کے توحید خالص اور سنت خالص کے پابند ہوں گے- اگر توحید باری تعالیٰ میں یا سنت مصطفیٰ ﷺ میں ذرہ بھر بھی شرک یا بدعت کی ملاوٹ ہوگی تو اتحاد کا چکنا چور ہو جائے گا- اس لئے تمام مسلمانوں کے مکاتب فکر کو یہ سوچ لینا ضروری ہے کہ خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے مقابلہ میں تمام شخصیات اور تمام ہستیاں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں-

حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑوی:

حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو مرتبہ متحدہ ہندوستان کے زمرہ مشائخ و پیران طریقت میں تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے- آپ صرف شیخ طریقت ہی نہ تھے بلکہ جید عالم و فاضل بھی تھے آپ نے مختلف مکاتب فکر کے بزرگوں کے معاملہ میں جس قدر حسن ظن اور فراخدلی کا ثبوت دیا ہے وہ ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے- حضرت پیر

صاحبؒ کے مشرب اور حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید کے مسلک میں جس درجہ کا اختلاف ہے ظاہر ہے لیکن اس اختلاف کے باوجود حضرت پیر صاحب مسئلہ امکان و امتناع نظیر کے باب میں حضرت مولانا شہید موصوف رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی کی باہمی بحث پر محاکمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

اس مقام پر امکان یا امتناع نظیر آنحضرت ﷺ کے متعلق اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنا مقصود ہے- نہ تصویب یا تغلیط کسی کی فریقین اَعنیٰ اسمٰعیلیہ وخیرآبادیہ میں سے شَکَّرَ اللّٰهُ سَعْيَهُمْ- راقم سطور دونوں کو ماجور و مثاب جانتا ہے فَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ. وَلِكُلِّ امْرِءٍ مَانَوٰى'' منقول از رسالہ طبع دوم صفحہ ۷ زیر عنوان'' فائدہ جلیلہ'') اس عبارت میں حضرت پیر صاحبؒ نے دونوں بزرگوں حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے گروہوں کی نسبت فرمایا کہ دونوں کو خدا کی بادگار سے اجر وثواب ملے گا اور دونوں کی نسبت دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے- ان چند ایک واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اکابر علماء اہل حدیث واحناف اور پیران عظام آپس میں کس قدر شیر وشکر تھے کہ باوجود مسائل کے اختلاف کے بھی آپس میں برداشت تحمل اور رواداری تھی جس بنا پر مسائل میں الجھ کر لڑائی جھگڑہ تک نوبت نہیں پہنچی تھی بلکہ متانت وفراخ دلی سے افہام وتفہیم کرتے تھے- دیگر یہ بھی ثابت ہوا کہ بعض علماء احنافؒ اور پیران عظامؒ اہل حدیث علماء کو بنظر مستحسن دیکھتے اور ان کا ادب واحترام بجالاتے اور ان کے لئے خیر وبرکت کے دعائیہ کلمات کہتے اور لکھتے تھے-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تو رحم کن رحیما

من بندہ شرمسارم تو رحم کن رحیما

اے رحیم و مہربان میں گناہوں کی وجہ سے شرمسار ہوں

در فسق بے شمارم تو رحم کن رحیما

بہت سے گناہوں میں گھرا ہوا ہوں اے رحیم تو رحم فرما

اندر سرائے فانی کردم گناہ تو دانی

میں نے اس سرائے فانی میں بہت گناہ کیے ہیں اور یہ تو جانتا ہی ہے

درماندہ را بخوانی تو رحم کن رحیما

اور تو اپنے اس بندے کی درماندگی سے بھی آگاہ ہے اے رحیم تو رحم فرما

شرمندہ روئے زردم جرم عظیم کردم

شرمندگی سے میرا چہرہ زرد ہے اس لیے کہ میں نے جرم عظیم کیا ہے

خود را بتو سپردم تو رحم کن رحیما

لیکن اب اپنے آپ کو تیرے حوالے کر رہا ہوں کہ اے رحیم تو رحم فرما

غیبت دروغ گفتم غافل بسے بخفتم

غیبت کرتا اور جھوٹ بولتا ہوں اور تجھ سے غافل سویا رہتا ہوں

توبہ بسے شکستم تو رحم کن رحیما

میں ہزار بار توبہ توڑ چکا ہوں اے رحیم تو رحم فرما

در وقت نزع جانم گویا بکن زبانم

نزع کے وقت میری زبان کو قوت گویائی عطا کر

تا کلمہ را بخوانم تو رحم کن رحیما

تا کہ کلمہ پڑھ سکوں اے رحیم مجھ پر رحم فرما

از تن رود چو جانم بستہ شود زبانم

جب روح تن سے جدا ہو اور زبان گنگ ہو جائے

بیچارہ چوں بجانم تو رحم کن رحیما

اور جب زندگی لوٹانے کا کوئی علاج میرے پاس نہ رہے تو اے رحیم تو رحم فرما اور گناہ بخش دینا

درگور چوں بمانم تنہا چو بیکسانم

جب میں قبر میں اتارا جاؤں اور بے کس کی طرح تنہا رہ جاؤں

ھر دم ترا بخوانم تو رحم کن رحیما

تو ہر دم تجھے یاد کروں کہ اے رحیم تو رحم فرما

از فضل تا قیامت تو رحم کن رحیما

اپنے فضل سے قیامت تک اے رحیم تو رحم فرما

یا رب گنہگارم پر عیب شرمسارم

اے رب العالمین! گنہگار و عیب دار ہوں اور شرمسار ہوں

جز تو کسے نہ دانم تو رحم کن رحیما

اور جانتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی گناہ بخشنے والا نہیں ہے اس لیے اے رحیم تو رحم فرما

جنت بدہ مکانم باجملہ مومنانم

جنت میں مجھے تمام مومنوں کے ساتھ جگہ عطا فرما

تا جاوداں بخوانم تو رحیم کن رحیما

تا کہ میں ہمیشہ پڑھتا رہوں کہ اے رحیم تو رحم فرما

عمرم گذشت باطل کردہ گناہ حاصل

میری عمر رائیگاں گزری ہے میں نے گناہوں کے سوا کچھ نہیں کمایا

برایں فقیر غافل تو رحم کن رحیما

اس غافل فقیر پر اے رحیم تو رحم فرما

من سعدی صفائیم بردین مصطفائیم

میں سعدی دل کا صاف ہوں، دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم ہوں

ھر دم ہمیں بخوانم تو رحم کن رحیما

اور ہر دم یہی دعا کرتا ہوں کہ اے رحیم تو رحم فرما سوائے رب العالمین، تو رحم فرما

مؤلف نے اپنی اور قارئین کی طرف سے شیخ سعدی رحمۃ اللہ کے دعائیہ کلمات فارسی کے شعروں میں مع ترجمہ اردو نقل کیے ہیں۔

کتاب کے اختتام پر چند دعائیہ کلمات:

خداوند قدوس ہمیں اپنی پسند کا ایمان عطا فرما' اپنی مرضی کا مسلمان بنا' آسمان سے اترتے ہوئے دین اسلام پر اس طرح عمل کرنے کی توفیق عطا فرما جس طرح تیرے سچے رسول حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ نے عمل کیا ہماری زندگی کی راہ میں رحمت عالم ﷺ کے قول وفعل کے دیپ جلا۔ سنن ھدیٰ کی شمعیں جگا۔ اسوہ اطہر کو ہمارے نزدیک سارے جہان سے زیادہ محبوب بنا۔ اللہ! ہمیں دلدلوں سے بچا۔ تا زندگی 'تقدس پاک' کی عنبر بیز کی فضا میں رکھ' رحمت عالم ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے جام کوثر پلا۔ اور حضور ﷺ کی شفاعت حسینہ نصیب فرما آمین یا الٰہ العلمین

﴿رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّاo اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّارْزُقْنَا اِجْتِنَابَہٗ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ صَلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَo بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَo﴾

ہماری مطبوعات
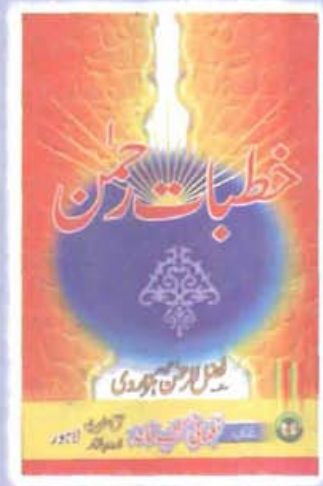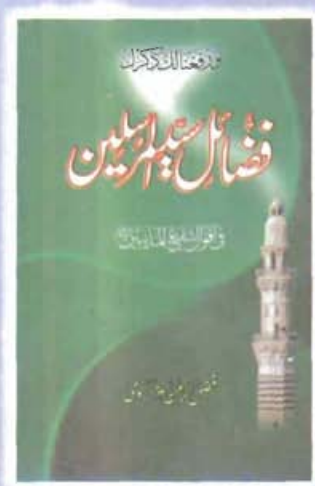
ہماری دعوت کی بنیاد صرف اور صرف کتاب وسنت ہے

آیئے!

ہماری تحریک کے دست و بازو بن جایئے

تحریک اصلاح امت

ابطہ کے لئے

چیئرمین: حافظ سیف الرحمن بٹ سابق صدر A-S-F پاکستان

ملنے کا پتہ

رحمن منزل - سٹریٹ نمبر 9 امیر پارک - گوجرانوالہ